THE ARABS BEFORE ISLAM

Allama Ghulam Mashi

کوائف العرب

عرب قبل از اسلام

علامہ غلام مسیح

1925

The Arabs before Islam

By

Allama Ghulam Masih

وَبِذُرِّيَّتِكَ تَتَبَارَكُ جَمِيعُ أُمَمِ الأَرْضِ،

اور تیری نسل اپنے دشمنوں کے دروازوں پر قابض ہوگی اور تیری نسل سے زمین کی ساری قومیں برکت پائینگی

كوائفُ العرب

یا

عرب قبل از اسلام

جس میں زمانہ جاہلیت کے عربوں کی شاندار حکومتوں کے ان کی تہذیب اور شائستگی اُن کے مذاہب وعقائد

ورسوم کے نہایت مختصر پر تعجب خیز خیالات۔ بائبل مقدس سے مغربی اشیاء اور آثار قدیمہ سے اور تاریخ اسلام سے مرتب کئے گئے ہیں۔

یہ کتاب قدیم تاریخ عرب کے متعلق نادر معلومات کا خلاصہ ہے۔

مولفہ ومصنفہ

علامہ پادری غلام مسیح صاحب ایڈیٹر نور افشاں۔ لاہور

1925

www.noor-ul-huda.net

مقدمہ

بائبل مقدس خصوصاً پرانا عہد نامہ مغربی ایشیاء اور مصر کی مدفون (دفن) اقوام اور اُن کی گئی گزری تہذیب وشائستگی (اخلاق۔ مروّت۔ آدمیت) کو دوبارہ زندہ کرنے میں بیمثال طور سے ایک زبردست آلہ کار ثابت ہو چکا ہے جس کی نشاندہی سے اقوامِ بابل، اکاد، نینوہ، اور، اموری، حتی، فینکی، کنعان، مصر، عیلام اور آرمینیا اور عرب کے اور اُن کی سلطنتوں کے۔ اُن کی تہذیب وشائستگی کے اُن کے مذاہب وعقائد ورسوم کے عجیب وغریب حالات وفساد معرضِ ظہور میں آچکے ہیں جن کے آثار ونشانات وحالات سے یورپ کے عجائب خانے بھر چکے ہیں۔ زمانہ حال کی زندہ اقوام کی ماؤں مذکورہ بالا میں سے عرب کی اقوام بھی ہیں جن قدیمی حالات پر آنے والے اوراق میں کچھ تاریخی روشنی ڈالی گئی ہے۔ بائبل کی اقوام میں اہل عرب بھی نہایت بلند جگہ رکھتے ہیں۔

بائبل مقدس نے بعد طوفانِ نوح جو زمین پر قوموں کے آباد ہونے کا بیان کیا ہے اُس ملک عرب کو حضرت سم بن نوح کی اولاد سے آباد کر کے دکھایا ہے۔ اگرچہ حضرت سم بن نوح کی اولاد (مغربی ایشیاء) کے وسط میں آباد دکھائی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ کہنا بھی مبالغہ (کسی بات کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کرنا) نہیں ہوگا کہ حضرت سم بن نوح کی اولاد کے مختلف قبائل نے مختلف زمانوں میں آبائی سکونت گاہوں (رہنے کی جگہ) کو چھوڑ کر ملکِ عرب میں سکونت اختیار کی ہوگی۔ کیونکہ مغربی ایشیاء کے وسط میں آباد کاروں میں جنگ وجدل کا سلسلہ زمانہ قدیم سے ہی جاری ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہاں کے آباد کاروں کا مال وجان ہمیشہ خطرہ میں مبتلا رہتا ہوگا۔ اس وجہ سے سم کی نسل کے امن پسند خاندان ملک عرب میں پناہ گزین ہوئے ہونگے۔

مغربی ایشیاء اور مصر کے اقوام کے آثارِ قدیمہ میں اہلِ عرب کے ذکر اکاد، صابیوں، بدوؤں اور خیبری اور چوپان اقوام کے نام سے زیادہ تر پائے گئے ہیں۔ جنھوں نے اقوام مافوق کی حکومتوں پر ابتداء سے اپنی فوقیت (برتری) قائم وثابت کرنیکی ہمیشہ کوشش کی اور وہ اس کوشش میں ناکام نہیں نکلتے تھے۔

مغربی ایشیا کی مافوق سلطنتوں سے جو ملک عرب کی شمال مشرق، شمال، شمال مغرب میں زمانہ قدیم سے قائم ہوئی تھیں۔ ان سے قدیم عربوں کے گہرے تعلقات ثابت ہوئے ہیں۔ ان زبردست سلطنتوں میں سلطنتِ بابل اور نینوہ اور مصر کے حکمرانوں کی فہرستیں ذیل میں دیتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کرام پر یہ امر واضح ہو جائے کہ اہلِ عرب کن زبردست حکومتوں کا مقابلہ کر کے اپنی ملکی آزادی اور حریت کو قائم رکھتے ہوئے اپنی ہستی کو بچاتے رہے تھے۔ درحالیکہ وہ زبردست حکومتیں فنا ہو گئیں مگر اہلِ عرب آج تک زندہ چلے آئے ہیں۔ ان بڑی بڑی سلطنتوں کے حکمرانوں کی فہرستیں حسب ذیل ہیں جو ہنوز ناتمام خیال کی جاتی ہیں۔

خاندان سم کے بابلی یا اکادی حکمرانوں کی فہرست

مغربی ایشیاء کے آثار قدیمہ کے ماہرین نے اکادی یا بابلی سلطنت کے حکمرانوں کو اعلیٰ تہذیب و شائستگی (آدمیت۔اخلاق) کے بانی بتلایا ہے۔ اور اس سلطنت کے پہلے حکمران کا زمانہ قبل از مسیح ۳۸۰۰ برس قرار دیا ہے اور عجیب تر معاملہ یہ ہے کہ اکادی سلطنت کے پہلے حکمراں کو عرب کی صابی حکومت کے بادشاہ اثمر (انگریزی اتھمر) نے خراج دیا تھا۔ جس سے یہ بات باخوبی روشن ہوتی ہے کہ عرب میں صابی حکومت اکادی حکومت سے بھی پیشتر قائم ہو چکی تھی۔ اکادی حکومت کے حکمرانوں کی فہرست آثارِ قدیمہ سے ثابت ہو چکی ہے سارگون اول نے جو خاندانِ سم سے تھا اس نے قبل از مسیح ۳۸۰۰ اکاد میں عظیم الشان سلطنت قائم کی جو عیلام سے لے کر صور فینکی اور کنعان (جزیرہ کپرس) تک وسیع تھی اور دوسری طرف ملکِ عرب کے جنوب تک اس کا اثر تھا۔

نارام سن نے جو سارگون اوّل کا بیٹا تھا اس نے قبل از مسیح ۳۷۵۰ میں مغربی ایشیاء کی تمام سرزمین پر قبضہ کیا تھا۔

قبل از مسیح ۲۷۰۰ میں اُور کے بادشاہ سلطنت بابل پر حکمران تھے۔ حمورابی خاندان کا مذکور کا چھٹا حکمران نہایت زبردست حکمران تھا جس کے زمانہ میں سمی تہذیب و شائستگی کمال کو پہنچی تھی اس کی سلطنت تمام مغربی ایشیاء تک وسیع تھی۔ یہ خاندان سلطنت بابل کے تخت پر قبل از مسیح ۲۳۰۰ تک تمکن (اختیار۔ قابو میں رکھنا) رہا تھا۔

بابل کے اِن بادشاہوں کے خاندان کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ وہ اموریوں کے ملک میں بھی حکمران تھے عیلام کے کاسیوں نے بابل کو فتح کیا وہ وہاں ۵۷۳ برس اور ۹ ماہ تک حکمران رہے۔ یعنی قبل از مسیح ۷۸۶ اتک پھر قبل از مسیح ۷۴۷ میں نبوکدنصر بابل کا بادشاہ ہوا (پھریلودپل) نے جسے تغلط پلاسر کہا جاتا ہے اور جو اسریا کا بادشاہ تھا اس نے قبل از مسیح ۷۲۷ میں بابل کو فتح کیا تھا اس کے بعد الولو جسے شلمنضر رابع کہتے ہیں قبل از مسیح ۷۲۵ میں اسریا کا بادشاہ ہوا۔ پھر مردوکہ بلدان ثانی نے قبل از مسیح ۷۲۱ میں حکومتِ بابل پر قبضہ کیا۔ اور ۱۲ برس تک حکومت کی اسی نے یہوداہ کے بادشاہ عزیاہ کے پاس اپنا وکیل بھیجا تھا۔ قبل از مسیح ۷۰۹ میں اسریا کے بادشاہ سارگون نے پھر بابل کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔ پھر قابل از مسیح ۷۰۴ میں سنحریب بابل کے تخت پر تمکن ہوا پھر قبل از مسیح ۷۰۲ سے ۶۸۹ تک بابل اور عیلام اور اسریا میں خانہ جنگی رہی اور سنحریب نے بابل کو قبل از مسیح ۶۸۹ میں بالکل برباد کر دیا جسے قبل از مسیح ۶۸۱ میں اسرحدون نے پھر بنایا تھا قبل از مسیح ۶۶۸ میں اسرحدون نے سلطنت بابل کو اپنے بیٹوں پر تقسیم کیا تھا اور خاص حکومتِ بابل اپنے بیٹے شمس سم یکین کو دی تھی۔ قبل از مسیح ۶۴۸ میں بابل میں بڑی بغاوت ہوئی تھی جسے اسریا نے مٹا دیا تھا قبل از مسیح ۶۲۶ میں بنوپلاسر وایسراہی مقرر ہوا تھا۔ قبل از مسیح ۶۰۶ میں اسریا کی حکومت میں بغاوت ہوئی اور شہر نینوہ بالکل مسمار (گرایا ہوا۔ برباد) کیا گیا قبل از مسیح ۶۰۵ میں نبوکدنصر نے بابل کی سلطنت میں اقتدار حاصل کیا اور اُس کے بیٹوں نے سلطنت کو مضبوط کیا۔ قبل از مسیح ۵۶۲ میں بدکار مردوک بندان تخت نشین ہوا قبل از مسیح ۵۶۰ میں رگلشریز بادشاہ ہوا قبل از مسیح ۵۵۶ میں اس کا بیٹا ہیلشیندر تخت نشین ہوا۔ قبل از مسیح ۵۳۸ میں فارس کے بادشاہ خورس نے سلطنت بابل پر قبضہ کر لیا

تھا۔(دی السٹریڈ بائبل ٹریژری صفحہ ۱۸۰،۱۸۱)۔یوں تختِ بابل پر خاندانوں کے حکمران قابض ہوئے جس کا شمار ۱۰۶ اور زمانہ قبل از مسیح ۲۳۹۶ سے ۵۳۹ تک کا قرار پا چکا ہے۔(بائبل ڈکشنری جیمس ہیسٹنگ)

اسریا یا حکمران نینوہ کی فہرست

اسریا کے لوگ بھی حضرت سم بن نوح کی نسل سے تھے جنہوں نے پیشتر اکاد اور بابل میں زبردست تہذیب و شائستگی قائم کی تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب قبل از مسیح ۱۷۸۶ سے پیشتر حکومت اکاد اور بابل میں ضعف (دوگنا۔دوچند) کے آثار نمایاں ہوتے نظر آئے ہونگے تو قبل از مسیح ۱۷۰۰ میں کالا شیر گھاٹ میں جھیل کیپکپو نے نئوائی حکومت کی بنیاد ڈالی جس کی ہستی قبل از مسیح ۶۰۶ تک قائم رہی تھی مغربی ایشیاء کے آثار قدیمہ میں حکومت مذکورہ کے مندرجہ ذیل حکمران دریافت ہو چکے ہیں۔

قبل از مسیح ۱۳۳۰ میں شلنفر اوّل نے کالا کو بنایا قبل از مسیح ۱۳۰۰ میں اس کے بیٹے تغلط نتیپ اوّل نے حکومت بابل پر قبضہ کر لیا اور ۷ سال تک حکمران رہا۔ قبل از مسیح ۱۰۰۰ میں اسریا کی حکومت تغلط پلاسر اوّل کے ماتحت بحیرہ روم تک وسیع ہوئی اور مصر کے حکمرانوں نے بھی اسے تحفے تحائف دیئے قبل از مسیح ۱۰۰۰ میں اسرار بی تخت پر نشین رہا قبل از مسیح ۸۸۲ میں اس نضریل ثانی نے اسریا کی حکومت کو از سرنو تازہ دم کیا۔ قبل از مسیح ۸۵۸ میں اس کا بیٹا شلنفر ثانی تخت پر بیٹھا اور اس نے دمشق کے بادشاہ ہدوعز کو اور اسرائیل کے بادشاہ احب کو شکست دی۔ قبل از مسیح ۸۵۰۔۸۴۵ تک ہن ہدہ کے خلاف جنگ کرتا رہا۔ قبل از مسیح ۸۴۱ ہزائیل شاہ دمشق اور یاہو بن امری کے خلاف جنگ کرتا رہا۔ قبل از مسیح ۸۲۵ میں ساردانا پولس شلنفر کے بیٹے کی بغاوت رونما ہوئی۔ قبل از مسیح ۸۲۳ میں شمس رمون ثانی نے بغاوت مذکورہ کا خاتمہ کیا قبل از مسیح ۸۱۰ میں اس کا بیٹا رمون زاری تخت پر بیٹھا اس نے ۸۰۴ میں دمشق کو فتح کیا۔ سامریہ سے خراج وصول کیا۔ قبل از مسیح ۷۴۸ میں پُل نے حکمران خانہ کا خاتمہ کر کے تغلط پلاسر سوم کے نام سے حکومت پر قبضہ کر لیا۔اور اس نے دمشق کے بادشاہ ریزین اور اسرائیل کے بادشاہ مناہم سے خراج وصول کیا اور یہ قبل از مسیح ۷۳۸ کی بات ہے۔ قبل از مسیح ۷۳۴ میں دمشق کا محاصرہ (چاروں طرف سے گھیر لینا) سر لیا گیا اور مشرقی یردن کے قبیلے جلاوطنی کے لئے گرفتار کئے گئے اور یہوداہ کے بادشاہ یہواخذ کو خراج گذار (ماتحت بادشاہ) بنایا گیا۔ قبل از مسیح ۷۲۷ الولایا شلنفر رابع تخت نشین ہوا قبل از مسیح ۷۲۲ میں شارگون تخت نشین ہوا اور اس نے اسی سال سلطنت اسرائیل پر حملہ کر کے اس کے دارالخلافہ پر قابض ہو گیا ۷۱۱ قبل از مسیح میں اُس کے سپاہ سالار نے اشدود کو فتح کر لیا ۷۰۵ قبل از مسیح سخریب سارگون کی جگہ تخت نشین ہو گیا ۷۰۱ قبل از مسیح اس نے سلطنت یہوداہ پر حملہ کیا اور ۶۸۱ قبل از مسیح میں وہ اپنے بیٹے کے ہاتھوں سے قتل ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا اسرحدون ہی تخت پر بیٹھا ۶۶۸ قبل از مسیح اُسکا بیٹا اسر بنی پل تخت نشین ہوا ۶۰۶ قبل از مسیح میں نینوہ برباد کیا گیا یہ کتاب ایضاً ۱۷۹۔

www.noor-ul-huda.net

مصری بادشاہوں کی فہرست

ملک مصر کے بادشاہوں کی فہرست اوراُن کی حکومت کا زمانہ نہایت طویل (لمبا) ہے۔ مصری تاریخ میں پہلے تین خاندان جو مصر میں حکمران رہے تھے وہ ان کے معبود یا دیوتا تھے نصف دیوتا تھے اور روحانی ہستیاں تھیں۔ لیکن اصل تاریخ متا بادشاہ سے جو قبل از مسیح ۳۸۰۰ سے ۴۴۰۰ تک مانا گیا ہے شروع ہوئی تھی جو سکندر اعظم ۳۳۲ قبل از مسیح پر ختم کی گئی ہے۔

مصر کی سلطنت کے تخت پر کل ۳۱ خاندان کے بادشاہ تخت نشین ہوئے ہیں جن کا کل شمار چوپان بادشاہوں کو چھوڑ کر ۱۳۸ تک بیان کیا گیا ہے اور چوپان بادشاہوں کے پانچ خاندان یعنی ۱۳ سے ۱۷ خاندان تک حکومت کرتے رہے ہیں۔ جنکے بادشاہوں کا پتہ نہیں ہے کہ کتنے تھے۔ ان چوپانوں بادشاہوں نے مصر میں ۵۰۰ برس تک حکومت کی تھی جو مصری حکمرانوں کے بارہویں خاندان سے لے کر اٹھارویں خاندان کے درمیانی زمانہ میں حکمران رہے تھے۔ انہیں حکمرانوں کے ایام میں حضرت ابراہیم مصر میں گئے اور بنی اسرائیل مصر میں رہے تھے اور انہیں حکمرانوں نے مصر سے خارج ہو کر ملکِ کنعان میں شہر یروشلیم کی تعمیر کی تھی۔ یہ تمام حکمران عرب کی قوم عمالیق سے تھے (دیکھو بائی پاتھس آف بائبل نالج جلد ۵، ۸)۔

شمال اور شمال مغربی کی ان تین زبردست حکومتوں کے سوا شمال عرب میں اور ریاستیں اور حکومتیں بھی کوڑیوں قائم ثابت ہوئیں۔ ان میں سے ملک کنعان میں بنی اسرائیل کی حکومت وریاست بھی تھی جس کا بیان مسیحیوں کی بائبل میں موجود ہے۔ مگر ہم طوالت کی وجہ سے اس کا ذکر تذکرہِ قلم انداز کرتے ہیں۔

ملک عرب کی قدیم حکومتیں

مغربی ایشیاء خصوصاً جنوبی عرب کے آثار قدیمہ اس بات کے شاہد (گواہ) ہیں کہ شمالی عرب اور شمال مغربی عرب کی حکومتوں کی ہمزاں حکومتیں زمانہ قدیم میں ملکِ عرب میں قائم ہوئی تھیں جس کے نظام کے ماتحت تمام ملک عرب زمانہ طویل تک امن وسلامتی سے زندگی کاٹتا رہا تھا اور عرب کی مقامی ریاستیں اور حکومتیں ان جمہوری حکومتوں کے تابع ہو کر نہ صرف اپنے ملک میں خوشحال اور فارغ البال (بے فکر) تھیں بلکہ عربی حکمرانوں کا اثر عرب کی شمالی اور شمال مغربی حکومتوں تک وسیع تھا۔ عرب کی یہ حکومتیں صابی، عمالیقی اور ماعونی مشہور ہیں ان حکومتوں کے حکمرانوں کے تعلقات اور بابل اور مصر کے چوپان بادشاہوں سے ضرور تھے۔ عرب کی ان تین حکومتوں کے حکمرانوں کے نام ونشان ہنوز (ابھی تک) پورے طور سے ہمیں معلوم نہیں ہو سکے ہیں ڈاکٹر گلیسر نے ۳۳ بادشاہوں کے نام یمن اور حضرت موت کی دریافتوں سے معلوم کئے ہیں جن کے کتبے عرب کی صابی اور ماعونی زمانوں میں سے ملے ہیں۔ عرب کی اندرونی حکومتوں اور ان کے حکمرانوں کی فہرستیں ہم نے سرسید مرحوم کے خطبات احمدیہ سے لی ہیں ان فہرستوں سے بات بخوبی ظاہر ہو جائے گی کہ اہل عرب زمانہ قدیم سے اپنی آزادی اور حریت (غلامی کے بعد آزادی) قائم رکھتے آئے تھے۔ زمانہ عیسوی کی پہلی چھ صدیوں میں ہی غیر ملکی حکومتوں نے انہیں غلام بنانے کی پہلے کی نسبت نہایت زیادہ کوشش کی تھی۔

www.noor-ul-huda.net

رسالہ ہذا میں جن مسیحی و مسلم کتب سے بیانات نقل کئے گئے ہیں اُن کی فہرست ذیل ہیں دی جاتی ہے تاکہ ناظرین کرام اہل عرب کے حالات سے زیادہ آگاہ ہونا چاہیں توان کتب کا خود مطالعہ فرمائیں مثلاً (۱) بائبل مقدس (۲) دی اینشینٹ جروٹریڈیشین السٹرٹیڈ بائی دی مانیو منٹس مصنفہ پروفیسر فرینمل (۳) دی اولڈ ٹیسمنٹ اندی لایٹ آف دی ہسٹاریکل ریکارڈس آف اسریا اینڈ بلونیا مصنفہ ڈاکٹر ٹی جی نیچر (۴) دی ہائر کریٹسزم اینڈ دی مانیو منٹس مصنفہ ڈاکٹر اے۔ ایچ۔ سیس (۵) ریکارڈس آف دی پاسٹ جلد اول وسوم وچہارم وپنجم۔ ایڈٹیڈ بائی اے۔ ایچ۔ سیس (۶) ایکس پوزیشن آف ایجنٹ اینڈ دی اولڈ ٹیسٹمنٹ مصنفہ جے۔ جی ڈنکن۔ بی ڈی۔ (۷) بائی دی پاتھس آف بائبل نالج جلد ۵، ۶، ۸ ان کتب کے سوا ہم نے ذیل کی اسلامی کتب سے بھی کام لیا ہے۔ (۸) خطبات احمدیہ مصنفہ سرسید مرحوم (۹) رسوم جاہلیت، (۱۰) تاریخ الحرمین الشریفین۔ (۱۱) تواریخ احمدی (۱۲) سیرت ابن ہشام وغیرہ۔

اگر کوئی ناظرین مسیحی کتب مافوق کا مطالعہ کرے گا تو اس پر نہ صرف ناقدین بائبل (بائبل پر تنقید کرنے والے) کی بے سروپا تھیوریوں کی بیہودگی بخوبی ظاہر وروشن ہو جائے گی بلکہ ان پر مغربی ایشیا کی اس قدیم تہذیب وشائستگی کی شان ظاہر ہو جائے گی جن کی بنیاد حضرت سم بن نوح کی نسل نے ڈالی تھی۔ جو تمام ایشیاء اور یورپ، اور مصر وافریقہ کی اقوام کی تہذیب وشائستگی کا اُستاد اوّل تھی جس کی یادگاروں سے یورپ کے عجائب خانے بھرے پڑے ہیں مغربی ایشیاء کی تہذیب وشائستگی کے بانی ہی عربوں کے باپ دادا اور بھائی تھے جن سے جدا ہو کر ملک عرب میں آباد ہوئے تھے اور اُنہوں نے عرب میں آباد ہو کر اُن عربی حکومتوں اور ریاستوں کی بنیاد ڈالی جن کا ذکر مسلم مورخین (تاریخ لکھنے والے) نے کیا ہے یہ حکومتیں اور ریاستیں ہزاروں برس تک اپنی ہستی قائم رکھ کر آخر کار سن عیسوی کی ابتدا سے ۵۹۰ء تک کے درمیان اپنا سب کچھ غیر ملکی حکومتوں کو دے کر اُن کی غلامی کا طوق اپنے گلوں میں ڈال چکی تھیں۔ وسطِ عرب میں صرف یہودی اور ان کی ریاست اپنے دوستوں کے ساتھ آزادہ رہ گئی تھی جو غیر ملکی حکومتوں کے غلامی کے خطرہ میں مبتلا تھی غرضیکہ حضرت محمد کی پیدائش کے زمانہ کے قریب ملک عرب کی ملکی حالت نہایت مخدوش (مشکوک) تھی جس کا پھر آزاد ہونا خدا کے معجزانہ کام پر ہی موقوف تھا۔

رسالہ ہذا عرب کے فرزندِ اعظم کے زمانہ پر ختم ہو گیا ہے جن کی زندگی اور کام اور فتوحات کا بیان کسی دوسرے وقت کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ مگر آپ کی زندگی کے کام جو اثر ہمارے زمانہ کی انسانی آبادی پر ہے اُس کا ذکر ہم نے رسالہ ہذا کی پہلی فصل میں ہی کر دیا ہے تاکہ ہمارے ناظرینِ اکرام رسول عربی کی زندگی پر سنجیدگی سے غور فرماسکیں اور اس بات کو صفائی سے دیکھ سکیں کہ رسول عربی ہرگز کوئی معمولی ہستی نہ تھے بلکہ اقوام دہر کی اصلاح ودرستی کے لئے اور ان کی تہذیب وشائستگی کی کایاپلٹ کرنے کے لئے خدا کے انتظام میں ایک منتخب شدہ وسیلہ تھے۔ جس کی عزت وحرمت کی محافظ آج کے دن کم از کم دنیا کی ۲۴ کروڑ آبادی موجود ہے جس کا مذہبی طور سے سب سے زیادہ اشتراک مسیحیت سے ہے۔ اگر ہم مسیحی دنیا کی مسلم آبادی کے اس لاثانی اشتراک کی قدر نہ کریں اور اس مذہبی واعتقادی اشتراک سے کوئی بہتر فائدہ اٹھانے کی تجویز نہ کریں تو ہم بلاشک مسیحیت کے مسلم دوستوں کو ہاتھ سے کھوئیں گے۔ جن کی خالی جگہ کو بھرنے کے لئے قیامت تک ہماری کوششیں کارگر نہ ہوں گی۔

آخر میں یہ بھی گذارش کر دینا چاہتے ہیں کہ طوالت کے خوف کی وجہ سے قدیم اہل عرب کی بابت ہم اپنی تمام معلومات رسالہ ہذا میں مرتب نہیں کر سکے جو کچھ رسالہ ہذا میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ قدیم عرب کی تاریخ کے چشموں کے متعلق ہی لیکن اس میں بھی شُبہ نہیں ہے کہ ہم نے جو کچھ رسالہ ہذا میں ہدیہ ناظرین کیا ہے وہ زمانہِ جاہلیت کے عربوں کی عظمت وشان دکھانے کو کافی ہے۔ اگر کسی کو زیادہ حالات کی تلاش ہو تو وہ۔۔۔۔۔۔ اپنی تلاشِ جستجو کے نتائج کا اضافہ کر سکتا ہے۔ فقط زیادہ حد ادب

احقر العباد۔ پادری غلام مسیح۔ ایڈیٹر نورِ افشاں۔ لاہور

www.noor-ul-huda.net

کوائف العرب کے مضامین کی فہرست

مقدمہ	
ملک عرب کا بیان	پہلی فصل
دفعہ۱: لفظ عرب کی وجہ تسمیہ	
دفعہ۲: عرب کا حدود اربعہ	
دفعہ۳: ملک عرب کا ہمارے زمانہ کی آبادی پر اثر	
بائبل مقدس اور اہلِ عرب	دوسری فصل
آثارِ قدیمہ میں اہلِ عرب کی عظمت	تیسری فصل
دفعہ۱: طوفان نوح سے قبل از مسیح ...۲۰۰برس کا زمانہ	
دفعہ۲: مصر میں سلطنت ہکساس کا قیام	
دفعہ۳: عرب کی صابی اورماعونی سلطنتیں	
تاریخِ اسلام میں عرب کے قدیم باشندے	چوتھی فصل
دفعہ۱: عرب البائدہ کا بیان	
دفعہ۲: عرب المستمرہ یا پردیسی عرب	
دفعہ۳: عرب العاربیہ یا ٹھیٹ عربوں کا بیان	
دفعہ۴: عمالیقی حکومت کا بیان	
آثار قدیمہ کی روشنی میں قدیم عربوں کا مذہب	پانچویں فصل
دفعہ۱: مصر کے آثارقدیمہ میں عربوں کی خدا پرستی کے شاہد	

دفعہ ۲: مسوپتامیہ میں عرب واحد خدا کے پرستار نہ رہے	
دفعہ ۳: قدیم عربوں کا مذہب آثار قدیمہ کی روشنی میں	
تاریخ اسلام کے قدیم عربوں کا بیان	**چھٹی فصل**
دفعہ ۱۔ مولانا عبدالسلام اورقدیم عریب	
دفعہ ۲۔ عیسائیوں کی بابت روایات اورانکی قدرومنزلت	
دفعہ ۳۔ حنفاء یا حنفیت کا بیان	
عرب کے حنفاء میں حنفی رسول کی آمد کی انتظاری	**ساتویں فصل**
تاریخِ اسلام کی روشنی میں قدیم عربوں کا مذہب	**آٹھویں فصل**
دفعہ ۱: قدیم عرب اورسرسید مرحوم۔	
دفعہ ۲: مولانا مولوی نجم الدین صاحب دہلوی اورعربوں کا مذہب	
قبل از حضرت محمد عرب میں غیر عربی مذاہب کی ہستی واشاعت	**نویں فصل**
دفعہ ۱: عرب میں ایرانی مذہب	
دفعہ ۲: عرب میں یہودی قوم کی آمد اوریہودیت کی اشاعت	
دفعہ ۳: عرب میں عیسائی مذہب کی نشوونما کا بیان۔	
حضرت محمد کی زندگی کے ابتدائی زمانے کا عرب	**دسویں فصل**

پہلی فصل

ملکِ عرب کا بیان

ہندوستان جنتِ نشان کے باشندے خصوصاً ہندو اور مسیحی صاحبان جو ہند کی قدرتی نعمتوں کے وارث ہیں۔ جو اس کے پہاڑوں اور اُس کی وادیوں، اس کے میدانوں کی زرخیزی اور اس کے دریاؤں اور چشموں کی زرریزی (زرخیزی) کے خوگر ہیں۔ جو ہند کی قدیم، شاندار تہذیب و شائستگی کے دور اس کی صنعت و حرفت اور اس کے فنونِ لطیفہ سے واقف و آگاہ ہیں۔ جب کبھی عرب اور اہل عرب کا ذکر سنتے تو عموماً ناک بھوچڑھا کر کہہ دیا کرتے ہیں کہ ارے ملکِ عرب بھی کسی مہذب انسان کے غور و فکر کے قابل ملک ہے؟ جس میں نہ کوئی شاندار پہاڑوں کا سلسلہ ہے جس میں نہ کوئی دریا ہے اور نہ کوئی جھیل یا چشمہ یا کوئی آبشار ہے۔ جہاں نہ کوئی ایسا میدان ہے جہاں کھیتی باڑی ہو نہ کوئی تجارت کی منڈی ہے نہ پھول اور پھلوں کے باغات ہیں۔ نہ وہاں صنعت و حرفت نے اور فنونِ لطیفہ نے جنم لیا ہے۔ نہ وہاں کی تہذیب و شائستگی ہی مشہور ہے۔ وہ ایک بنجر زمین ہے۔ جسے ریت کے ٹیلے قدرت نے میراث میں دیئے ہیں۔ وہ جنگلی اور وحشی جانوروں کی بھی سکونت گاہ کبھی نہیں بنا وہاں خدا نے کبھی کوئی خوبصورت پرندہ بھی ایسا پیدا نہیں کیا جو مہذب انسانوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچے۔ ایسے عجیب و غریب ملک کی طرف اور اُس کے باشندوں کی طرف کون دھیان دے سکتا ہے۔ ہند جیسے ملک کے آگے اس کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے؟

اس میں شبہ نہیں کہ ہر ملک کو خدا نے یکساں قدرتی دولت تقسیم نہیں کی ہندوستان کو جن نعمتوں سے غنی (دولت مند) کیا ہے وہ دنیا کے ہر ملک کے حصے میں نہیں آئی ہیں۔ تو بھی ہر ایک ملک اپنی اپنی کسی نہ کسی بات میں خصوصیت رکھتا ہے اور اُس کی وہی خصوصیت اس کی شانِ خصوصی ہے۔ ملک عرب کی بابت جو خیالات ظاہر کئے جاتے ہیں وہی اس کی شانِ خصوصی کے مظہر (ظاہر کرنے والے) ہیں۔ علم دوست انسان کے لئے اس میں بھی بہت کچھ سیکھنے کو موجود ہے۔ کامل اور جاہل انسانوں کیلئے ہندوستان کی شان بھی صفر کے برابر ہے۔ اس لئے ہم اپنے ناظرین کرام کے روبرو ملکِ عرب کو پیش کرتے ہیں تاکہ وہ اس بابرکت ملک پر اور اس کے باشندوں پر غور و خوض کریں اور دیکھیں کہ یہ ملک کس بات میں دیگر ممالک کے مقابل اپنی شان خصوصی رکھتا ہے؟

ہم یہ بات بھی ذکر کے قابل خیال کرتے ہیں کہ فصل ہذا میں ہم ملک عرب کے مفصل حالات پیش نہیں کر سکتے نہ ہمارا ایسا ارادہ ہے۔ مگر ہم ملک عرب کی طرف ناظرین کرام کی اس فصل کے بیان پر توجہ ہی دلانا چاہتے ہیں کہ وہ ملک عرب کے باشندوں کو اپنے دل میں جگہ دے کر اس پر ضرور غور و فکر کریں۔ اس کی طرف سے دلوں سے نفرت کو نکال ڈالیں۔ کیونکہ اس ملک میں بھی قدرت نے ہمارے لئے بصیرتیں اور ہمارے لئے عجائب وغرائب رکھے ہیں جو عام طور سے ہند کی شان و بڑائی کی روشنی کے مقابل نہایت خفیف (معمولی) اور ہلکی چیزیں معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ہم ان چھوٹی

www.noor-ul-huda.net

چیزوں پر غور وفکر کر کے دیکھیں گے تو وہ ضرور عظیم الشان حقائق دکھائی دینگی۔ مندرجہ ذیل بیان میں ملک عرب کی بابت چند سطحی باتیں درج وبیان کی جاتی ہیں۔

دفعہ ا۔ لفظ عرب کی وجہ تسمیہ

بعض لوگ عرب کے نام کو لفظ عربہ کی طرف جس کے معنی ہموار بیان کے ہیں اور جو صوبہ تھامہ کا ایک ضلع ہے منسوب کرتے ہیں۔اور بعض لوگ لفظ عیبر کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جس کے معنی خانہ بدوش کے ہیں کیونکہ زمانہ سابق میں عرب خانہ بدوش تھے۔اس صورت میں اس اشتقاق لفظ عبرانی جس کی یہی وجہ تسمیہ ہے ثابت ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک یہ لفظ عبری مصدر عرب سے نکلاہے۔ جس کے معنی نیچے جانے کے ہیں۔اوراس سے وہ ملک مراد ہے جس میں سیمٹیک یعنی اولادِ سام بن نوح جو دریائے فرات کے کنارے پر رہتی تھی۔ آفتاب غروب ہوتاہوا معلوم ہوتا تھا۔ بوکارٹ صاحب کے نزدیک لفظ عرب ایک فنیشن لفظ ہے جس کے معنی اناج کی بالوں کے ہیں سے مشتق ہواہے۔ لفظ عربہ ایک عبری لفظ بھ ہے جس کے معنی بنجر زمین کے ہیں۔اور توریت میں شام اور عرب کی حد فاصل کے طورپر بارہا بولا گیاہے۔ خطبات احمدیہ صفحہ ۷ احاشیہ۔

لفظ عرب کی وجہ تسمیہ میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جو کسی کے دل کو اپنی طرف مائل کرے۔ بظاہر اس سے یہی معلوم ہوتی ہے کہ ملک عرب ایک ایسا ملک ہے۔ جس میں دریاؤں، جھیلوں اور چشموں کی سخت قلت ہے وہ بالکل ایک خشک ملک ہے۔ جس کے پہاڑوں اور وادیاں نباتات کی نعمت سے محروم ہیں۔اس میں پانی کی جو قدر وقیمت ہے وہ صحرائی اعظم افریقہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں نہیں ہے تو بھی اس کی بابت یہ بات نہیں کہہ جاسکتی کہ اس میں بنی نوع انسان اور حیوانات اور پرندوں وغیرہ کی حیات کیلئے پانی بالکل ناپید ہے۔ قدرت نے اس خشک سرزمین کو بھی پانی کے چشمے عطا فرمائے ہیں۔ جن کے ایک ایک قطرہ کی قیمت زندگی کی ہمعنا ہے۔

دفعہ ۲۔ عرب کا حدود اربعہ

ملکِ عرب براعظم ایشیا کا مغربی حصہ ہے۔ قدرتی طور سے اُس کے حدود نہایت وسیع ہیں۔ پر ملکی طور سے ملک عرب کا حدود اربعہ حسب ذیل ہے۔

اُس کے مشرق میں بحیرہ عرب اور خلیج فارس اور دریائے فرات واقع ہیں۔اس کے شمال میں شام اور شمال مغرب میں ملک کنعان اور مدیان اور کوہ شعیر کا سلسلہ واقع ہے اور مغرب میں خلیج عکابہ اور بحر قلزم ہے۔اس کے جنوب میں بحر ہند ہے جو سرزمین ان حدود کے اندر واقع ہے اُسی کو ملک عرب کہا جاتاہے۔ سر سید لکھتے ہیں کہ :

www.noor-ul-huda.net

عربی جغرافیہ دانوں نے جزیرہ عرب کو پانچ حصوں میں تقسیم کیاہے۔ تھامہ ، حجاز، نجد ، عروضی ، یمن۔ غیر ملکوں کے مورخ اور جغرافیہ دان جو یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اس ملک کو حجاز اس سبب سے کہتے ہیں کہ حاجی اور زائروں کا عام مرجع (رُجوع کرنے کی جگہ) ہے وہ بڑی غلطی پر ہیں۔ کیونکہ لفظی معنی حجاز کے اُس چیز کے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان واقع ہو۔ تمام ملک کا یہ نام اس پہاڑ کی وجہ سے پڑ گیاہے جو شام اور یمن کے درمیان بطور محاب کے واقع ہے "خطبات احمد یہ صفحہ ۲۲۔۲۳۔

مگر سر سید احمد کااپنا خیال ہے کہ عرب ٹھیک طور سے دو حصوں میں منقسم ہو سکتاہے۔ایک عرب الحجر یعنی کوہستانی عرب جو خاکنائے سوئز سے لے کر بحرِ احمر اور بحر عرب تک پھیل رہاہے۔ دوسرا عرب الوادی یعنی عرب کا مشرقی حصہ ۔ مگر بطلیموس پُرانے جغرافیہ دان نے عرب کو تین حصوں میں تقسیم کیاہے۔ عرب الحجر یعنی پتھریلا عرب۔اور عرب العمور یعنی عرب آباد۔ عرب الوادی یعنی ریگستانی عرب"۔

آج کل نقشوں میں عرب الحجر میں صرف وہ حصہ ملک شامل رکھا گیاہے جو خلیج عقبہ کے درمیان واقع ہے مگر اس تقسیم کے لئے کوئی معتبر سند نہیں۔ بطلیموس کے جغرافیہ کے مطابق عرب الحجر کو خلیج سویس سے لے کر یمن یا عرب المعمور کی حد تک شمار کرنا چاہیے۔ وہ لوگ جن کے نزدیک بطلیموس نے عرب العمور نقطہ یمن کا ترجمہ کیاہے بلاشک غلطی پر ہیں۔ کیونکہ اس پُرانے جغرافیہ دان کے زمانہ میں عرب الحجر کا جنوبی حصہ گنجان آباد تھا اور تجارت کے لئے مشہور تھا۔ جس کی وجہ سے اُس نے تمام جزیرہ کے اس حصہ کا عرب المعمور نام رکھ دیا۔ کتاب ایضاً

ملک عرب کی وسعت ۱۰۰۰۰۰۰ لاکھ مربع میل کی ہے۔ جس کی آبادی یورپ کے عالمگیر جنگ سے پیشتر ۵۰۰۰۰۰۰ تھی جو نہایت قلیل معلوم ہوتی ہے۔

ملک عرب کے دو شہر نہایت قدیم سے مشہور ہیں۔ایک کو مکہ اور دوسرے کو مدینہ کہتے ہیں۔ مسلم تاریخ اسلام سے ظاہر ہے کہ یہ ہر دو شہر عمالیق کے زمانہ کے ہیں غالباًاس قوم کی یاد گار ہیں۔ لیکن مسلم روایات سے یہ بات بھی پائی جاتی ہے کہ شہر مکہ اور کعبہ کو حضرت ابراہیم واسماعیل نے بنایا تھا۔اس اختلاف کی وجہ تاریخ اسلام میں بیان نہیں ہے۔

دفعہ ۳۔ ملکِ عرب کا ہمارے زمانہ کی انسانی آباد پر اثر

ہندوستان جیسے آباد ملک کی نظر میں عرب اور اس کے باشندے بلاشک حقیر خیال کئے جاسکتے ہیں۔ پر اگر عرب اور اس کی آبادی کا خارجی ممالک پر اثر دیکھا جائے تو اُس کے مقابل ہندو چین کے پتے کانپ جاتے ہیں۔ ذیل میں ہم دنیا کے ممالک میں مسلمانوں کا شمار جو مسلمان اخبارات نے شائع کیاہے دیکر دکھاتے ہیں کہ ملک عرب اور اس کے باشندوں نے کس قدر دنیا کے ممالک اور اُن کی آبادی کو زیر اثر کر رکھاہے۔ مسلمانوں نے کل دنیا میں اپنی آبادی حسب ذیل بیان فرمائی ہے جو مدراس کے ایک انگریزی اخبار "مسلم ہیرلڈ "نے شائع فرمائی ہے۔

www.noor-ul-huda.net

ہسپانیہ ۷۰۰	جزائر روس ۱۳۵۸۹
انگلستان ۲۳۰۰۰	میزان ۱۳۹۰۱۵۶۶
آسٹریا ۲۵۰	دنیا کے دوسرے حصص کی مسلم آبادی حسب ذیل ہے۔
فرانس ۲۵۱۰	اناطولیہ موصل اور ترک کے مشرقی حصص ۱۰۵۵۳۴۲۲۴
ہنگری ۴۴۷	جزیرہ قبرص ۵۹۳۲۱
پرتگال ۱۲۱	عراق ۱۸۵۴۳۳
جبرالٹر ۱۳۰۰	شام و فلسطین ۱۸۱۰۵۲۱
روس ۹۳۹۸۷۴	جزائر عرب اور عرب ۷۳۸۹۰۷۹
رومانیہ ۵۹۴۸۵	ایران ۹۸۸۱۲۰۰
یورپی ٹرکی ۱۶۸۲۰۰۰	بخارا چنوا اور ترکستان وغیرہ ۱۲۴۶۵۲۶۰
البانیہ ۶۶۱۲۴۸	افغانستان ۷۸۰۰۰۰۰
بوسنیا وہرزی گوینا ۵۷۱۴۸۲	بلوچستان ۸۱۱۰۰۰
سرویا (مانٹی نگرو) ۵۰۶۴۳۸	ہندوستان ۷۳۲۸۶۵۵۴
بلغاریہ و مشرقی رومیلیا ۶۹۷۳۸۶	امریکہ ۸۳۳۳۹
یونان۔ مناستر جنوبی	دنیا کے کل مسلمانوں کا شمار ۳۴۰۰۰۰۰۰
مقدونیہ و جزائر ۴۱۰۲۴۰	دیگر مذاہب کے پیروں کی تعداد حسب ذیل ہے
چین خاص ۴۲۹۹۰۰	عیسائی ۴۹۸۰۰۰۰۰۸
ہندوستانی چین ۴۴۲۵۳۳۰	بدھ مذہب ۴۵۴۰۰۰۰۰۰
منگولیا ۲۷۱۰۰۰	ہندو ۲۰۷۰۰۰۰۰۰
ینان وناؤ چین ۴۷۸۰۰۰	یہودی ۱۵۰۰۰۰۰
سیمان دان چین ۴۱۳۰۰۰	دہریہ ۶۵۰۰۰۰۰۰
کنتنج چین ۴۲۲۰۰۰۰	تمام دنیا کی آبادی ۱۷۱۹۰۰۰۰۰۰
سیام ۱۰۹۸۷۲۲	جزائر روس ۱۳۵۸۹
جزائر سماترا و جاوا ۳۲۰۲۷۷۵۳	
آسٹریلیا ۲۸۱۸۹	
افریقہ ۱۱۱۸۶۰۴۳۹۰	

www.noor-ul-huda.net

اور دنیائےِ اسلام کی آبادی اس کے ۱/۵ ہے۔ پیغام صلح لاہور مطبوعہ ۷ جون ۱۹۲۵ء۔

ملکِ عرب اور اس کے باشندوں کے مذہب کے اثر کو خارجی دنیا پر دیکھ کر کون شخص ہے جو ملک عرب کی عزت کے خیال سے متاثر نہیں ہو سکتا۔ گو یہ ملک دنیا کے دیگر بڑے ممالک جیسی قدرتی خوبصورتی اور دولت نہ رکھتا ہو تو بھی یہ ایک حیرت انگیز حقیقت ہے کہ ملک عرب کی عزت وحرمت کا خیال کم از کم آج کی دنیا کے ۲۳ کروڑ بنی آدم پر ضرور ہے۔ دنیا میں آج کے دن جو ملک عرب کی عزت ہے وہ ہندوستان جنت نشان کو بھی نصیب نہیں ہے۔ پس یہ وہ بدیہی حقیقت ہے جس نے ہمیں ملک عرب کے قدیم حالات دریافت کرنے اور لکھنے پر آمادہ کیا ہے کہ دریافت کریں کہ قدرت نے اس ملک کو کس وجہ سے یہ عزت وعظمت عطا فرمائی ہے؟ اس میں خدا نے وہ کیا خصوصیت رکھی تھی کہ اسے دنیا میں وہ عزت حاصل ہوئی جو اوپر کے اعداد وشمار سے ظاہر ہے؟

ملک عرب کی بابت خواہ غیر عربی ممالک کے باشندوں کا کیسا ہی ادنیٰ خیال ہو پر اُس کی خصوصیات میں بعض باتیں آج تک ایسی ہیں جو کسی دوسرے ملک اور باشندے کو حاصل نہیں ہیں ملک عرب خارجی ممالک کا کبھی مہمان نواز نہیں بنا۔ نہ اس کے باشندوں نے کبھی دوسروں کی غلام میں رہنا پسند کیا۔ ملک عرب کی آب وہوا غیر ممالک کے باشندوں کے موافق نہیں ہوئی۔ وہاں کسی غیر ملک کے بادشاہ نے اپنے لئے نہ اپنے لشکر کی حفاظت وپرورش کے لئے کچھ پایا۔ نہ خراج ومحصول کے حصول کی اُنہیں اہل عرب سے کبھی امید نہ ہوئی نہ اُنہوں نے کبھی عرب پر حکمرانی کرنا یا اُسے فتح کرنا آسان سمجھا نہ ابتدا سے آج تک غیر عربوں کی ملکِ عرب میں زندگی دراز ہوئی۔ تمام دنیا کے ممالک میں صرف ملک عرب ہی ایک ایسا ملک ہے جو ابتدا سے آج تک غیر ممالک کے مقابل اپنی آزادی اور حریت کا علم (جھنڈا) بلند رکھتا آیا ہے۔ جس کے باشندے آزاد چلے آئے ہیں" جنہوں نے نہ کچھ اپنے ملک میں بنایا جسے دشمن آکر برباد کردیں نہ اپنے دشمن کی لوٹ کے لئے اپنے گھروں میں کچھ جمع کیا۔ جس پر دشمن کو لالچ آسکے۔ انہوں نے جو کچھ بنایا اور کمایا عرب سے باہر نکل کر بنایا۔ پر اپنے وطن کو انہوں نے کبھی زیب وزینت نہ دی جس پر غیر عرب رشک کریں۔

www.noor-ul-huda.net

دوسری فصل

بائبل مقدس اور اہلِ عرب

اہلِ عرب کی بابت جو کچھ دنیا کو معلوم ہوا ہے وہ اسلامی زمانہ کا اور مسلمانوں کی معرفت معلوم ہوا ہے وہ بھی اس قدر ناتمام ہے کہ قدیم اہلِ عرب کے صحیح حالات مسلم تحریرات سے معلوم کرنا قریباً دشوار ہے۔اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ تاریخ اسلام قدیم اہلِ عرب کی بابت بالکل خاموش چلی آئی ہو۔بلکہ مطلب یہ ہے کہ تاریخ اسلام ایسی روایات پر مبنی ہے کہ جو زیادہ تر درجہ اعتبار سے گری ہوئی ہیں وہ روایات زیادہ تر راویوں کے اعتبار پر مبنی ہیں۔جنکی تائید و تصدیق ان اقوام کی تاریخ سے نہیں ہوتی جو عرب کے قرب وجوار (ارد گرد) میں آباد تھیں۔اس وجہ سے اہلِ عرب کے قدیم حالات معلوم کرنے کے لئے ملک عرب کے پڑوس کی اقوام کی طرف رجوع کرنا لازم آیا ہے پڑوس کی اقوام میں سب سے پہلی قوم یہودی قوم ہے۔جس کی تاریخ معتبر ہونے کے سوانہایت قدیم ہے۔اس تاریخ کا نام بائبل ہے۔ذیل کا بیان ہم بائبل سے پیش کرتے ہیں اس سے اجمالاً اہلِ عرب کے حالات پر روشنی پڑیگی۔

ا۔ بائبل مقدس کے موافق بعد طوفانِ نوح حضرت سام بن نوح کی اولاد نے فارس، مسوپتامیہ، شام، ملک عرب کو آباد کیا۔خاص کر حضرت یقطان کی نسل عرب میں ہی آباد ہوئی۔عوضی، مس، ارفکسد، الموداد، دقلہ، حوملہ، سبا اور ال، عوبال اوخیر، سلف۔حصا، مادت، یوباب، ابی مائل، شیبا، نے عرب میں سکونت اختیار کی۔دیکھو پیدائش کی کتاب کا دسواں باب۔

اب اگر عرب کا نقشہ دیکھا جائے تو اسماء مافوق میں سے لے کر کثیر نام ملک عرب کے نقشہ پر لکھے ملینگے۔اس سے ہم یہ نتیجہ بآسانی سے اخذ کرسکتے ہیں کہ حضرت سام بن نوح کی نسل سے پہلے پہل ملک عرب آباد ہوا تھا۔یہاں اہلِ عرب کی فضیلت و خصوصیت یہ بیان کی جاسکتی ہے۔کہ یہ ملک واحد خدا کے پرستاروں کی ملکیت بنایا گیا تھا۔خدا سم کے ڈیروں میں رہنے والا بیان ہوا ہے۔

پیدائش کی کتاب کے دسویں باب سے یہ پتہ بھی ملتا ہے کہ حضرت یافت کی اولاد نے یورپ میں سکونت اختیار کی۔اور حام کی نسل کے کچھ حصہ نے ایران میں مسوپتامیہ، اسوریہ، کنعان، ملک مصر میں رہائش اختیار کی گویا حام اور سام کی نسل ہی ایک دوسرے کے قریب رہ گئی۔یافت کی تمام نسل اور تمام جھگڑوں سے الگ ہوگئی۔جو بعد کے زمانہ میں مسوپتامیہ اور مصر اور عرب و کنعان میں پیدا ہونے کو تھے۔

بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حکومت و سلطنت کی بنیاد حام بن نوح کے خاندان میں شروع ہوئی۔نمرود نے اُس کی بنیاد ڈالی۔اس کے بعد مغربی ایشیاء کے ممالک میں زبردست قومیں اور حکومتیں قائم ہوئیں۔جن کا بیان اس اختصاء میں آنا محال ہے۔عرب میں بھی زبردست

قومیں اور حکومتیں پیدا ہوئیں جن کا اجمالاً ذکر بائبل میں آیا ہے۔ اس اجمال کا بیان بطور مثال ذیل میں بائبل سے کیا جاتا ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ ملکِ عرب قدیم سے تہذیب و شائستگی میں دیگر اقوام سے ہرگز پیچھے نہ تھا۔

۲۔ عرب کی قدیم اقوام میں ماعونی اور عمالیق قومیں شامل ہیں۔ قوم عمالیق ملکِ کنعان کے جنوب میں اس سرزمین میں آباد دکھائی گئی ہے جو نہر سوئیز اور مدیان اور خلیج عکابہ اور کوہ سینا کے درمیان ہے۔

جب بنی اسرائیل ملکِ مصر سے نکل کر کوہِ سینا کے پہاڑوں میں پہنچے تو اُن سے اسی قوم عمالیق نے سب سے پہلے جنگ کی تھی۔ موسیٰ کی دعاؤں سے صرف اسی جنگ میں بنی اسرائیل نے کامیابی حاصل کی تھی۔ جس سے اس جنگ کی اہمیت کا آسانی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ (خروج ۱۷: ۱۸: ۱۶)

قومِ عمالیق نہ صرف کوہستان سینا میں ہی آباد تھی بلکہ گنتی ۱۳: ۲۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم عمالیق ملکِ کنعان کے دکھن میں کنعان کی دیگر اقوام کے ساتھ آباد تھی۔

اور جب بنی اسرائیل نے ملکِ کنعان کی جاسوسی قادس برنیع سے کی اور جاسوسوں نے کنعان کی بابت دل شکن باتیں اسرائیل کو سنائیں تو بنی اسرائیل کے نافرمانوں نے چاہا کہ وہ کنعان کے جنوب سے ہی کنعان میں جاگھسیں۔ تب موسیٰ نے اُنہیں یہ کہکر منع کیا کہ دیکھو یہاں عمالیق اور کنعانی تمہارے سامنے ہیں تم مارے جاؤ گے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ گنتی ۱۵: ۴۰ تا ۴۵۔

گنتی کی کتاب ۲۴: ۲۰ سے عمالیق کی بابت نہایت بڑی بات معلوم ہوتی ہے جسے ہم بلعام کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ موسیٰ کہتا ہے پھر اس نے عمالیق کو دیکھا اور اپنی مثل لے چلا۔ اور بولا عمالیق قوموں کے درمیان پہلا تھا۔ پر اس کا انجام نیستی نابودی ہوگا۔

اس کے سوا حضرت موسیٰ نے عمالیق کی بابت خاص طور پر سے بنی اسرائیل کو وصیت کی کہ جب تو ملکِ کنعان کا وارث ہو جائے تو عمالیق کا ذکر آسمان کے نیچے سے مٹادینا دیکھو استثنا ۲۵: ۱۰ تا ۱۹ تک۔

قاضیوں کے زمانہ میں عمالیق مدیانیوں کے ساتھ ہو کر بنی اسرائیل کو ملکِ کنعان میں ستاتے رہے۔ اُن کی جدعون اسرائیلی نے قوت وطاقت کو توڑا۔ ۶: ۳۳، ۷: ۱۲، ۱۳۔

اس کے سوا قضاۃ ۱۰: ۱۰ تا ۱۲ تک بنی اسرائیل کے دشمنوں کی فہرست میں میدانی اور عمالیق اور ماموئی صفائی سے مذکور ہوئے ہیں۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ تینوں قومیں ہمعصر ہمزبان تھیں۔ جو صاحبِ اقتدار تھیں۔ اور عمالیق کا کنعان میں اس قدر اقتدار تھا کہ افرائیم کے علاقہ میں پہاڑ عمالیق کے نام سے نامزد تھے۔ قاضی ۱۲: ۱۵۔ اس کے سوا بنی اسرائیل کے پہلے بادشاہ ساؤل کی زندگی قوم عمالیق کو ہی فنا کرنے میں ختم ہوئی۔ ا سیموئیل ۱۴: ۴۸، ۱۵: ۱۔۳۔ آخرکار حضرت داؤد نے عمالیق اور اسکے حلیفوں کی قوت اور طاقت کو ایسا توڑا کہ پھر اُن کی نمائش ملک کنعان میں نہیں پائی۔ ا سیموئیل ۲۷: ۸ سے ۱۲، ۳۰: ۱، ۱۳، ۱۸۔

www.noor-ul-huda.net

عمالیق کی سکونت گاہ کی بابت اسیموئیل ۲۷: ۸ میں آیا ہے کہ "اور داؤد اس کے لوگ چڑھے اور جسوریوں اور جزریوں اور عمالیقیوں پر حملہ کیا کہ وہ صور کی راہ سے لیکے مصر کے سوانے تک اسی سرزمین میں قدیم سے بستے تھے۔ پھر یہ کہ سو قینی عمالیقیوں میں سے نکلے اور ساؤل نے عمالیقیوں کو حویلہ سے لیکے صور تک جو مصر کے سامنے ہے مارا۔ اسیموئیل ۱۵: ۷۔

بائبل کا عمالیق کی بابت بیان مافوق اس بات کا ضرور شاہد ہے کہ جب بنی اسرائیل ملک مصر سے نکلے اس وقت وزمانہ میں قوم عمالیق ملک کے ہی حصہ پر قابض تھی جس کے شمال میں ملکِ کنعان اور مغرب میں نہر سویز اور جنوب میں بحیرہ قلزم اور مشرق میں خلیج عکابہ اور کوہ حور کا سلسلہ اور ملک ادوم ہے۔ مگر اس کے ہر گز یہ معنی نہیں لئے جاسکتے کہ عمالیق کا قبضہ اور اُن کی حکومت اس ملک سے باہر خصوصاً ملک عرب میں مطلق نہ تھی۔ یہ قوم صرف ملک مذکور ہی میں محدود و مقید (قید) تھی۔ ہمیں بائبل سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ قوم قاضیوں اور ساؤل و داؤد بادشاہوں کے زمانہ میں دریا یردن کے مشرق ملک پر حملہ آور ہوئی اور خصوصاً ساؤل سے خطرناک جنگ کئے۔

بیان مافوق سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے۔ کہ عمالیق کی حلیف اقوام بھی زبردست اور عرب کی ہی رہنے والی تھیں۔ مثلاً عمالیق کی حلیف اقوام میں عرب کی ماعونی، مدیانی، صیدانی، قینی، جسوری، جزری، کنعانی اقوام مذکور ہوئی ہیں اور عمالیق قوم کو اقوام میں پہلا درجہ دیا گیا ہے۔ پس بائبل کے بیان سے قوم عمالیق کا زور صرف اس بات سے ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ قوم حکومتِ مصر اور کنعان کی سرحد اور اُس کے آس پاس ہو کر گویا ملکِ عرب کی محافظت کا کام کر رہی تھی۔ جس کی بابت یہ بات بیان نہیں کی گئی۔ کہ عرب میں قوم عمالیق کا اختیار واقتدار کہاں تک تھا؟

بائبل کے بیان سے بخوبی روشن ہے کہ ماعونی اور عمالیق ہمعصر اقوام تھیں جو ملک مصر اور کنعان کی سرحد پر زبردست اختیار واقتدار رکھتی ہیں۔

۳۔ عرب میں حضرت ابراہیم عبرانی کی نسل کا آباد ہونا حضرت ابراہیم کا زمانہ ملک عرب کے اقبال اور سرفرازی کا زمانہ تھا۔ اس زمانہ تک عرب میں حکومت وریاست قائم ہو چکی تھی۔ جو نہ صرف عرب کی حفاظت کر سکتی بلکہ ملکِ مصر میں حکومت کو زیر کر کے اس پر پانچ سو برس تک حکومت کر سکتی تھی پس ایسے زمانہ میں ملک عرب کی بابت ہر گز یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ ملکِ عرب گویا غیر آباد تھا۔ جس میں آباد ہو کر حضرت اسماعیل اور عیسو اور لوط کی اولاد گویا ایک دم ملکِ عرب کی مالک مختار بن گئی تھی۔ ایسا خیال کرنا واقعات وحقیقت کے سراسر خلاف ہے۔

حضرت ابراہیم کے ساتھ واحد خدا کی پرستش کا اعتقاد عالمگیر عقیدہ بننے کیلئے شروع ہوا۔ ابراہیم کی نسل میں جو حضرت اسحاق سے پیدا ہونے کو تھی اس اعتقاد نے جڑ پکڑی۔ حضرت اسماعیل اور اُس کی والدہ کو کسی نہ کسی وجہ سے حضرت ابراہیم سے جدا ہو کر بیر سبع میں سکونت اختیار کرنا پڑی اور حضرت ہاجرہ نے حضرت اسماعیل کے لئے ایک مصری عورت لی۔ جس سے آپ کی شادی کرائی گئی اور وہ بیابان فاران یعنی عمالیق کے ملک میں رہی۔ پیدائش ۲۱: ۱۲۔

www.noor-ul-huda.net

ہر سہ ممالک میں خوشگوار، تعلقات قائم تھے اور حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کا عمالیق کے ملک میں رہنا اور حضرت اسماعیل کا مصری عورت سے شادی کرنا اس کے خاندان سے خدائے واحد کے اعتقاد کو ضرور دور کرنے کا سبب ہوا ہوگا۔ کیونکہ عمالیق خاص کر مصری بُت پرست تھے۔ غرضیکہ فاران کے بیابان میں حضرت اسماعیل کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ اور بڑھے۔ بعد کو انہوں نے شمالی عرب میں جگہ حاصل کی۔ حضرت اسماعیل کے بیٹوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

نبیط، قدار، اوئبل، مبسام، مسماع، دومہ، مشا، حدر، تیمہ، اطور، نفیس، قدمہ۔ پیدائش ۲۵: ۱۳تا۱۵ تک اس کے ساتھ ہی حضرت ابراہیم کے وہ بیٹے بھی عرب میں آباد ہوئے۔ جو حضرت قطورہ سے تھے۔ اُن کے نام حسب ذیل ہیں مثلاً زمران، یقسان، مدان، مدیان، اسباق، سوخ، اوریقسان سے بہا اور ودان پیدا ہوئے۔ اور ودان کے فرزند اسوری، لطوسی، اور لومی تھے۔ اور مدیان کے فرزند عیفہ اور عفر اور حنوک اور ابیداع اور الدعا تھے۔ پیدائش ۲۵: ۱تا۴۔

حضرت اسماعیل کی نسل اور بنی قطورہ کا عرب میں جگہ حاص کر لینا ہر گز کوئی آسان کام نہ تھا۔ ان دنوں میں عمالیقی حکومت کا تمام عرب پر قبضہ تھا۔ جو مذہبی طور سے بُت پرست حکومت تھی۔ پر چونکہ حضرت اسماعیل اور اس کے بیٹے فن جنگ میں ماہر تھے۔ اور بنی قطورہ بھی اس فن میں کچھ کم قدر نہ تھے۔ عرب کے حکمرانوں نے انہیں اس وجہ سے اپنے ملک میں خوشی سے جگہ دی ہوگی کہ وہ اُن کے معاون و مددگار بن جائیں۔ بعد کو ہمیں حضرت ابراہیم کی عربی نسل کی فتوحات کا بہت کم ذکر ملتا ہے۔ البتہ حضرت یوسف کی زندگی کے واقعات کی بسم اللہ، مدیانیوں اور اسماعیلیوں کے ذکر سے ہوتی ہے۔ ہمیں بتلایا جاتا ہے کہ لایانی اور اسمعیلی سوداگر حضرت یوسف کو خرید کر مصر میں لے گئے تھے۔ اور انہوں نے اسے فوطیفار مصری حاکم کے پاس بیچا تھا۔ پیدائش ۳۷: ۲۳تا۳۶۔

اس بیان سے کئی باتیں ظاہر ہیں۔ ان میں سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جس وقت حضرت یوسف مصر میں بیچا گیا اس وقت حضرت اسماعیل کی عربی اولاد مدیانیوں سے اچھا خاصہ ربط ضبط رکھتی تھی۔ دوم یہ کہ مدیانی اور اسمعیلی اس زمانہ میں تجارت پیشہ تھے۔ سوم یہ کہ اس زمانہ میں ملکِ کنعان اور عرب میں ایسے تعلقات قائم تھے کہ ایک ملک کا سوداگر دوسرے ملک میں آسانی سے آجاسکتا تھا۔ تجارتی مال کی خرید وفروخت کر سکتا تھا۔ چہارم یہ کہ عرب وکنعان و مصر میں تجارت کھلی تھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں چوپان حکمران حکومت کر رہے تھے۔ تعجب نہیں کہ یہ چوپان حکمران عمالیقی ہوں۔

۴۔ حضرت اسماعیل و بنی قطورہ کے عرب میں آباد ہونے کے بعد حضرت اسحاق کے بیٹے حضرت عیسو اور آپ کی اولاد نے بھی عرب کے شمال مغربی حصہ میں سکونت اختیار کی۔ حضرت عیسو بھی ایک اعلیٰ درجہ کا بہادر اور فنِ حرب (جنگ) کا مشاق وماہر (مشق ومہارت رکھنے والا) تھا۔ آپ نے ابتدا میں کوہ شعیر اور ادوم کو اپنا سکونت گاہ بنایا۔ لیکن بعد کو آپ کی اولاد نے عرب میں پناہ پائی۔ حضرت عیسو کی نسل کی ترقی اور حکومت کی پائداری کا ذکر بائبل میں حیرت انگیز طریق پر آیا ہے۔ بنی اسرائیل کے ملک مصر میں غلام بننے اور غلامی سے رہائی پاکر ملک کنعان پر قبضہ کرنے اور قاضیوں کے زمانہ کے گذر جانے تک کے زمانہ میں آپ کی نسل نے زبردست ریاست حکومت قائم ثابت کرلی تھی۔ جس کا بیان پیدائش کی کتاب کے ۳۶ویں باب میں آیا

ہے۔اس بیان کو روبرو رکھتے ہوئے ہم حضرت اسماعیل کی اولاد اور آپ کے بھائیوں بنی قطورہ کی اولاد کی عربی ترقی اور فتوحات کا کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ غالباً اس زمانہ میں حضرت ابراہیم کی عربی نسل عمالیقی اقتدار کو فنا کرکے ماعونی حکومت کو قائم کرنے میں ضرور معاون ہوگئی ہوگی اور ماعونی حکومت کے زمانہ میں حضرت ابراہیم کی نسل نے عرب میں خوب ترقی کی ہوگی بعد کو ماعونی حکومت کا خاتمہ صابیوں نے کیا ہوگا۔

۵۔بنی اسرائیل کی کنعانی حکومت کے زمانہ میں خصوصاً حضرت سلیمان کی سلطنت کے زمانہ میں بائبل ہمارے روبرو عرب کی ملکہ سبا(صبا) کو پیش کرکے صابی حکومت کا اقتدار ظاہر وثابت کرتی ہے۔

صابی حکومت عرب کے جنوبی کنارے سے عرب کی شمالی سرحد اور ملک کنعان تک وسیع تھی۔ ہم انبیاء کے صحائف میں ذیل کا بیان پاتے ہیں۔

اور سبا کے لوگ اُن پر آ گرے اور انہیں لے گئے اور نوکروں کو تلوار کی دھار سے قتل کیا۔اور فقط میں ہی اکیلا بچ نکلا کہ تجھے خبر دوں۔ایوب ۱: ۱۵۔

خداوند یوں فرماتا ہے۔ مصر کی دولت اور کوش کا منافع اور سبا کے قدآور لوگ تیرے پاس آئینگے اور وہ تیری پیروی کرینگے۔یسعیاہ ۴۵: ۱۴۔

اور لوگوں کا ایک ہجوم شادیانہ بجاتے ہوئے کی آواز اُس میں تھی اور عوام لوگوں کے سوا بیابان سے شرابیوں کو لائے۔ وہ ہاتھوں پر کنگن پہنتے اور سروں پر خوشنما تاج رکھتے تھے۔حزقی ایل ۲۳: ۴۲۔

اور تمہارے بیٹوں اور تمہاری بیٹیوں کو بھی بنی یہوداہ کے ہاتھ بیچوں گا اور وہ اُن کو سبائیوں کے ہاتھ جو دور ملک میں رہتے ہیں بیچینگے۔یوئیل ۳: ۸۔اس کے ساتھ دیکھو ا سلاطین ۱۰: ۱تا۱۳تک۔ ۲تواریخ ۹: ۱تا۱۲تک۔ایوب ۶: ۱۹۔زبور ۷۲: ۱۰تا۱۵تک۔یسعیاہ نبی فرماتا ہے کہ اونٹوں کی قطاریں اور مدیان اور عیفہ کی سانڈھنیاں آکے تیرے گرد بے شمار ہونگی وہ جو سبا کے ہیں آئینگے۔ وہ سونا اور لوبان لائینگے اور خداوند کی تعریف کی بشارتیں سنائینگے قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی اور نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہونگے۔۶۰: ۶یا۷۔

یرمیاہ فرماتا ہے کہ کس فائدے کے لئے سبا سے لبان اور دوُر ملک سے خوشبودار اوکھ مجھ تک آتے ہیں۔ تیری سوختنی قربانیاں مجھے پسند نہیں ہیں ۲۰: ۳۰۔

حزقی ایل نبی صور کی شوکت کا خاکہ کھینچتا ہوا اس میں ایک رنگ عربوں کا بھی بایں الفاظ ابھرتا ہے۔ ودان اور یادان اوزال سے تیرے بازار میں آتے تھے۔ آبدار فولاد اور تیجپات اور بچ تیرے بازار میں وہ بیچتے تھے ودان تیرا سوداگر تھا۔ سواری کے چار جامے تیرے ہاتھ بیچتا تھا۔ عرب اور قیدار کے سب امیر تجارت کی راہ سے تیرے ساتھ تجارت کرتے تھے۔ سبا اور رعمہ کے سوداگر تیرے ساتھ سوداگری کرتے تھے۔ وہ ہر رقم کے نفیس وخوشبودار مصالح اور ہر طرح کے قیمتی پتھر اور سونا تیرے بازار میں لا کے باہم لین دین کرتے تھے۔ حران اور کنہ اور عدن اور سبا کے سوداگر اور اسور اور

www.noor-ul-huda.net

کلمد کے سوداگر تیرے ساتھ سوداگری کرتے تھے۔ یہ ہی تیرے تجار تھے جو کمخواب اور چوغے اور ارغوانی اور منقش پوشاکیں اور سب طرح کے بوٹے دار نفیس کپڑے گھٹنوتک ڈوری سے کسے ہوئے اور مضبوط کئے ہوئے تیری نجات گاہ میں بیچنے کے لئے لاتے تھے۔ ۲۷: ۱۹تا۲۴۔ ۳۸: ۱۳۔

پھر یرمیاہ فرماتاہے کہ ودان اور تیمان اور بوز کو اور ان سبھوں کو جو ڈاڑھی کے گوشے منڈاتے اور عرب کے سارے بادشاہوں کو اور ان ملے جلے لوگوں کے سارے بادشاہوں کو جو بیابان میں بستے ہیں ۲۵: ۲۳، ۲۴۔

غزل الغزلات کا مصنف قیدار کے خیموں کی تعریف میں لکھتاہے کہ "اے یروشلیم کی بیٹیو قیدار کے خیموں کی مانند، سلیمان کے پردوں کی مانند ۱: ۵ زبور کا مصنف لکھتاہے کہ میں مسک میں سکونت کرتا اور قیدار کے خیموں کے پاس رہتاہوں۔ ۱۲۰: ۵۔

یسعیاہ نبی لکھتاہے کہ بیابان اور اُس کی بستیاں، قیدار اور اُس کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کرینگے۔ سلع کے رہنے والے ایک گیت گائینگے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر للکار کرینگے۔ ۴۲: ۱۱ پھر لکھتاہے۔

عرب کے صحرا میں تم رات کاٹوگے۔ اے ددانیوں کے قافلو، پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو روٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔ کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا۔ ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی۔ اور تیراندازوں کے جو باقی رہے۔ قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائینگے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایاہے ۱۳: ۲۳، ۱۷۔

پھر زبور میں آیاہے کہ "سبا اور سیبا کے بادشاہ ہدیئے گذرانینگے" ۷۲: ۸، ۱۰۔

بیان مافوق میں عرب کی بابت، اس کے باشندوں کی بابت، اُس کے بادشاہوں اور تجاروں کی بابت۔ اس کی صنعت وحرفت کی بابت۔ اُس کی قدرتی دولت وپیداوار کی بابت حیرت انگیز صداقت کا اظہار آیاہے۔ اُس کی حکومت کی بابت تعجب خیز سچائی کا بیان آیاہے۔ جو عام طور سے مسلم دنیا کی نظروں سے چھپی چلی آئی ہے۔

بیان مافوق کی حد زمانہ حضرت ابراہیم کی ہجرت کے زمانہ سے لے کر یہوداہ کی کنعانی سلطنت کی تباہی اور بربادی کے زمانہ تک ہے۔ اس زمانہ میں عرب کی صابی سلطنت برباد ہوئی اور عرب میں ماعونی حکومت برسر اقتدار ہوئی۔ اس کی وسعت جنوبی عرب کے کنارے سے شمالی سرحد تک پہنچی۔ تمام عرب میں امان وامان کی فراوانی ہوئی۔ ماعونی حکمرانوں کا سلسلہ قائم ہوا۔ ان کے اقتدار کو پڑوسی حکومتوں نے تسلیم کیا۔ عربی صنعت وحرفت کی اور تجارت کی کمال ترقی ہوئی۔ بائبل کے انبیاء عربی حکمرانوں کا بار بار ذکر کرتے ہیں بلکہ صبا یا سبا کی کیفیت سے صابی حکمرانوں کے تعلقات کنعان کی یہودی حکومت سے قائم وثابت کرتے ہیں۔ اُن کے تجارتی رشتے صور فینکی سے ظاہر کرتے ہیں۔

اس حکومت کے دوران میں وہ حضرت اسماعیل کی عربی نسل کے عرب میں اختیار واقتدار پانے کا صفائی سے تذکرہ کرتے ہیں۔ وہ قیدار کی شان وشوکت کو اسکے بہادروں کی بہادری کو، اس کی دولت وحشمت کو۔ اُسکے خیموں اور آباد دیہات کو۔ اس کی بھیڑوں اور نبیط کے مینڈھوں کو خاص طور سے بیان کرتے ہیں۔ قیدار کی حشمت کے جاتے رہنے کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ غرضیکہ عربی حکومت کے زمانہ میں بائبل کے انبیاء حضرت ابراہیم کی عربی نسل کی ترقی اور اقبال کی گو مختصر کیفیت بیان کرتے ہیں تو بھی یہ کیفیت حضرت اسماعیل کی عربی نسل کی دولت وحشمت کی زبردست شاہد ہے۔ اس نے زمانہ مذکورہ میں عربی حکومت کے درمیان حکمرانوں کی حیثیت ضرور حاصل کرلی تھی۔ بنی اسرائیل ویہودہ کی حکومت کی تباہی کے بعد بھی عرب کی حکومت برسراقتدار رہی اور حضرت ابراہیم کی عربی نسل برابر ترقی کی راہ پر گامزن رہی۔ جب بنی اسرائیل اسیری کو لوٹ کر اپنے ملک میں آباد ہوئے تو عرب کے حکمران اس وقت بھی برسرِاقتدار تھے۔ اُنہوں نے یروشلیم کی شہرپناہ بنانے میں بنی اسرائیل کی ضرور مزاحمت کی۔ دیکھو نحمیاہ کی کتاب ۲:۱۹، ۴:۷۔ ۶:۱۔

اس کے سوا صابیوں کے اقتدار کا ذکر مکابیوں کی کتابوں میں بھی آیا ہے جسے بخوف طوالت قلم انداز کیا گیا ہے۔

مکابیوں کے زمانہ کے بعد سے لے کر حضرت محمد کے زمانہ تک عربوں کا اقتدار بصورت زوال پہنچا ہے۔ جس کے اسباب زیادہ تر خارجی اور کچھ اندرونی تھے۔ جن کا بیان ترک کردیا گیا ہے۔ بیان مافوق پر نظر ڈالتے ہوئے ہر ایک ناظر کو یہ بات نہایت تعجب خیز معلوم ہوگی کہ حضرت سام بن نوح اور حضرت ابراہیم عبرانی کی عربی نسل ملک عرب میں ہمیشہ بااقتدار چلی آئی۔ بابل، نینوہ، سور فینکی، کنعان، مصر، فارس، یونان کی زبردست حکومتیں پیدا ہو کر فنا کی گود میں سوتی گئیں۔ مگر عربوں نے اپنی آزادگی ہاتھ سے نہ کھوئی کیا یہ تاریخی معجزہ نہیں ہے؟

تیسری فصل

آثارِ قدیمہ میں اہلِ عرب کی عظمت

اہلِ عرب کی تہذیب وشائستگی پر جو بائبل نے روشنی ڈالی۔ گو وہ کسی کی کمزور آنکھ کو مدھم اور دھیمی معلوم ہو۔ مگر جب اسے آثار قدیمہ کی روشنی سے دیکھا جاتا ہے۔ تو وہ ایک عظیم الشان حقیقت نظر آتی ہے۔ فصل ہذا میں ناظرین کرام آثارِ قدیمہ میں اہلِ عرب کی عظمت وفضیلت کو کامل طور سے دیکھ نہیں سکتے۔ کیونکہ آثارِ قدیمہ میں عرب کی شان وشوکت پر بہت کچھ آیا ہے۔ جو اس اختصار (مختصر بیان) میں سما نہیں سکتا۔ تو بھی ناظرین کرام کی تسکین کے لئے اختصاراً ذیل کا بیان نذر کیا جاتا ہے۔ جس سے اہلِ عرب کی شان وعظمت کا کچھ اندازہ کرنا آسان ہو جائے گا۔

دفعہ ا۔ طوفانِ نوح سے قبل از مسیح ۲۰۰۰ برس تک کے زمانہ کے عرب

واضح ہو کہ زمانہ قدیم کی بابلی حکومت جو سنعار کے میدان میں قائم ہوئی تھی۔(پیدائش ۱۴: ۱) علمانے اس کا بیان قدیمی یادگاروں میں اکاد اور شمیر ناموں سے کیا ہے کہ سنعار کے میدان میں ایک عرصہ بعید تک بنی آدم کی اقوام کے باپ دادا اکٹھے رہے۔ آخر ان میں کسی نہ کسی سبب سے انتشار (فساد) پیدا ہوا۔ پیدائش ۱۱: ۱تا۹۔ اور اس کے سوا بائبل میں آیا ہے کہ اور کوش سے نمرود پیدا ہوا۔ وہ زمین پر جبار (قدآور۔ مضبوط) ہونے لگا۔ اور خداوند کے سامنے وہ صیاد (قیدی) جبار تھا۔ اس واسطے مثل ہوئی کہ خداوند کے سامنے نمرود سا صیاد جبار ہے۔ اور اس کی بادشاہت کی بنیاد بابل اور آرک اور اکاد اور لکنہ، سنعار کی سرزمین میں تھی۔ اور اس ملک سے اسور نکلا اور نینوہ اور رجبات اور عیر اور کلح کے درمیان رسن کو جو بڑا شہر ہے بنایا" (پیدائش ۱۰: ۱۸-۱۲)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ زمانہ قدیم میں پہلے پہل سنعار کے میدان میں نمرود بن کوش بن حام نے سلطنت بابل کی بنیاد ڈالی۔ بابل، ارک، اکاد، الکنہ، اس کے بڑے شہر تھے۔ جو دریا فرات کے کنارے آباد کئے گئے تھے۔ اس سلطنت کی کہاں تک وسعت (وسیع) تھی۔ اس کا فی الحال بیان نہیں کیا جاسکتا فی الحال اس قدر کیفیت ظاہر ہے کہ بائبل کے بیان کے موافق بعد طوفان نوح سب سے پہلے سلطنت کی بنیاد نمرود بن کوش نے ڈالی تھی۔

نمرود بن کوش کی سلطنت کے قیام کے بعد سام کی نسل میں سے اسور نے نینوہ کی سلطنت کی بنیاد دجلہ پر سنعار کے شمال میں ڈالی اور رحبات، عیر، کلح، اور رسن کے شہروں کو آباد کیا۔

ہر دو سلطنتیں ایک مدت تک ایک دوسری کے مقابل وسیع ہوتی گئی ہونگی ان کی حدود میں غیر سامی (غیر یہودی۔ غیر عرب) اور غیر حامی (مدد نہ کرنا) نسل کی رعیت (کرایہ دار۔ کاشتکار) بھی ہوگی۔ تب ان میں باہم تصادم ہوئے ہونگے۔ ایک مدت تک کوش حکمران اور سامی حکمران آپس میں جنگ وجدل میں مصروف رہے ہونگے۔ جن کا نتیجہ یہ ہوا ہوگا کہ کبھی حام کی نسل کے حکمران سام کی نسل پر اور کبھی سام کی نسل کے حکمراں حام کی نسل کے حکمرانوں پر غالب (زور آور۔ جیتنے والا) آتے رہے ہونگے۔ ہر دو قوموں کی باہمی جنگ سے دونوں قومیں کمزور ہو کر تیسری قوم کا شکار بنی ہونگی۔ غرضیکہ دو ہزار برس قبل از مسیح سے پیشتر کلدیا یا مسوپتامیہ میں عرصہ بعید تک باہمی جنگ وجدل جاری رہا ہوگا۔ یہ امکانات تو بائبل کے بیان سے ہی ظاہر ہے۔ اس پر آثارِ قدیمہ کی شہادت کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

مغربی ایشیاء کے تمام آثار قدیمہ اور ملک مصر کے آثار قدیمہ سے پایا جاتا ہے کہ کلدیا یا مسوپتامیہ بعد طوفان نوح بنی آدم کے آباء واجداد کا وطن تھا۔ جہاں ابتدا میں اُنہوں نے کئی سلطنتیں قائم کی تھیں۔ جو بعد کو شمالی سلطنت اکاد اور جنوبی سلطنت سمیر اور سلطنت نینوہ کے نام سے مشہور تھیں۔ بابل کی قدیم سلطنت گردونواح کی دیگر ریاستوں سے گھری تھیں۔ جن پر اسے مدت بعد غلبہ (جیت۔ برتری) حاصل ہوا تھا۔

آثارِ قدیمہ سے یہ بات بخوبی ثابت ہوچکی ہے کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ سے پیشتر مسوپتامیہ کوشی اور سمی اور عیلامی اقوام کا میدان جنگ تھا۔ کبھی حام کے خاندان کے بادشاہ برسرِ اقتدار رہتے تھے۔ اور کبھی سام کی نسل کے حکمران غالب آکر بادشاہ بن جاتے تھے۔ کبھی عیلام کے حکمران

www.noor-ul-huda.net

بادشاہت پر قبضہ جمالیتے تھے۔اُن کی حکومتیں مسوپتامیہ سے باہر مغربی ایشیاء کے شمال تک اور سوریہ وکنعان اور ملک عرب کے جنوب تک وسیع ہو جاتی تھیں۔ان حکومتوں کی یادگار میں اور اُن کے بادشاہوں کی طویل فہرستیں بصورت تحریر ہمارے زمانہ تک پہنچ گئی ہیں۔جو یورپ کے عجائب خانوں میں موجود و محفوظ ہیں۔اس کے سوا انگریزی زبان میں ان قدیم یادگاروں پر کثیر کتابیں موجود ہیں۔

ہم بخوفِ طوالت (لمبا ہونے کے ڈر سے) حضرت ابراہیم کے زمانہ کے پیشتر کے حالات پردہ غیب میں چھوڑ کر حضرت ابراہیم کے زمانہ تک کے قریب بابلی بادشاہوں کا تھوڑا سا ذکر کرتے ہیں جو عرب کے باشندے تھے۔بابل کی تاریخ میں ان عربی بادشاہوں کا زمانہ نہایت شاندار اور تہذیب وشائستگی کا ایسا اعلیٰ نمونہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جس کی مثال مصری تہذیب وشائستگی میں بھی نہیں مل سکی ہے۔بابل کے ان عربی حکمرانوں کی فہرست اور اُن کے زمانہ حکومت کے سال مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ سموابی: زمانہ حکومت ۱۵ سال
۲۔ سمولاالو: زمانہ حکومت ۳۵ برس
۳۔ صبیح یاضابم: زمانہ حکومت ۱۴ برس
۴۔ ہپلسن: زمانہ حکومت ۱۸ برس
۵۔ سنبوط: زمانہ حکومت ۳۰ برس
۶۔ حمورابی یا خمورابی: زمانہ حکومت ۵۵ برس
۷۔ سمسوالونا: زمانہ حکومت ۳۵ برس
۸۔ ابی ایشوع: زمانہ حکومت ۲۵ برس
۹۔ عمی سانا: زمانہ حکومت ۲۵ برس
۱۰۔ عمی صدوقہ: زمانہ حکومت ۲۲ برس
۱۱۔ سمسوستانا: زمانہ حکومت ۳۱ برس

(ملاحظہ ہوڈی اینشینٹ ٹریڈیشن السٹرٹیڈ بائی مانیومنٹ پروفیسر، فرہمل صفحہ ۶۹)۔

آثار قدیمہ کے ماہرین نے بابل کے عربی خاندان کے حکمرانوں کے زمانہ کی ابتدا قبل از مسیح ۲۵۰۰ برس قرار دی ہے۔چونکہ باب کے عربی حکمرانوں کی فہرست نامکمل ہے۔اس وجہ سے اُن کے زمانہ کے اختتام کا درست سن وسال مقرر کرنا فی الحال دشوار ہے۔تو بھی علماء نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ خاندان بابل کی سلطنت پر ۱۵۰۰ برس تک حکمران تھا۔صفحہ ۴۱۔

اس فہرست میں خمورابی یا حمورابی حکمران حضرت ابراہیم کا ہمزبان ثابت ہوا ہے ماہرین آثارِ قدیمہ نے اسے پیدائش ۱۴: ۱تا ۱۶ کا امرافل تسلیم کیا ہے۔امرافل یا خمورابی اپنے زمانہ کا عظیم الشان بادشاہ بلکہ شہنشاہ گذرا ہے۔جس نے سلطنت بابل کو نہایت اعلیٰ استحکام بخشا تھا۔اس نے مملک میں

www.noor-ul-huda.net

قوانین جاری کئے۔ جو خمورپی کوڈ کے نام سے مشہور ہیں۔ خمورپی کوڈ دنیا کے حکمرانوں کے قوانین میں سب سے قدیم ہے۔ جس کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔اس کے قوانین نہایت منصفانہ ہیں۔ جسے ایک دفعہ ہم نے خود بھی پڑھا ہے۔ غرضیکہ خمورپی سلطنت بابل کا وہ حکمران تھا جس کی عظمت کا آثار قدیمہ کے ماہرین پر سکہ بیٹھا ہوا ہے۔اس بادشاہ کی بابلی تہذیب و شائستگی کا آفتاب سمت الراس تھا۔ جس کے زمانہ امن میں حضرت ابراہیم نے شہر حاران سے ملک کنعان کی طرف ہجرت کی تھی۔

دفعہ ۲۔ مصر میں سلطنت ہیکساس کا قیام: قبل از مسیح ۲۵۰۰ برس سے ۱۵۰۰ برس تک تخت بابل پر عربی بادشاہ متمکن تھے۔ پر عجیب بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں مصر کی عظیم الشان سلطنت کے مالک و مختار بھی عرب کے چوپان بادشاہ تھے۔ جنکو ہیکساس کہا جاتا ہے۔ماہرین آثار قدیمہ کا بیان ہے کہ مصر کے چوپان حکمرانوں کا زمانہ قبل مسیح ۲۱۰۰ سے ۵۸۷ تک تھا۔ مصر کے چوپان حکمرانوں میں بعض کے نام حسب ذیل لکھے ہیں۔

ا۔ سلاطس: زمانہ حکومت ۱۹ برس
۲۔ بنون: زمانہ حکومت ۴۴ برس
۳۔ انچناس: زمانہ حکومت ۳۷ برس ۷ ماہ
۴۔ اپافس یا پیپی: زمانہ حکومت ۶۱ برس
۵۔ ایانیاس: زمانہ حکومت ۵۰ برس ایک ماہ
۶۔: الیسس: زمانہ حکومت ۴۹ برس ۲ ماہ

منتھو مصری مورخ نے بیان کیا ہے کہ یہ چھ حکمران چوپانوں کے پہلے بادشاہ تھے جنہوں نے مصریوں پر پے در پے (لگاتار۔متواتر) حملے کر کے ملک مصر کو تباہ کیا تھا۔چوپان بادشاہوں نے اُن کے قائم مقام ہو کر مصر پر ۵۱۱ سال تک حکومت کی تھی۔

تب چوپان بادشاہوں کے خلاف تھیباس اور مصر کے دیگر صوبوں کے شہزادے بغاوت (نافرمانی۔سرکشی) پر آمادہ ہو گئے۔اُنہوں نے چوپان بادشاہ کو شکست پر شکست دینا شروع کی۔اُنہوں نے چوپان بادشاہوں کے لشکر کو جس کا شمار ۸۰۰۰۰ کا تھا۔ قلعہ دارس میں محصور (قلعہ بند۔گھیرنا) کر لیا۔تب چوپان بادشاہ مصر نے اصلی مصری دشمن کے مقابل مصر کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا۔تب اصلی مصریوں نے اُسے ۲۴۰۰۰۰ لوگوں کے ساتھ مصر سے نکال دیا جو یروشلیم کی طرف چلے گئے۔ملاحظہ ہو۔دی اولڈ ٹیسٹمنٹ ان دی لائٹ آو دی ہٹاریکل ریکرڈ آوآسریا اینڈ بلونیا۔مصنفہ ٹی جی۔پنچز،ایل۔ایل۔ایم۔آر۔اے۔ایس صفحہ ۲۵۱۔۲۵۳۔

اس کے سوا بیٹیسمین مطبوعہ ۱۹ دسمبر ۱۹۲۵ء میں عراق عرب کی ایک تازہ دریافت کی ایک ٹیبلٹ کی تصویر شائع کی گئی ہے۔ جو ایک ہزار ٹیبلٹ میں سے ایک ہے۔اس کے نیچے یہ عبارت لکھی ہے۔

One of a thousand-day tablets written including many letters written about 3400 years ago, discovered in Iraq, there are expected to the life his story of a practically unknown people.

یعنی یہ تصویر ہزار ٹیبلٹ میں سے ایک ٹیبلٹ کی ہے۔ جن کے ساتھ بہت تحریری خطوط بھی شامل ہیں۔ جو قریباً ۳۴۰۰ برس قبل از مسیح لکھے ہوئے ہیں۔ یہ عراق میں دریافت ہوئے ہیں۔ ان سے امید کی جاتی ہے کہ ان سے نامعلوم لوگوں کی تاریخ اور زندگی کا حال معلوم ہوگا۔

سی۔ ایم۔ جی مطبوعہ ۸ جنوری ۱۹۲۶ء میں عراق کی ایک اور تازہ دریافت کا مختصر حال شائع ہوا ہے۔ جس میں یہ بات ظاہر و بیان کی گئی ہے کہ شہر اور میں جو حضرت ابراہیم کا اصلی شہر تھا۔ اس میں ڈنگی نام بادشاہ کا محل دریافت ہوگیا ہے۔ جو قبل از مسیح ۲۳۵۰ اور کی سلطنت پر حکمران تھا۔ یہی بیان سٹیسٹمن مطبوعہ ۷ جنوری ۱۹۲۶ء میں شائع ہوچکا ہی آنے والا زمانہ دیکھیگا کہ بابل کی سلطنت کی قیامت کی ہستی کیسی پرستان (پریوں کی رہنے کی جگہ) ہوگی۔ ہم طوالت کے خوف سے فی الحال بیان مافوق پر ہی کفایت (کافی ہونا) کرتے ہیں کیونکہ ہم ناظرین کرام کے لئے اس کو کافی خیال کرتے ہیں۔

اصلی مصر کے خاندان کے جس بادشاہ نے ملک مصر سے عرب کے چوپان بادشاہوں کو نکالا اور ۵۱۱ برس کے بعد مصری حکمرانوں کے ہاتھ میں سلطنت مصر کو قائم وثابت کیا اُن کا سلسلہ حسب ذیل دیا گیا ہے۔ جو صرف ملک مصر سے بنی اسرائیل کے خروج کے زمانہ تک کا ہے۔

۱۔ اوہمس: ۱۵۸۷ قبل از مسیح	۸۔ تھوتھمس رابع: ۱۴۲۳ قبل از مسیح
۲۔ امنھوتف ا: ۱۵۶۲ قبل از مسیح	۹۔ امنھوتف ثالث: ۱۴۱۴ قبل از مسیح
۳۔ تھوتھمس ا: ۱۵۴۱ قبل از مسیح	۱۰۔ امنھوتف رابع: ۱۳۸۳ قبل از مسیح
۴۔ تھوتھمس دوم: ۱۵۱۶ قبل از مسیح	۱۱۔ راسمتحا: ۱۳۶۵ قبل از مسیح
۵۔ ہیت شپیت: ۱۵۰۳ قبل از مسیح	۱۲۔ طت انکھ امن: ۱۳۵۴ قبل از مسیح
۶۔ تھوتھمس سوم: ۱۵۰۳ قبل از مسیح	۱۳۔ اے: ۱۳۴۴ قبل از مسیح
۷۔ امنھوتف ثانی: ۱۴۴۹ قبل از مسیح	۱۴۔ ہوایمہیب: ۱۳۳۲۔۱۳۲۸ تک۔ ایکس پلوریشن آو ایجنٹ اینڈ دی اولڈ ٹیسمنٹ۔ مصنفہ جے گیرڈ ڈنکن، بی، ڈی صفحہ ۳۰۔

مافوق فہرست مصر کے ان حکمرانوں کی ہے۔ جنہوں نے چوپان بادشاہوں کو مصر سے نکالنے کے بعد مصر میں بنی اسرائیل کو سخت ایذائیں پہنچائی تھیں۔ اس کا ایک سبب یہ تھا کہ مصر میں بنی اسرائیل چوپان بادشاہوں کے مقبول نظر تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ مصریوں کی نگاہ میں بنی اسرائیل بھی ایشیائی تھے، تیسری وجہ اُن کو ایذا دینے کی یہ تھی کہ یہ لوگ مصر میں ترقی کررہے تھے۔ ان وجہوں سے مصریوں نے ایک طرف تو چوپان بادشاہوں کی مصری یادگاروں کو مٹایا۔ دوسری طرف بنی اسرائیل کو خوب ستایا۔ مصر کے بادشاہ مافوق ۲۶۰ برس تک بنی اسرائیل کو مصر میں دکھ دیتے رہتے تھے۔

مندرجہ صدر بیان زمانہ قدیم کے عربوں کی تہذیب وشائستگی کا شاہد و گواہ ہے کہ انہوں نے عرب سے باہر زبردست حکومتیں قائم کی تھیں۔ جن کی یادگاریں ہمارے زمانہ کی مہذب دنیا کو حیران کررہی ہیں پس اہل عرب زمانہ قدیم سے مہذب وشائستہ تھے۔

دفعہ ا۔ عرب کی صابی اور ماعونی سلطنتیں۔ قدیم عربوں کی تہذیب وشائستگی آثار قدیمہ سے بخوبی ثابت ہو سکتی ہے۔ آثارِ قدیمہ سے پایا گیا ہے عرب کے جنوب میں یمن اور حضر موت میں دوز بانوں کے کثیر کتبے اور نشانات پائے گئے ہیں۔ جو عرب کی صابی اور ماعونی حکومتوں کے شاہد ہیں۔ ڈاکٹر گریس نے یہ آثارِ قدیمہ نہایت کوشش اور محنت سے دریافت کئے ہیں۔ جن کو کتابی صورت میں شائع کر دیا گیا ہے۔

ان آثارِ قدیمہ سے پایا جاتا ہے کہ زمانہ قدیم میں ملک عرب میں صابی حکومت قائم ہوئی تھی۔ ڈاکٹر اے۔ ایچ سیس صاحب آثارِ قدیمہ کے ماہر کا بیان ہے کہ صابی حکمرانوں میں اثمر صابی بادشاہ نے سار گون کو خراج دیا۔ اثمر کے بعد اس کے جانشین نے تگلت پلاسر سوم کو خاص خراج دیا تھا۔ سار گون ۳۸۰۰ قبل از مسیح بادشاہ تھا اور تگلت پلاسر کی حکومت کا زمانہ قبل از مسیح ۷۳۳ برس تھا۔ ملاحظہ ہو دی ہائر کریٹسزم اینڈ دی مانیومنٹ صفحہ ۱۶۲ و صفحہ ۴۰۔

ڈاکٹر سیس کے بیان سے روشن ہے کہ زمانہ قدیم سے ہاں سار گون کے زمانہ سے بھی پیشتر ملک عرب میں صابی سلطنت قائم تھی۔ جس کے ایک بادشاہ اثمر نامی نے قبل از مسیح ۳۸۰۰ برس سار گون کو خراج دیا تھا۔ صابی حکمران اس زمانہ سے لیکر تگلت پلاسر سوم کے زمانہ تک اپنے حکمران رکھتے تھے۔ یمن کی صابی حکمرانوں کی حکومت کی وسعت ہر گز ملک عرب میں محدود نہیں سمجھی جاسکتی۔ کیونکہ ہمیں پیشتر سے معلوم ہو چکا ہے کہ بابل کی وسیع سلطنت کے نہایت باا‌ثر حکمران عرب تھے۔ مصر کی عظیم الشان سلطنت کے حکام عربی چوپان تھے۔ پس ہم یہ خیال کرنے کے لئے مجبور ہیں کہ عرب کے صابی حکمرانوں کی سلطنت کسی زمانہ میں تمام مغربی ایشیاء اور ملک مصر تک وسیع تھی۔

ماہرین آثارِ قدیمہ نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ صابی بادشاہوں سے پیشتر ملک صبا میں کاہنی حکومت تھی کاہنوں کے بعد صابی بادشاہ ہوئے تھے۔ اس سے اس بات کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے کہ عرب کی صابی حکومت بابل اور مصر کی حکومت کی طرح قدیم اور ان حکومتوں کے ساتھ ساتھ اپنی ہستی قائم رکھتی آئی تھی۔

مزید براں ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ صابی حکمرانوں کے ناموں کی فہرست ہمیں دستیاب نہیں ہوئی۔ بائبل میں جن صابی حکمرانوں کا اور آثار قدیمہ میں جن کا ذکر آیا ہے۔ وہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ اس سے زیادہ کا ہمیں آج تک علم نہیں ہوا ہے۔

یمن اور حضر موت کی دوسری حکومت ماعونی کی دریافت ہوئی ہے۔ جس کا زمانہ پروفیسر فرہمل نے حضرت موسیٰ اور سلیمان بادشاہ کے درمیان قرار دیا ہے صفحہ ۷۹ اس حکومت کا خاتمہ یمن کے کاہن بادشاہ کریباالوتر باوطر نے کیا تھا۔ جو صابی تھا۔ بائبل میں ماعونیوں کا سب سے پہلے ذکر قاضیوں کی کتاب ۱۰: ۱۳ میں آیا ہے۔

ڈاکٹر اے۔ ایچ سیس۔ ڈاکٹر گریسر کی سند سے لکھتے ہیں کہ عرب کی ماعونی حکمرانوں کی فہرست میں ۳۳ بادشاہ شمار آچکے ہیں۔ جسکی حکومت جنوب سے شمال عرب تک بلکہ غازہ تک وسیع تھی۔ صفحہ ۴۰۔

ماہرین آثار قدیمہ نے عربی تہذیب وشائستگی سے ایک نہایت اہم وبنیادی حقیقت یہ منسوب کی ہے کہ عربوں نے دنیا کولکھنے کا ہنر سکھایا ہے۔ سب سے پہلے عربوں نے ابجد (ا،ب کے حرف) کو ایجاد کیا۔ جس سے دوسری اقوام نے اپنی اپنی ابجد بنائی ہے۔اُن کا یہ بھی خیال ہے کہ ماعونی حکمرانوں کامصر کے چوپان بادشاہوں سے ضرور تعلق تھا۔صفحہ ۴۲،۴۵ڈاکٹر سیس۔

حالات مافوق سے بخوبی عیاں ہے کہ زمانہ حال کے عرب اُن عربوں کی نسل ہیں جو زمانہ قدیم میں نہایت عظیم الشان تہذیب وشائستگی کے بانی تھے جن کے احسان سے بعد کے زمانہ کی انسانی اقوام آج تک سبکدوش (لاتعلق) نہیں ہوئی ہیں۔ یہ عرب حضرت نوح کے بیٹے حضرت سم اور ابراہیم کی نسل کے تھے۔ جن کی اولاد آج تک عرب میں اپنی آپ حکومت رکھتی ہے۔

چوتھی فصل

تاریخ اسلام میں عرب کے قدیم باشندے

مورخینِ اسلام نے قدیم عربوں کا جو بیان کیاہے وہ زیادہ تر روائتی اور خیالی بیان ہے۔ جس پر پورا پورا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ سرسید مرحوم نے جب قدیم عربوں کے حالات پر روشنی ڈالنا چاہی تو آپ کو ابن اسحاق ابن ہشام طبقات کبیر المشہور، بواقدی، طبری، سیرت شامی ابوالفدا۔ مواہب لدینہ وغیرہ کتب اس قابل نظر نہ آئیں کہ اُن کی سند سے خطبات احمدیہ کا پہلا خطبہ مرتب فرمالیتے۔اُن تمام کتُب تاریخ کی بابت آپ کو صفائی سے لکھنا پڑا کہ

یہ سب کتابیں تمام سچی اور جھوٹی روائتوں اور صحیح موضوع حدیثوں کا مختاط مجموعہ ہیں۔ صفحہ ۸۔

جب اسلامی تاریخ کی سرسید جیسے علامہ یہ تعریف کرگئے ہیں تو اس تاریخ سے عرب کے قدیم باشندوں کے درست حالات کا دریافت کرنا جیسا کہ مشکل کام ہے کسی روشن ضمیر ناظر پر پوشیدہ نہیں ہوسکتاہے۔اسی سبب سے خود سرسید مرحوم نے اپنے خطبات کی بنیاد بائبل اور مسیحی علماء کی تصنیفات پر رکھی۔ مسیحی اور اسلامی کتُب سے قدیم عربوں کی آپ نے جو کیفیت بیان فرمائی اس میں سے ضروری اور مفید کیفیت اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کی جاتی ہے جسے ہم اسلامی تاریخ کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں۔

واضح رہے کہ سرسید نے عربوں کو تین حصوں پر منقسم فرماکر بیان کیاہے۔یعنی عرب البائدہ یعنی بدوعرب۔ عرب العاریعنی ٹھیٹ عرب۔ عرب المستعربہ یعنی پردیسی عرب، ان میں سے عرب البائدہ کی بابت ہم سب سے پہلے بیان کرتے ہیں۔اس سے معلوم ہوجائے گاکہ تاریخ عرب سے بائبل مقدس کا کتنا گہرا تعلق ہے۔

دفعہ ۱۔ عرب البائدہ کا بیان۔ سرسید لکھتے ہیں کہ عرب البائدہ میں سات شخصوں کی اولاد کی سات مختلف گردہیں شامل ہیں (۱) کوش پسر حام، پسر نوح کی اولاد (۲) عیلام پسر سام پسر نوح کی اولاد (۳) لود پسر سام پسر نوح کی اولاد (۴) عوص پسر ارم پسر سام پسر نوح کی اولاد (۵) حول پسر ارم پسر سام پسر

www.noor-ul-huda.net

نوح کی (۶) جدیس پسر گژ پسر ارم پسر نوح کی اولاد (۷) ثمود پسر گژ پسر ارم پسر سام پسر نوح کی اولاد۔ کوش کی اولاد خلیج فارس کے کنارہ پر اوراس کے قریب وجوار کے میدانوں میں آباد ہوئی۔

جو ہم پسر (بیٹا) عیلام بھی اس طرف جاکر رود فرات کے جنوبی کناروں پر سکونت پذیر ہوا۔ لود جوان میں سے تیسرا مورث اعلیٰ ہے۔ تین بیٹے مسمیان طسم عملیق، امیم (ایامیم) تھے۔ جنھوں نے آپ کو تمام مشرقی حصہ میں عرب میں یایہ سے لیکر بحرین اوراس کے گردونواح تک پھیلادیا۔

عوص پسر عاد اور حول دونوں نے ایک ہی سمت اختیار کی اور جنوب میں بہت دور جاکر حضرت اوراُس کے قرب وجوار کے میدانوں میں اقامت اختیار کی۔

جدیس پسر گشر پسر ارم پسر سام عرب الوادی میں آباد ہوا۔

ثمود پسر گشر پسر ارم پسر سام نے عرب الحجر میں اور اس میدان میں جو وادی القریٰ کے نام سے مشہور ہے اور ملک شام کی جنوبی اور ملک عرب کی شمالی حد ہے رہتااور قبضہ کرناپسند کیا۔ سرسید کا بیان مافوق عربی جغرافیہ دانوں کے بیان کی سند پر کیا گیا ہے جن میں سے ابوالفدا، معالم المتنزیل۔ تقویم البدان کتب کے حوالے سند میں پیش کئے ہیں۔ جن میں صرف عاد، ثمود، طسم، جدیس، جرھم کا ذکر ہے۔اور عاد کو عوص کا عوض کوارام، ارام کو سام کا بیٹابیان کیا گیاہے۔ باقی کے حسب ونسب کا کچھ ذکر نہیں کیا گیاہے صفحہ ۲۸، ۲۹۔

سرسید پھر فرماتے ہیں کہ بنی کوش، کسی عرب کے مورخ نے بنی کوش کا کچھ حال نہیں بیان کیا سب خاموش ہیں اوراس سبب سے اُن کے حالات کچھ دریافت نہیں ہوئے۔۔۔ نویری نے اپنے جغرافیہ میں ایک فقرہ لکھاہے۔" **وملک شرجیل علی اقدیس وتمیم** "اس فقرہ میں نویری نے بنی کوش کا ذکر بشمول بنی تمیم کے کیاہے۔ جس سے وہ حصّہ سلطنت کا مراد ہے جوالحارث نے اپنے دوسرے بیٹے شرجیل کو بخشاتھا۔ نویری کے اس فقرہ پر ریورنڈ مسٹر فاسٹر یہ استدلال (دلیل دینا) کرتے ہیں کہ مشرقی مورخ نبی کوش کو عرب کے رہنے والوں میں شمار کرنے سے خاموش نہیں ہیں الخ۔

مگر ریورنڈ مسٹر فاسٹر نے بڑی کوشش اور تلاش سے اور بڑی صحت اور قابلیت سے نہایت معتبر اور مستند حوالوں سے اس امر کو بیان کیاہے کہ بنی کوش درحقیقت عرب میں خلیج فارس کے کنارے پر برابر آباد ہوئے تھے اور مشرقی کنارے کے مختلف شہروں کے ناموں کا ناموں سے مقابلہ کرکے جو بطلیموس نے لکھے ہیں اپنے دعویٰ میں قطعی کامیابی حاصل کی ہے۔ لیکن مصنف موصوف نے جبکہ بنی کوش کو تمام جزیرہ عرب میں اور خصوصاً یمن اور خلیج عرب کے کناروں پر پھیلادینے کی کوشش کی ہے تواُس کی دلیلوں میں ضعف آجاتاہے۔۔۔۔۔۔۔۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ "نمرود" کے سوا جس کا ذکر تنہا کتاب مقدس میں کیا گیاہے اوراس سبب سے ہم کو یہ متنبط کرناپڑتاہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ آباد ہوا تھا۔ باقی اولاد کوش کی جن کے نام سبا، حویلہ، سبتاہ، رعماہ، ستبکا تھے اور رعما کے بیٹے یعنی شبا اور ددان سب خلیج فارس کے کنارہ کنارہ آباد ہوئے تھے۔۔۔ صفحہ ۳۰، ۳۱۔

www.noor-ul-huda.net

اس کے بعد سرسید نے بائبل مقدس اور مسٹر فاسٹر کے تاریخی جغرافیہ عرب کی سند سے عربی قبائل کا ایسا بیان کیا ہے جو بائبل کے بیان سے تطبیق (میل، مطابقت) کھاتا ہے۔ طوالت کے خوف سے باقی بیان قلم انداز کر لیا گیا ہے۔

دفعہ ۲۔ عرب العاربہ یا ٹھیٹ عربوں کا بیان بھی سرسید نے بائبل مقدس اور مسٹر فاسٹر کے جغرافیہ کی سند سے کیا ہے۔ بنی یقطان کے حکمرانوں کا بیان تاریخ اسلام سے کیا گیا ہے۔

۱۔ قحطان اول یمن میں پہلا حکمران مانا گیا ہے جو قبل از مسیح ۲۲۳۴ موجود تھا۔

۲۔ یعرب یا جرھم اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔

۳۔ جرھم کے بعد اس کا بیٹا یشحب اس کا جانشین ہوا۔

۴۔ یشحب کے بعد اُس کا بیٹا عبدالمشس تخت پر بیٹھا۔

۵۔ عبدالشمس کے بعد اس کا بیٹا حمیری تخت نشیں ہوا۔ حمیری کو تارح کا ہمزماں مانا گیا ہے ۲۱۲۶ قبل از مسیح موجود تھا۔

۶۔ واثل اپنے باپ کا جانشین ہوا۔

۷۔ واثل کے بعد اس کا بیٹا سکسک تخت نشین ہوا۔

۸۔ سکسک کے بعد اسکا بیٹا جعفر تخت پر بیٹھا۔

۹۔ جعفر کے بعد اُس کا بیٹا نعمان تخت کا مالک ہوا۔ نعمان کا زمانہ حضرت ابراہیم کی ہجرت کا زمانہ مانا گیا ہے۔ قبل از مسیح ۱۹۲۱۔

۱۰۔ نعمان کے بعد اُس کا بیٹا شمع تخت پر بیٹھا۔

۱۱۔ شمع پر شداد نے حملہ کر کے اُس کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔ یہ قبل از مسیح ۱۹۱۲ کا واقع مانا گیا ہے۔

۱۲، ۱۳۔ شداد کے بعد اس کے دو بھائی لقمان اور ذوشد یکے بعد دیگرے تخت پر بیٹھا۔

۱۴۔ ذوشد کے بعد اس کا بیٹا الحارث بادشاہوا۔

۱۵۔ پھر الحارث ملقب رایش تخت پر بیٹھا۔ اس کے بعد۔

۱۶۔ صعب ملقب بہ ذوالقرنین۔ ۱۷۔ اس کے بعد ابرہہ ملقب بہ ذوالمنار۔ ۱۸۔ اور افریق۔ ۱۹۔ اور عمرو ملقب بہ ذوالاذغار یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے

۲۰۔ عمر ذوالادغار کی سلطنت پر سرجیل نے قبضہ کر لیا۔

www.noor-ul-huda.net

۲۱۔ سر جیل کے بعد اس کا بیٹا الہد باد تخت نشین ہوا۔

۲۲۔ الہد باد کے بعد ملکہ بلقیس ۲۰ برس تک تخت نشین رہی۔ یہ وہی ملکہ سبا ہے جو حضرت سلیمان کے ملنے کو آئی تھی۔

۲۳۔ ملکہ بلقیس کے بعد اس کا چچا زاد بھائی ملقب بہ ناشر النعم تخت نشین ہوا۔

۲۴۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شمر برعش بادشاہ ہوا۔

۲۵۔ شمر برعش کے بعد اس کا بیٹا مالک تخت پر بیٹھا۔

۲۶۔ مالک کی سلطنت کو عمران نے چھین لیا۔

۲۷۔ عمران کے بعد اُس کا بھائی عمر مزیقیا تخت پر بیٹھا۔

۲۸۔ عمر مزیقیا کے بعد حمیری خاندان کے الاقرن بن ابو مالک نے تخت و حکومت پر قبضہ کر لیا۔

۲۹۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ذوجشان تخت پر بیٹھا۔

۳۰۔ اس کے بعد اس کا بھائی تبع اکبر۔ (۳۱) اس کے بعد اس کا بیٹا کلیکرب تخت پر بیٹھا۔ (۳۲) اس کے بعد اس کا بیٹا ابو کرب اسعد تبع اوسط (۳۳) اس کے بعد اس کا بیٹا حسان (۳۴) اس کے بعد اس کا بھائی ذوالاعواد۔ (۳۵) اس کے بعد اس کا بیٹا عبد کلال (۳۶) تبع اصغر پسر حسان نے اس سے تخت پر چھین لیا۔ (۳۷) اس کے بعد اس کا بھتیجا حارث بن عمرو تخت کا مالک ہوا تمام مورخوں کا اتفاق ہے کہ حارث نے یہودی مذہب قبول کر لیا تھا۔ (۳۸) اس کے بعد مرشد ابن کلال اور (۳۹) اس کے بعد وکیعہ بن مرشد تخت پر بیٹھا۔

سر سید لکھتے ہیں کہ ان بادشاہوں کی حکومت کا زمانہ حارث بن عمرو کے یہودی مذہب اختیار کرنے کی وجہ سے کسی قدر صحت کے ساتھ معلوم ہو سکتا ہے جبکہ بخت نظر فلسطین کو فتح کر کے اور بیت المقدس کو مسمار (گرانا) کر کے حضرت دانیال اور اُنکے دوستوں کو قیدی بنا کر بابل کو لے گیا۔ اس وقت کچھ یہودی بچ کر یمن کو بھاگ گئے تھے۔ اس زمانہ میں حضرت یرمیاہ اور دانی ایل پیغمبر تھے۔ اس لئے یہ بات نہایت قرین قیاس (جلد سمجھ میں آنے والا) معلوم ہوتی ہے کہ ان مفرور یہودیوں کی وجہ سے الحارث نے خدائے واحد کا اقرار کیا ہو گا۔ اور یہودی مذہب کو قبول کیا ہو گا۔ اور یہ امر واقعی ہے کہ الحارث اور وکیعہ اس زمانہ میں حکمران تھے یعنی ۳۴۰۰ دنیوی میں یا ۶۰۴ قبل حضرت مسیح میں اس امر کا واقعی ہونا زیادہ تر اس لئے قابل اعتبار ہے کہ نسلوں کے پیدا ہونے کے قدرتی قاعدہ کے مطابق بھی یہ زمانہ ٹھیک ٹھیک صحیح آتا ہے۔ کیونکہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ مالک ناشر النعم ۳۰۰۱ دنیوی میں تخت پر بیٹھا تھا۔ مالک اور دکیعہ کے درمیان گیارہ اور بادشاہ گذرے ہیں۔ جن کا زمانہ مجموعاً چار سو برس خیال کرنا قرین عقل ہے۔ دکیعہ کے بعد چھ اور بادشاہ خاندان حمیر میں سے تخت نشین ہوئے یعنی ابرہہ بن الصباح، صہبان، بن محرث، عمر ابن تبع، ذوشناتر، ذونواس ملقب بہ ذواخدوذ وجدن چونکہ ان

www.noor-ul-huda.net

بادشاہوں کا خاندانی سلسلہ صاف صاف تحقیق نہیں ہوا۔ اس لئے ہم نے اُن کے ناموں کو شجرہ انساب عرب العاربہ میں شامل کر دینے کی جرات نہیں کی۔ بلکہ اُن کے ناموں کو شجرہ کے حاشیہ پر لکھ دیا ہے ان لوگوں کی سلطنت کا ٹھیک زمانہ بھی تحقیق نہیں ہوا۔

ذونواس ایک متعصب (مذہب کی بے جا حمایت کرنے والا) یہودی تھا اور یہودی مذہب والوں کے سواء ہر مذہب کے معتقدوں (اعتقاد رکھنے والا) اور پیروؤں کو آگ میں زندہ جلادیا کرتا تھا۔ اس بات کا خیال کرنے کے واسطے ایک عمدہ وجہ یہ ہے کہ یہی وہ زمانہ تھا جبکہ ارٹازرکسز اوکس نے چند یہودیوں کو جو مصر میں قید ہوئے تھے کیونکہ ملک مصر سے ملا ہوا تھا ہر قانیہ (زندران) کو بھیج دیا۔ اور چونکہ یہ بادشاہ بھی یہودی تھا۔ اس کی سلطنت کو بھی صدمہ پہنچا اور حبشیوں نے اُس پر غلبہ کر لیا اور اُس کی سلطنت سے خارج کر دیا۔ پس یہ زمانہ اس خاندان کا آخری زمانہ معلوم ہوتا ہے اور ۳۶۵۰ دینوی یا ۳۵۴ قبل از حضرت مسیح کے مطابق ہوتا ہے۔

اس زمانہ سے ہمارے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ وسلم کی ولادت تک نو سو بیس برس ہوتے ہیں۔ اس درمیان میں افریقہ کے لوگوں جو ارباط حبشہ کہلاتے تھے۔ اور نیز بعض عرب المستعربہ اور ابرہو نکی حکومت رہی۔۔۔۔۔۔ اس خاندان ابرہہ میں ایک بادشاہ کا نام اسٹر تھا جو ابرہہ اشرم صاحب الفیل کہلاتا ہے۔ اور جس نے مکہ معظمہ پر ۴۵۷۰ دینوی یا ۵۸۰ عیسوی میں چڑھائی کی تھی۔ وہ اپنے ساتھ بہت سے ہاتھی اس نیت سے لے گیا تھا کہ خانہ کعبہ کو منہدم (گرانا) کر دے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابرہہ مسروق تخت نشیں مگر سیف بن ذی یزن حمیری نے اس کو سلطنت سے بید خل کر دیا۔ جس کو کسریٰ نوشیروان والی ایران نے بہت مدد دی تھی جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔ اسکے بعد اس خاندان ابرہہ کی حکومت منقطع ہو گئی۔۔۔۔۔۔۔۔ سیف بن ذی یزن کو ایک اُس کے درباری حبش مصاحب نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد اس صوبہ کو نوشیروان نے اپنے ممالک محروسہ میں شامل کر لیا اور اپنی جانب سے وہاں عامل مقرر کرتا رہا۔ ان عالموں میں سے اخیر عامل باذان تھا۔ اُس کا زمانہ اور آنحضرت کا زمانہ متحد تھا۔ چنانچہ وہ آنحضرت پر ایمان لایا اور مسلمان ہو گیا۔ صفحہ ۴۰ سے صفحہ ۵۵ تک۔

دوم۔ صوبہ حیرہ کے حکمرانوں کی فہرست: (۱) مالک بن فہم۔ (۲) مالک بن فہم کا بھائی عمرو (۳) جذیمہ بن مالک (۴) جذیمہ کا بھانجا عمرو بن عدی (۵) عمرو بن عدی کے بعد اس کا بیٹا امرو االقیس (۶) امر والقیس کا بیٹا عمرو (۷) اس کے بعد ایک یا دو باشاہ اسی خاندان کے تخت نشین ہوئے۔ اس کے بعد امروالقیس ثانی بن عمرو نے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اس شخص نے انسان کو زندہ جلانے کی سزا سب سے پہلے تجویز کی تھی (۸) اس کے بعد نعمان (۹) نعمان کا بیٹا المتداول۔ (۱۰) المتدثانی، (۱۱) علقمہ ذیلی (۱۲) امر والقیس ثالث (۱۳) المنذر ثالث (۱۴) عمرو (۱۵) قابوس (۱۶) المنذر ربع (۱۷) نعمان ابو قابوس یہ نعمان عیسائی ہو گیا (۱۸) ایاس ابن قبیصتہ الطائی (۱۹) زاودیہ (۳۰) المنذر خامس اس بادشاہ کو خالد بن ولید سردار لشکر اسلام نے شکست دیکر سلطنت چھین لی۔

سرسید فرماتے ہیں کہ عمرو بن المنذر ماء لسماء کی حکومت کے آٹھویں سال میں محمد رسول اللہ آخر الزماں پیدا ہوئے تھے۔ اس واسطے یہ بادشاہ ۴۵۶۲ دینوی یا ۵۶۲ عیسوی میں تخت پر بیٹھا تھا۔ صفحہ ۵۵ سے ۵۷۔

www.noor-ul-huda.net

سوم۔ عرب عاربہ کی تیسری حکومت غسان کے حکمران۔ عرب العاربہ نے ایک اور سلطنت صوبہ غسان میں قائم کی تھی۔ اوراس سلطنت کے حاکم عرب الشام کے نام سے مشہور تھے۔ اگر صحیح طور سے غور کیا جائے تو یہ حاکم قیصر روم کی طرف سے بطور عمال کے تھے۔ مگر شاہی لقب اختیار کرنے کی وجہ سے تاریخ عرب میں بادشاہوں کے ذیل میں بیان ہوتے ہیں۔ چونکہ بعض اموران لوگوں سے ایسے متعلق ہیں جن سے ہم کو بعض امور کی تحقیقات اور تجسس میں آسانی ہوگی۔ اس لئے ان سلطنتوں کا ایک مختصر سال حال اس مقام پر لکھتے ہیں۔

اس سلطنت کی بناء چار سو برس قبل ظہور اسلام کے ہوئی اور یہ زمانہ تینتالیسویں صدی دینوی یا تیسری صدی عیسوی سے مطابقت رکھتا ہے (اس سلطنت کے بادشاہوں کے نام ذیل میں درج ہیں) (۱) جفنہ بن آس (۳) ثعلبہ (۴) الحارث (۵) جبلہ (۶) الحرث (۷) المنذر الاکبر (۸) اس کا بھائی نعمان (۹) جبلہ (۱۰) البیم (۱۱) عمر (۱۲) خفتہ الاصغر بن المنذر الاکبر (۱۳) نعمان الاصغر (۱۴) جبلہ بن نعمان ثالث۔ یہ بادشاہ خاندان حیرہ کے بادشاہ المنذر ماء السماء کا ہمعصر تھا (۱۵) نعمان رابع بن الامیم (۱۶) الحرث ثانی (۱۷) نعمان الخامس (۱۸) النذر (۱۹) عمر براور المنذر (۲۰) حجر براور عمر (۲۱) الحارث بن حجر (۲۲) حبلہ بن الحارث (۲۳) الحارث بن حبلہ (۲۴) نعمان ابوکرب بن الحارث اورابیہم عم نعمان (۲۵) المنذر (۳۶) اسراحیل (۲۷) عمرو (۲۸) جبلہ بن الایہم بن حبلہ۔ یہ بادشاہ حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ تک زندہ رہا تھا پہلے مسلمان ہوگیا اور اس کے بعد روم کو بھاگ کر عیسائی ہوگیا صفحہ ۵۸۔۵۹۔

چہارم۔ عرب العاربہ کی چوتھی حکومت کندہ خاندان نے ڈالی تھی۔ اس کا پہلا بادشاہ حجر بن عمر ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا عمرو تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا الحرث تخت کا وارث ہوا اُس نے کسریٰ قباد کا مذہب اختیار کرلیا۔ یہ بادشاہ پینتالیسویں یا چھیالیسویں صدی دینوی یا پانچویں یا چھٹی صدی عیسوی میں حکمران تھے۔ صفحہ ۶۰

پنجم۔ سلطنت حجاز کے حکمرانوں کی فہرست ذیل دی گئی ہے۔ بوالفدا کے نزدیک اُس کا پہلا بادشاہ جرہم تھا۔ مگر سرسید اس میں ابوالفدا کی غلطی تسلیم کرتے ہیں (۲) یالیل (۳) جرشیم بن یالیل (۴) عبد المدان بن جرشم (۵) ثعلبہ بن عبد المدان (۶) عبد المسیح بن ثعلبہ (۷) مضامین بن عبد المسیح (۸) عمرو بن مضاض (۹) الحرث براور مضاض (۱۰) عمرو بن الحرث (۱۱) بشر بن الحرث (۱۲) مضاض بن عمر بن مضاض۔

اگر ابوالفدا کے نزدیک یہ بادشاہ حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم سے پیشتر گذرے ہیں تو وہ بڑی غلطی پر ہے۔ کیونکہ عبد المسیح کے نام سے بلاریب (بلاشک) ثابت ہوتا ہے کہ وہ عیسائی تھا۔ اور اس لئے ممکن نہیں کہ وہ حضرت اسماعیل سے پیشتر گذرا ہو یا اُن کا ہمعصر ہو۔ کچھ شک نہیں کہ یہ سلطنت اس وقت قائم تھی جبکہ یمن اور حیرہ اور کندہ کی سلطنتیں زوال کی حالت میں تھیں۔ اور اس لئے ہم کو یقین ہے کہ اس سلطنت کے بادشاہ پینتالیس یا چھیالیس صدی دینوی یا پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں گذرے ہیں۔

یہ بھی واضح ہے کہ عمرو بن لاحی ۴۲۱۰ دینوی یا تیسری صدی عیسوی کے آغاز میں اسی سلطنت پر حکمران تھا۔ ابوالفدا کا بیان ہے کہ اسی شخص نے بُت پرستی کو عرب حجاز میں رواج دیا تھا اور کعبہ میں تین بت ھول، کعبہ کی چھت پر اور اساف اور نائلہ اور مقاموں پر رکھے تھے۔

www.noor-ul-huda.net

مثل دیگر عرب العاربہ کے جو مجاز میں متوطن (وطن اختیار کرنا والا) ہوئے اور پھر وہیں کے بادشاہ ہوئے۔ زہیر ابن حباب نے بھی لقب شاہی اختیار کیا تھا۔ یہ بات اس وقت کی ہے جبکہ ابراہہ اشرم نے مکہ معظمہ پر حملہ کیا تھا۔ کیونکہ یہ بات مشہور ہے کہ زہیر بھی ابراہہ اشرم کے ساتھ اس مہم میں شریک تھا۔ اس لئے بآسانی محقق (تحقیق ہونا) ہو سکتا ہے اس کا عہد حکومت چھیالیسویں صدی دینوی یا چھٹی صدی عیسوی کے آخری حصہ میں ہو گا۔ سب سے مشہور واقعہ اس کے عہد حکومت کا یہ تھا کہ اُس نے نبی غطفان کے اس مقدس معبد (عبادت گاہ) کو جواُنہوں نے کعبہ کے مقابلہ کے لئے بنایا تھا۔ بالکل برباد کر دیا تھا۔ صفحہ ۶۰۔۶۱۔

دفعہ ۳۔ عرب المستعربہ یعنی پردیسی عرب۔ سرسید عرب المستعربہ کی ذیل میں حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم کی اولاد کو اور حضرت ابراہیم کی اس اولاد کو جو حضرت قطورہ سے تھی۔ حضرت عیسو کی اولاد کو بنی ناحور کو۔ بنی ہاران کو شمار کرتے ہیں صفحہ ۶۴ سے ۹۶ تک۔

سرسید نے خطبات احمدیہ میں بزرگان مافوق کی اولاد کا بیان بائبل اور فاسٹر صاحب کے تاریخی جغرافیہ عرب کی تطبیق (مطابقت) میں کیا ہے۔ اسلامی روایات کو اس میدان میں قابل اعتبار نہیں گردانا ہے۔ بزرگان مذکورہ بالا کی اولاد کے حضرت فاطمہ بنت حضرت محمد تک ۲۳۷ قبیلے یا قبائل شمار کئے ہیں۔ پر عرب المستعربہ میں حضرت محمد کے زمانہ تک حکمرانوں کی کوئی فہرست نہیں لکھی ہے۔ جس سے بظاہر یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ عرب میں حضرت تارح اور حضرت ابراہیم کی نسل کبھی برسر حکومت نہیں آئی تھی۔ اگر آئی تھی تو کم از کم تاریخ عرب میں اس کے ثبوت پائے نہیں گئے۔ چنانچہ سرسید کا اپنا بیان اس پر شاہد ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

حضرت اسماعیل کے بارہ بیٹوں میں سے قیدار کی اولاد نے ایک عرصہ کے بعد شہرت حاصل کی۔ اور مختلف شاخوں میں متفرع (کسی چیز سے اپس کی شاخ کی طرح نکلنے والا) ہو گئی۔ مگر بہت صدیوں تک یہ بھی اپنی اصلی حالت پر رہی اور مدت تک ان میں ایسے لیئق (لائق، قابل) اور نامی اشخاص جنہوں نے اپنی لیاقتوں اور عجیب و غریب قابلیتوں کی وجہ سے نامور ہونے کا استحقاق (ورثے کا حق) حاصل کیا ہو یا سلطنتوں اور قوموں کے بانی ہوئے ہوں۔ پیدا نہیں ہوئے اور اسی وجہ سے قیدار کی اولاد تاریخ کے سلسلہ کو مرتب کرنے میں بہت سی صدیوں کا فصل واقع ہو جاتا ہے۔ مگر یہ ایک ایسا امر ہے جس سے عرب کی قومی اور ملکی روایات کی جو حضرت اسماعیل کی نسل کی بابت چلی آتی ہے۔ کماحقہ تصدیق ہوتی ہے کیونکہ ایک جلاوطن ماں اور بیٹے کی اولاد کی کثرت اور ترقی کے واسطے جو ایسی بیکس اور مصیبت زدہ حالت میں خانہ بدر کی گئی تھی۔ ضرور بلکہ یقیناً ایک عرصہ درکار ہوا ہو گا۔ خصوصاً ایسی ترقی کے واسطے جس نے انجام کار اُن کو دنیا کی تاریخ میں ایک نہایت نامور اور ممتاز جگہ پر پہنچایا اور اُن کی اولاد نے ایسے ایسے کارہائِ نمایاں کئے جنکی نظیر کسی قوم میں نہیں ملتی" صفحہ ۱۰۰۔۱۰۱۔

بیان مافوق سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح ظاہر و ثابت ہے کہ حضرت اسماعیل و حضرت ہاجرہ اور حضرت ابراہیم کا مکہ میں آنا اور کعبہ شریف کا بنانا گو اسلام سے ثابت ہو سکتا ہے۔ مگر تاریخ عرب میں اس کا ثبوت بڑا دشوار ہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے زمانہ میں سرزمینِ حجاز زبردست بادشاہوں کی حکومت کے ماتحت تھی۔ جس میں اجنبی آسانی سے سکونت پذیر ہو ہی نہ سکتے تھے۔ لیکن سرسید کا بیان مافوق کتاب مقدس کے اس بیان کے خلاف معلوم ہوتا ہے جو ہم پیشتر کر چکے ہیں۔ کتاب مقدس کا بیان ہر گز جھٹلایا نہیں جاسکتا ہے۔

www.noor-ul-huda.net

دفعہ ۴۔ عمالیقی حکومت کا بیان۔ تاریخ عرب سے قوم عمالیق کا بھی بڑا تعلق مانا گیا ہے۔ تاریخ اسلام میں اس زبردست قوم کا ذکر آیا ہے۔ عرب کے پڑوس کی اقوام کی تاریخ بھی اس قوم کے کارناموں سے خالی نہیں خیال کی جاسکتی۔ بائبل مقدس میں اس قوم کے کثیر تذکرے آئے ہیں۔ دفعہ ہذامیں مختصر طور سے قوم عمالیق کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ تاریخ عرب پوری روشنی پڑے اور ناظرین کرام کو معلوم ہو جائے کہ ملک عرب زمانہ قدیم میں اپنی شان رکھتا تھا۔

ا۔ تاریخ اسلام اور عمالیق

مولانا عبدالسلام صاحب ندوی نے ابھی حال میں اپنی کتاب "تاریخ الحرمین الشریفین" لکھی ہے۔ اس کتاب سے ناظرین کرام کے فائدے اور آگاہی کے لئے ذیل کا بیان ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ مولانا مدینہ کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"لیکن اس کا سب سے قدیم مشہور نام یثرب ہے۔ جس کی وجہ تسمیہ کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ یثرب سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی فساد کے ہیں۔ دوسرا اقوال یہ ہے کہ وہ یثرب سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ملامت کرنے کے ہیں۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ یثرب ایک کافر کا نام تھا اور اسی کے نام سے یہ شہر مشہور ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے مدینہ کے اس نام کو مکروہ (حرام) خیال کیا ہے۔ لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ یثرب ایک مصری لفظ تربیس کی تحریف (تبدیلی) ہے۔

مدینہ کے قدیم باشندے اور اگر یہ نظریہ صحیح ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کو سب سے پہلے عمالقہ نے ۱۰۱۶ قبل مسیح یا ۱۲۲۲ قبل ہجرت میں مصر سے نکل کر آباد کیا تھا (الرحلتہ الحجازیہ صفحہ ۲۵۲) اور خود مورخین کی تفریحات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس نے مدینہ میں کھیتی باڑی کی کھجور کے درخت لگائے مکانات اور قلعے تعمیر کئے وہ عمالیق یعنی عملاق بن ارفخشد سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد تھی۔ یہ لوگ تمام ملک عرب میں پھیل گئے تھے۔ اور بحرین، عمان، اور حجاز سے لیکر شام اور مصر تک ان کے قبضے میں آگئے تھے۔ چنانچہ فراعنہ مصر (مصر کے فرعون) انہیں میں سے تھے بحرین اور عمان میں ان کی جو قوم آباد تھی۔ اس کا نام جاسم تھا۔ مدینہ میں اُن کے جو قبائل آباد تھے اُن کا نام بنو ہفان، سعد بن ہفان، اور بنو مطرویل تھا۔ اور نجد تیار اور اس کے اطراف میں اس قوم کا قبیلہ بنو عدیل بن راحل آباد تھا اور حجاز کے بادشاہ کا نام ارقم بن ابی الارقم تھا۔ معجم جلدے لفظ مدینہ یثرب۔

وفاءالوفاء میں اور بھی بعض اقوال نقل کئے ہیں۔ مثلاً ایک قول یہ ہے کہ جب حضرت نوح کی اولاد دنیا میں پھیلی تو سب سے پہلے مدینہ کو یثرب میں قانیہ بن مہلا بیل بن ارم بن عبیل بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام نے آباد کیا اور اس کے نام پر مدینہ کا نام پڑا۔ صفحہ ۱۷۲ ۔ ۱۷۳ تک۔

www.noor-ul-huda.net

مولانا عبدالسلام صاحب تاریخ مکہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "مکہ کی تاریخ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے زمانے سے شروع ہوتی ہے۔ ۱۸۸۲ء قبل مسیح میں خدانے ان کو حکم دیا کہ اپنے فرزند اسماعیل اوراُن کی ماں ہاجرہ کولے کر (جیسا کہ تورات میں آیا ہے) ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ وہ ان دونوں کو لیکر اس خشک غیر آباد میدان میں آئے۔ پانی کی قلت سے اس میں کوئی شخص آیا نہیں تھا۔

صرف عمالیق اس کے شمالی وادی میں جس کو حجون کہتے ہیں آباد تھے۔ یہ لوگ یہاں پر بحرین کی طرف سے نکل کر آباد ہوئے تھے۔ اوراُن کی سلطنت شبہ جزیرہ سیناتک پھیلی ہوئی تھی۔ بابلی اُن کو مالیق کہتے تھے۔ اور عبرانیوں نے اُس میں لفظ عم (یعنی امتہ) کا اضافہ کرکے "عم مالیق" بنالیا اور عرب نے تحریف کرکے عمالیق بنادیا۔ مصری لوگ اُن کو ہکسوس یعنی چرواہا کہتے ہیں۔

حضرت ہاجرہ کو چاہ زمزم سے جو اس وادی کے لئے ایک زندگی تازہ تھی اطلاع ہوئی تو عمالیق بھی یہاں آئے۔ اوراس شرط پر اُن کے ساتھ قیام کرنے کی درخواست کی کہ حکومت اُن کے اوراُن کے فرزند کے ہاتھ میں ہوگی۔ چنانچہ اُنہوں نے اس شرط کو قبول کرلیا۔۔۔۔ اس دن سے خانہ کعبہ کے آس پاس کے قبائل میں اس کی شہرت پھیلنے لگی اور لفظ مکہ یا مکا کا اشتقاق (کسی چیز سے نکلنا) اسی سے ہوا۔ کیونکہ یہ ایک بابلی لفظ ہے۔ جس کے معنی گھر کے ہیں اور عمالیق نے یہ نام رکھا ہے صفحہ ۵۷، ۵۸۔

۲۔ سرسید لکھتے ہیں۔ عرب میں جو لوگ آباد ہوئے۔ وہ تین ناموں سے مشہور ہیں۔ ایک عرب البائدہ۔ ایک عرب العاریہ اور ایک عرب المستعربہ عرب البائدہ وہ لوگ کہلاتے تھے جن میں عاد ثمود اور جرہم الاولیٰ اور عمالیق اولی تھے۔ وہ قومیں برباد ہوگئیں اور تاریخ کی کتابوں میں اُن کا بہت کم حال ملتاہے۔ اور یہ سب قومیں ابراہیم سے اور بنا کعبہ سے پہلے تھیں۔

عرب العاربہ کی وہ قومیں ہیں، جنکی نسل یقطان یا قحطان سے چلی ہے اور تمام قبائل عرب اسی نسل میں ہیں۔ حمیر بھی اُنہیں ایک قبیلہ ہے۔ اور بنی حمیر میں بھی ایک قبیلہ عمالیق کے نام سے تھا جو مکہ میں بستا تھا۔ اس پچھلی قوم نے بنی جرہم پر غلبہ پالیا تھا۔ اور کعبہ کی مختار ہوگئی تھی۔ اس زمانہ میں اس قوم عمالیق ثانی نے کعبہ کو پھر بنایا۔ جو غالباً پہاڑوں کے نالے چڑھ آنے سے ٹوٹ ٹوٹ جاتا تھا۔

سرسید تسلیم کرتے ہیں کہ بعض مورخوں نے ان دونوں قوموں میں تمیز نہیں کی اور عرب البائدہ میں جو قوم عمالیق تھی۔ اس کی نسبت تعمیر کعبہ کو خیال کیا اور چونکہ وہ قوم بنی جرہم سے پہلے تھی۔ اسلئے لکھ دیا کہ عمالیق نے قبل بنی جرہم کے تعمیر کعبہ کی تھی۔ حالانکہ اس زمانہ میں نہ ابراہیم تھے نہ کعبہ تھا"۔ خطبات احمدیہ صفحہ ۲۳۳۔

سرسید کی رائے عمالیق کی بابت اپنی ہے۔ وہ کسی شہادت پر مبنی نہیں ہے۔ اس پر خود سرسید فرماتے ہیں کہ عمالیق ثانی کی تعمیر کا زمانہ بھی نہیں معلوم ہوسکتا۔ صفحہ ۳۲۳۔ پھر نامعلوم سرسید نے عمالیق ثانی کا خیال کس فائدے کے لئے ظاہر فرمایا تھا۔ شائد اس سے آپ کا یہ مدعا (مقصد) ہوگا کہ کعبہ کی تعمیر اوّل کو حضرت ابراہیم واسماعیل سے منسوب (جڑاہوا) فرمائیں۔ مگر ہم اُس کی بابت کیا کہہ سکتے ہیں۔ خود مسلم مورخ کعبہ شریعت کی تعمیر حضرت

www.noor-ul-huda.net

ابراہیم سے ہزاروں برس پیشتر کراگئے ہیں کیاان مورخوں کے بیانات اور کعبہ شریف کے متعلق دیگر روایات کو جھٹلائیں ؟اور ایسا کرنیکی کسی کی کیا مجال ہوسکتی ہے۔جوان مورخوں اور روائتوں کے خلاف فتویٰ دے۔

سر سید کی رائے خواہ کیسی ہی زبردست ہوپر ہم مولانا عبدالسلام کی رائے کو ترجیح دینے کیلئے مجبور ہیں۔کیونکہ اس میں زیادہ صداقت نظر آتی ہے۔اس کے سوامولانا کی رائے بائبل کے بیان سے زیادہ موافقت رکھتی ہے۔

اس کے سوا تاریخ اسلام کی ایک خامی جو حضرت ابراہیم وحاجرہ واسماعیل کے مکہ میں آنے اور کعبہ کو تعمیر کرنے کی بابت ہے وہ تو ویسی کی ویسی روحانی ہے۔اُسے نہ تو سر سید نے واقعات کی بنأپر پورا کیا ہے نہ مولانا عبدالسلام صاحب نے پورا کرکے دکھایا ہے۔تاریخی واقعات جن کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔تاریخِ اسلام کی اس خامی کے پُر کرنے میں کسی صورت میں معاون ومددگار بنتے نظر نہیں آتے تاریخِ اسلام ایسے زبردست قرائن (قرینہ کی جمع،طریقے) پیش کرتی ہے۔جن سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ مکہ مدینہ بلکہ کعبہ تک عمالیق قوم کی یادگار میں ہیں۔ان سے حضرت ابراہیم یا اسماعیل کا تعلق اعتقاد تو ثابت ہے مگر تاریخِ اسلام کا مکہ وکعبہ کی خصوصیت سے حضرت ابراہیم واسماعیل سے منسوب کردینا کسی تاریخی ثبوت پر مبنی نہیں کیا گیا ہے۔

اس بات سے انکار نہیں ہوسکتا کہ عمالیقی اور صابی حکومتوں کے خارجی اور اندرونی اسباب سے کمزور ہوجانے پر حضرت ابراہیم کی عربی نسل نے ضرور ترقی کی ہوگی۔رفتہ رفتہ اس نے اقبال حاصل کیا ہوگا۔اور وہ حجاز تک پہنچ کر حکمران بن گئی ہوگی۔مگر تاریخ اسلام اس ترقی پر خاموش ہے۔وہ تو وہاں عرب العاربہ کی مستقل حکومت دکھارہی ہے۔

پانچویں فصل

عربوں کا مذہب آثارِ قدیمہ کی روشنی میں

تمام دنیا میں مذاہب حضرت نوح کے تینوں بیٹوں کے تین خاندانوں سے متعلق ہونے سے ابتدائی صورت میں تین مذہب قرار پائے ہیں۔یعنی یافت کی نسل کی اقوام کا مذہب۔حام کی نسل کی اقوام کا مذہب اور سام کی نسل کی اقوام کا مذہب۔پھر یہ تینوں مذاہب ہر ایک قوم میں سینکڑوں صورتوں میں تقسیم ہوگئے ہیں۔پر تو بھی ہر ایک خاندان کے مذاہب اپنے اصلی مذہب سے اشتراک رکھتے آئے ہیں۔اُنہوں نے اپنے افتراق (اختلاف،جُدائی) میں اصلی مذہب کو ضائع نہیں کیا ہے۔

حام بن نوح کی اقوام میں ایک خاص قسم کے مذہب کی بنیاد پڑی۔جسے مصری مذہب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔مصری مذہب ہمہ اوستی (ہر چیز خُدا ہے) مذہب تھا جو کائنات دیدنی کی ہر ایک چیز کو خدا مانتا تھا۔خدا کے لئے موت اور جنم لازمی قرار دیتا تھا۔سورج اور چاند اُن کے بڑے معبود تھے۔بادشاہ اُن کے نزدیک سورج دیوتا کے اوتار (دیوتا کا جنم لینا) سمجھے جاتے تھے۔وہ دنیا کے ہر ایک مخلوق کو کسی نہ کسی معانی میں اپنے معبود کا مظہر (ظاہر کرنے والا) خیال کرتے تھے۔زمانہ قدیم کی اقوام خصوصاً مغربی ایشیاء اور یورپ اور ہند کی اقوام تک یہی مذہب مانا جاتا تھا۔بابلی اقوام میں

تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اس مذہب کی پیروی ہوتی تھی مگر حضرت سم کی نسل کی اقوام میں بالکل دوسرا مذہب مروّج تھا۔ اگرچہ سام بن نوح کی نسل کی بعض اقوام مصری اور بابلی مذہب قبول کرچکی تھیں۔ تو بھی عام طور سے اُن کے درمیان واحد خدا کا زبردست اعتقاد تھا۔ گو وہ بتوں کو پوجتی تھیں۔ ملک عرب کے قدیم باشندوں کا یہی مذہب تھا۔

جائے افسوس ہے کہ حضرت سام بن نوح کی نسل نے تہذیب وشائستگی کو شروع کرکے اس میں ایسی ترقی نہ کی جیسی کہ حام بن نوح اور یافت بن نوح کے خاندان کی اقوام نے کی تھی۔ خصوصاً باشندگانِ عرب نے فن تحریر کو جنم دیکر اسے ابتدائی حالت میں چھوڑ دیا۔ علم ومعلومات کے بڑھانے اور گذشتہ واقعات وروایات کو ضبط تحریر میں لانے کی کبھی کوشش نہ کی اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ حضرت محمد سے پیشتر کے عربوں کی تاریخ اور تہذیب وشائستگی مٹ گئی۔ وہ میدان ترقی میں پیچھے رہ گئے۔ اُن کا جیسا حال آج تک دیکھا جاسکتا ہے ویسا حال حضرت محمد سے پیشتر ہزارہا برس تک دیکھا جاسکتا ہے اس وجہ سے قدیم عربوں کے مذہب وعقائد کا اور اُن کی تہذیب وشائستگی کا پورا اور صحیح حال دریافت کرنا نہایت دشوار ہے۔ ان کے مذہب وعقائد کے جاننے کے لئے ہمارے پاس تاریخ اسلام اور بائبل اور مصر اور بابل اور عرب کے آثارِ قدیمہ کے سوا کوئی اور ذریعہ ایسا نہیں ہے جس سے ہم قدیم عربوں کے مذہب وعقائد کو دریافت کریں۔

دفعہ ا۔ مصر کے آثارِ قدیمہ میں عربوں کی خدا پرستی کے شاہد

ا۔ اگر ہم اس بات کو تسلیم کرلیں کہ مصر کے چوپان حکمران عرب کے باشندے تھے تو ہمیں مصری یادگاروں سے اس بات کا سُراغ مل سکتا ہے کہ عرب زمانہ قدیم میں مصری مذہب ومعبودوں کے دشمن تھے۔ وہ واحد خدا کے ماننے والے تھے۔ مثلاً یوسیفس یہودی مورخ نے مصر کے کاہن مورخ سے ایک اقتباس اپنی کتاب میں ان چوپان بادشاہوں کی نسبت ان معافی کا کیا ہے کہ ان چوپان بادشاہوں نے بغیر جنگ مصر پر غالب آکر مصر کے شہروں کو جلا ڈالا۔ مصریوں کے معبودوں کے بُت خانوں یا ہیکلوں کو برباد کرڈالا اور مصریوں پر سخت ظلم وتشدد روا رکھا دیکھو ڈاکٹر پینچ کی کتاب صفحہ ۳۵۱۔ یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ عرب مصریوں کے مذہب کے اور اُن کے معبودوں کے نہ صرف ماننے والے نہ تھے بلکہ اُن سے سخت نافرتھے۔

۲۔ ڈاکٹر پینچ اس سے بڑھ کر یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ چوپان شاہان مصر (واحد خدا کے پرستار تھے۔ اپوپی بادشاہ چوپان بادشاہوں میں سے تھا وہ واحد خدا کا پرستار تھا۔ صفحہ ۲۵۴۔

۳۔ آثارِ قدیمہ کے ماہرین نے مصر میں عرب چوپان بادشاہوں کا زمانہ حکومت ۲۱۰۰ قبل از مسیح سے ۱۵۸۷ قبل از مسیح تک قرار دیا ہے۔ اس زمانہ میں حضرت ابراہیم ملک مصر میں گئے۔ اسی زمانہ میں حضرت یوسف مصر میں بیچے گئے۔ اسی زمانہ میں حضرت یعقوب اپنی تمام اولاد کو لیکر مصر میں پہنچے۔ اسی زمانہ میں مصر کے حکمرانوں نے اسرائیل سے خوش سلوکیاں کیں۔ یہ تمام باتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مصر کے چوپان حکمران واحد خدا کے ماننے والے تھے۔

www.noor-ul-huda.net

۴۔ مصر کی قدیم یادگاروں میں ایک تحریر واحد اکی بابت پائی گئی ہے۔ جس کا خلاصہ مطلب مع بائبل کے حوالوں کے ذیل میں دیا جاتا ہے۔ تعجب نہیں کہ یہ تحریر عرب کے چوپان بادشاہوں کے زمانہ میں مشہور ہو۔

مصری زبان میں لفظ "نوتر" خدا کے لئے آیا ہے۔ گو وہ معبود کو نوتر کہتے تھے تو بھی ایک تحریر "نوتر" کی حسب ذیل تعریف آئی ہے۔ جس کے ساتھ ہی بائبل کے حوالے بھی نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) خدا واحد اور ایک ہے۔ اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے (استثنا ۶: ۴، ۲ سیموئیل ۷: ۲۲۔ یسعیاہ ۴۵: ۵، ۲۱۔ ملاکی ۲: ۱۰۔ ۱ کرنتھیوں ۷: ۶ افسیوں ۴: ۶)۔

(۲) خدا واحد ہے۔ اس ایک نے تمام چیزیں بنائیں یوحنا ۱: ۱۳۔ کلسیوں ۱: ۱۶)

(۳) خدا ایک روح ہے۔ ایک پوشیدہ روح وہ روح الارواح ہے جو مصر کی عظیم روح ہے جو الٰہی روح ہے۔ (یوحنا ۴: ۲۴، عبرانیوں ۱۲: ۹)۔

(۴) خدا ابتدا سے ہے اور وہ ابتدا سے ہست ہے پیدائش ۱: ۱ یوحنا ۱: ۱، کلسیوں ۱: ۱۷)۔

(۵) خدا اول ہے۔ وہ سب چیزوں سے پہلے ہے۔ وہ تب سے ہے جب ہنوز کوئی چیز نہ تھی۔ اور جو کچھ اُس نے بنایا وہ سب اپنے بعد بنایا۔ (مکاشفہ ۴: ۱۱)

وہ ابتداؤں کا باپ ہے۔ (مکاشفہ ۱: ۸)

خدا ازلی و ابدی ہے (استثنا ۳۳: ۲۷۔ ۱ تمطاؤس ۱: ۱۲)۔

اس کی ابتدا اور انتہا نہیں ہے۔ وہ ابد آلا باد رہنے والا ہے (زبور ۱۰: ۱۶، ۹۰: ۲، ۱۰۲: ۲۵۔ ۲۷: یرمیاہ ۱۰: ۱۰)۔

(۶) خدا پوشیدہ ہے۔ کوئی اس کی صورت کو محسوس نہیں کر سکتا نہ اُس کی مشاکلت (ہم شکل) کی پیمائش کر سکتا ہے (خروج ۳۳: ۲۰ یوحنا ۱: ۱۸۔ ۱ تمطاؤس ۶: ۱۶۔

وہ دیوتاؤں اور انسانوں سے پوشیدہ ہے۔ جو اپنی مخلوقات کے لئے راز سربستہ ہے۔ (ایوب ۳۷: ۲۳)۔

(۷) خدا برحق ہے۔ (زبور ۲۵: ۱۰۔ ۳۱: ۵، ۵۷: ۳۔ ۸۹: ۱۴۔ ۹۱: ۴۔ ۱۰۰: ۵، ۴۶: ۱۔ یرمیاہ ۱۰: ۱۰۔ یوحنا ۱۴: ۱۶)۔ وہ صداقت و سچائی سے زندہ ہے۔ وہ صداقت سے زندہ ہے۔ وہ صداقت کا بادشاہ ہے۔

(۸) خدا زندہ ہے انسان صرف اسی کے وسیلے زندہ ہے (اعمال ۱۷: ۲۸)۔ وہ زندگی کا دم اُن کے نتھنوں میں پھونکتا ہے (پیدائش ۲: ۷ ایوب ۱۲: ۱۰، ۳۳: ۶، دانی ایل ۵: ۲۳۔ اعمال ۱۷: ۳۵)۔

(۹) خدا باپ ہے اور ماں ہے (استثنا ۳۲: ۶، زبور ۲۷: ۱۰، ۶۸: ۵، یسعیاہ ۹: ۶ ملاکی ۲: ۱) وہ باپوں کا باپ ہے اور ماؤں کی ماں ہے۔

www.noor-ul-huda.net

(۱۰)خدا پیدا کرتا ہے۔(زبور ۳:۷۔یوحنا ۱:۱۴،۱۸،۳:۱۶،۱۸)۔

لیکن وہ کسی سے پیدا نہیں ہوتا۔وہ جنم دیتا ہے۔پر اُس کو کوئی جنم نہیں دے سکتا۔

(۱۱)وہ آپ اپنا پیدا کنندہ ہے۔اور اپنے آپ کو خود جنم دینے والا ہے۔وہ بناتا ہے۔لیکن خود نہیں بنتا(امثال ۱۶:۱۴۔یسعیاہ ۴۵:۱۲۔یرمیاہ ۲۷:۵۔)

وہ اپنی شکل وہستی کا خود موجد ہے اور اپنے جسم کو آپ بنانے والا ہے۔

خدا زمین وآسمان کا خالق ہے۔گہراؤ، سمندر، پہاڑ، خدا نے آسمان پھیلائے اور اُن کے نیچے زمین کو استوار (زبور ۱۰۴:۵۔امثال ۷:۲۸۔یسعیاہ ۴۰:۱۳،۴۲:۵عموس ۴:۱۳)۔

(۱۲)تاکہ جو اس کی رضا ومرضی ہو اُن سے فوراً تکمیل پائے۔اور جب وہ ایک دفعہ کہہ دے فوراً وجود نما ہو اور ابدآلا باد قائم ثابت رہے (زبور ۱۴۸:۵، ۶)

(۱۳)خدا جملہ معبودوں کا باپ ہے اور تمام الہوں کا مورث اعلیٰ (سب سے بڑا بزرگ) ہے (استثنا ۱۰:۱۷،زبور ۷۶:۸،۱۳۵:۵)۔

(۱۴)خدا اُن پر مہربان ہے جو اُس سے ڈرتے ہیں(خروج ۳۴:۶۔گنتی ۱۴:۱۸۔۲تواریخ ۱۳:۹۔نوحہ ۳:۲۲،رومیوں ۹:۱۵)وہ اُن کی سنتا ہے جو اسے پکارتے ہیں(گنتی ۲۵:۱۶۔زبور ۳۴:۱۷)۔وہ زبردستوں کے مقابل کمزوروں کی حفاظت کرتا ہے(زڈور ۳۵:۱۰۔امثال ۲۲:۲۲،۲۳،ملاکی ۳:۵)۔ خدا اُن کو جانتا ہے جو اُسے جانتے ہیں(زبور ۱:۶۔نحمیاہ ۱:۷)جو اس کی عبادت کرتے ہیں وہ اُن کو اجر دیتا ہے(زبور ۵۸:۱۱۔یسعیاہ ۴۰:۱۰۔لوقا ۹:۱۲۔۲۷)جو اس کی پیروی کرتے ہیں اُن کی وہ حفاظت کرتا ہے۔

(۱۵)خدا کی فرمانبرداری اس سے محبت کرنا ہے۔لیکن اس کی نافرمانی اس سے نفرت کرتا ہے(۱سیموئیل ۱۵:۲۲:۲۳)۔

(۱۶)خدا کی ہیکل میں تیری آواز بلند نہ ہو۔ایسی باتیں خدا کے نزدیک نفرت انگیز ہیں(واعظ ۵:۱،۲،۶،متی ۶:۶۔۷)۔

(۱۷)خُدا بدکاروں کو جانتا ہے۔وہ اُن کو فنا کریگا(زبور ۵۸:۱۰،۲۹۔۱:۴،امثال ۳:۳۳،۱۴:۱۱) ملاحظہ ہو بائی پاتھس آؤ بائبل نالج جلد ۸ مصنف ای۔ اے ڈبلیو بج۔ایم اے۔صفحہ ۱۳۰۔۱۳۳۔ناظرین کرام میں سے کون ایسا شخص ہو سکتا ہے جو بیان مذکورہ بالا کو پڑھ کر دنگ (حیران) اور متحیر (ہکابکا) نہ ہو جائے۔ہمارے نزدیک ہمارے زمانہ میں خدا کی بابت اس عقیدہ سے بہتر عقیدہ بائبل سے باہر ملنا سخت دشوار ہے۔

دفعہ ۲۔مسوپتامیہ میں عرب واحد خدا کے پرستار نہ رہے۔اہلِ عرب زمانہ قدیم میں بابل کی سلطنت کے مالک ہوئے وہاں اُنہوں نے زبردست تہذیب وشائستگی کی بنیاد ڈالی۔پر بابل کی حکومت اور بابل کا بُت پرست مذہب اُن پر غالب آگیا۔وہاں وہ واحد خدا کے پرستار نہ رہ سکے۔نہ بابلی عرب وہاں پر اپنا کوئی امتیاز قائم رکھ سکے۔

www.noor-ul-huda.net

بابل۔ اکاد۔ نینوہ اور کسدیوں کی تہذیب وشائستگی اگرچہ مصری تہذیب وشائستگی میں بعض باتوں میں نہایت ممتاز (نمایاں) تھی۔ مثلاً بابلی تہذیب وشائستگی میں یہ وصف خاص تھا کہ اس میں مختلف اقوام کے لوگ اُسے مان کر ایک ہو جاتے تھے۔ ان میں باہمی امتیاز نہ رہتا تھا۔ پر مصر کے مذہب کا یہ حال نہ تھا۔ مصری غیر اقوام کو اپنے مذہب میں داخل ہی نہ کرتے تھے۔ اگر کوئی اُن کے مذہب کو مان بھی لیتا تو اُنہیں اپنی مساوات (برابری) نہ دیتے تھے۔ پر بابل تہذیب وشائستگی میں یہ وصف ضرور تھا کہ گویا بابلی مذہب اور مصریوں کا مذہب اصولاً ایک تھا۔ پر بابلی مذہب میں دیگر اقوام کے لوگ داخل ہو کر اپنا امتیاز کھودیتے تھے۔ اس وجہ سے عرب جو بابل میں آئے وہ مذہبی طور سے بابلی ہی بنیں گے۔ مصر کے چوپان بادشاہوں کی طرح وہ اپنی ہستی کو بابلیوں سے جدا قائم نہ رکھ سکے۔

اہلِ بابل و نینوہ علم نجوم کے موجد و ماہر تھے وہ اجرامِ فلکی کی عزت وعبادت کیا کرتے تھے۔ اُن کے معبود کثیر تھے۔ جو مذکر و مونث تھے اور صاحب اولاد تھے۔ اُن کے بڑے بڑے معبود حسب ذیل تھے۔

مذکور معبود	مونث	اُن کی اولاد
ا۔انو	انات	رمون
۲۔ابیایاحیا	دمکینا	سمس یا شمش
۳۔بیل	بیلتس	سن چاند۔ پائی پا تھس آؤ بائبل نالج جلد صفحہ ۱۲۸۔

بابل اور نینوہ اور اکاد اور ادر، اور فینکی اور کنعان کے آثارِ قدیمہ سے پایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ کے قریب مغربی ایشیاء میں بابلی مذہب عام طور سے مانا جاتا تھا۔ اس مذہب کے معبود بے شمار تھے۔ بابل اور اکاد اور سمیر دحاران میں ان معبودوں کے لئے شاندار مناد بنے تھے۔ عرب بھی اس مذہب کے غالب اثر سے محفوظ نہ تھا۔ مصریوں کی طرح بابل کے مذہب میں بھی معبودوں کے ساتھ پیدا ہونے اور مرنے کی بیماری لگی ہوئی تھی۔ بابل میں بھی بادشاہ کو خدا کا مظہر (ظاہر کرنے والا) مانا جاتا تھا۔ باقی جو مکروہات (نفرت انگیز چیزیں) مصریوں کے مذہب میں جائز تھیں۔ بابلی مذہب میں بھی عام تھیں جن کا یہاں پر ذکر کرنا مناسب نہیں ہے۔

زمانہ قدیم کی یادگاروں میں ملک عرب کے بعض معبودوں کا ذکر ملتا ہے مثلاً لات کی پوجا بابل میں بھی ہوتی تھی۔ ڈاکٹر پنچ کی کتاب صفحہ ۱۸۳

دفعہ ۳۔ قدیم عربوں کا مذہب آثار قدیمہ کی روشنی میں

گو قدیم عربوں کا مذہب عام طور سے مصریوں اور بابلیوں کا ہی مذہب تھا۔ پر اس میں کچھ خصوصیت بھی پائی گئی ہے۔ ڈاکٹر گریسر کی اُن دریافت میں جو آپ نے یمن اور حضر موت کے آثار قدیمہ کے متعلق شائع فرمائی ہیں بات معلوم ہو سکتی ہے کہ قدیم صابی یادگاروں میں لوگوں کے ایسے

نام ملے ہیں جوایل۔ ایلی۔ ایلو نامی معبود سے مرکب ومنسوب (نسبت کرنا) ہیں۔ان سے یہ بات ظاہر ہوسکتی ہے کہ قدیم زمانہ کے عربوں میں واحد خدا کا اعتقاد (یقین۔ایمان) عقیدہ ضرور پایا جاتا تھا۔ پر ان اسماء سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ قدیم زمانہ کے صابی بُت پرست وشرک پرست (کُفرپرست) نہ تھے۔

ا۔ اسلامی زمانہ کی تحریرات کے زمانہ سے پیشتر قدیم عربی یادگاروں میں خدا کا نام اللہ یا الرحمن کا کہیں پتہ نشان نہیں ملتا ہے۔ ہم نے ان کتب میں جو ہمارے پاس آثارِ قدیمہ کے متعلق موجود ہیں ان دونوں ناموں کے متعلق تلاش وجستجو (کوشش) کی۔ پر ان میں کسی شخص کا نام عبداللہ یا عبدالرحمن وغیرہ نہ پایا۔ جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خدا کے یہ دونوں مقدس اسم صابی تہذیب وشائستگی کے بعد زمانہ کے ہیں۔ ابتدائی زمانہ میں حضرت سام بن نوح کی عربی نسل کے معبود کا نام ایل ہی تھا۔ جو ذیل کے صابی کتبوں کے اسماء میں جزو عظیم بنایا گیا ہے۔ مثلاً الی عزا، الی یداء، الی کریبا، الی ربی، الی سعد او غیرہ یسماءاُلو یحرام الو یحمی الو۔ وہو الی وغیرہ۔ دیکھو پروفیسر، فرہمل کی کتاب اینشینٹ ہبروٹریڈیشن صفحہ ۸۳، ۸۶ تک

یاد رکھنا چاہیے کہ یمن اور حضر موت کے آثارِ قدیمہ ایسے رسم الخط میں پائے گئے ہیں جو مروجہ عربی کی رسم کے الخط سے کچھ مشابہت نہیں رکھتے۔ ہم نے اسماء مافوق کو انگریزی رسم الخط سے لیا ہے۔ جسے مذکورہ بالا صورت میں ہم نے لکھا ہے۔ تاکہ ناظرین کرام ملاحظہ فرمالیں کہ عرب کی قدیم تہذیب وشائستگی اس بات کی شاہد (گواہ) ہے کہ قدیم عربوں کا معبود۔ ایل۔ الی اُلو دجزو میں بخوبی عیاں (ظاہر) ہے۔ انہیں اسماء کے جزو اوّل یا آخر سے اغلباً (یقینی) عربی زبان کا اسم اللہ بنا ہے جو ہمارے زمانہ تک پہنچا ہے۔ جو خُدا کا پاک ومقدس نام مانا جاتا ہے۔

اگرچہ صابی زمانہ کی عربی یادگاروں میں خدا کا نام ایل یا الی یا الو مذکور ہوا ہے تو بھی یمن وحضر موت کی ماعونی یادگاروں میں۔۔۔۔۔ قدیم عربوں کے بعض ایسے معبود مذکور ہوئے ہیں۔ جو بعض بابلی اور بعض خاص عربوں کے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً استر دیوی، کباد دیوی، ود، انکریہ، یہرک، لشک کی دیوی وغیرہ۔ استر اور کباد بابلیوں کے معبودوں میں داخل ہیں۔ باقی معبود خاص عربوں کے ہیں (ہمل صفحہ ۸۰، ۸۱)

۲۔ اگر اہلِ عرب کو بائبل کی روشنی میں سے دیکھا جائے تو ہمیں حضرت ابراہیم کے زمانہ کے بعد سے ملک عرب کے شمال مغربی ممالک میں اور خاص کر شمال عرب کے وسطہ میں واحد خدا کے پرستاروں کی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جن کی خداپرستی ہمارے زمانہ تک ایک مسلمہ امر ہے۔ مثلاً

حضرت ابراہیم کے زمانہ میں ملک کنعان میں ملک صدق نامی واحد خدا کا پرستار بادشاہ تھا۔ جس کو حضرت ابراہیم نے بھی دہ یکی دی تھی۔

حضرت ایوب اور آپ کے دوستوں کے حال سے کون بائبل پڑھنے والا نہ ناواقف ہے۔ خداپرستی میں جو صعوبتیں (مشکلیں) اور مصیبتیں اس بزرگ ہستی نے برداشت کیں وہ اپنی آپ مثال ہیں۔ یہ حضرت ایوب ملک عرب کے شہر عوض کے گویا بادشاہ تھے۔ جن کے تمام دوست عربی شہزادے تھے۔ وہ ایک ملک عرب کے موحدین کی چوٹی کے بزرگ تھے۔ جس کی خداپرستی کی دھوم کنعان کے موحدین تک پہنچی۔ اور اُنہوں نے آپ کی زندگی کے حالات لکھ کر مقدس نوشتوں میں شامل کیا۔

اس کے سوا حضرت موسیٰ کے زمانہ میں تیر و مدیان کا ہن تھا جو اپنی خدا پرستی میں اتنی شہرت رکھتا تھا کہ حضرت موسیٰ جیسا خدا پرست اور غیر تمند شخص چالیس برس تک اس کے گھر رہ سکا۔ بلعام کو بھی واحد خُدا کے عارفوں (ولیوں۔ پہچاننے والوں) میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

اگر اسلامی روایات پر اعتبار کیا جاسکے تو ہمیں ملک عرب میں۔ حضرت شعیب، ہود، صالح و لقمان جیسی بزرگ ہستیاں ایسی مل سکتی ہیں جو واحد خدا کی پرستار تھیں۔ اُنہوں نے اپنے معاصرین (ہم زمانہ لوگ۔ اپنے ہم عصر) عربوں کو واحد خدا کی پرستش کے سبق پڑھائے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ دنیا میں خدا پرستی پھیلانے میں کامیاب نہ ہوئے تھے۔ اور نہ وہ بُت پرستی اور شرک پرستی کی قوت و طاقت پر غالب آسکے۔ اس غلبہ عالمگیر کے لئے خدا نے حضرت ابراہیم عبرانی کو ہی برگزیدہ کیا تھا۔ جس کا ذکر آنے والا ہے۔

چھٹی فصل

تاریخِ اسلام کے قدیم عربوں کا بیان

عرب کے پڑوسی ممالک کی تاریخ میں عربوں کا شاندار بیان مل سکتا ہے۔ پیشتر کی فصول کا بیان محض ایک مشتے نمونہ از خروارے (ڈھیر میں سے مُٹھی بھر) کے طور پر ہدیہ ناظرین کیا گیا ہے۔ لیکن اگر اس پر تاریخ اسلام کا بیان بڑھایا نہ جائے تو نا تمام رہ جاتا ہے۔ اس وجہ سے ہم اختصار (کوتاہی) کے ساتھ تاریخ اسلام سے بھی قدیم عربوں کی کیفیت نذر ناظرین کرتے ہیں۔

تاریخ اسلام میں گو قدیم عربوں کی بابت بہت کچھ بصورت روایات جمع کیا گیا ہے۔ تو بھی اس سے مستند (تصدیق) کرنا ذرا مشکل ہے۔ ملک ہند کے مسلم علمانے تاریخ اسلام کی سند سے جو بیانات قدیم عربوں کی بابت قلمبند فرمائے ہیں ہم اُن میں سے چند بیانات ناظرین کرام کی آگاہی کے لئے نقل کرتے ہیں۔

دفعہ ا۔ مولانا عبد السلام اور قدیم عرب

قدیم عربوں کے حالات جناب مولانا عبد السلام صاحب ندوی نے اپنی کتاب "تاریخ الحرمین الشریفین" میں جناب مرحوم سر سید احمد خاں صاحب نے اپنے خطبات احمدیہ میں رقم فرمائے ہیں۔ انہیں کتب سے صابیوں اور عمالیق کا مندرجہ ذیل بیان اقتباس کیا جاتا ہے۔ جس کے حق و باطل (غلط) ہونے کے ذمہ وار یہی صاحبان ہیں۔ خانہ کعبہ کے بیان کی ذیل میں مولانا عبد السلام صاحب صابیوں اور عمالیقیوں کی بابت تحریر کرتے ہیں۔

www.noor-ul-huda.net

کہ اسلام سے ۲۷ صدی پیشتر تمام عرب کے نزدیک خانہ کعبہ ایک قابل احترام چیز تھااوراس میں عرب کے بُت پرست اور عرب کے یہودی اور عرب کے عیسائی سب کے سب یکساں حیثیت رکھتے تھے۔صرف عرب کی ہی خصوصیت نہیں بلکہ عزت جزیرہ عرب سے نکل کر ہندوؤں تک کے قلوب (درمیان) میں جاگزیں ہوگئی تھی۔اوران لوگوں کا اعتقاد (یقین) یہ تھا کہ جب ان کے ایک دیوتا بغی شیو۔نے اپنی بی بی کے ساتھ ملک حجاز کی زیارت کی تواس کی روح سنگ اسود میں حاول کر کے رہ گئی۔یہ لوگ مکہ کومکشتا یا موکشیشا نایعنی شیشا یا شیشانا کا گھر کہتے تھے اور غالباً یہ اُن کے دیوتاؤں کے نام ہیں۔

مروج المذہب میں جہاں بیوت معظمہ پر بحث کی گئی ہے وہاں لکھاہے کہ فرقہ صابئہ کا یہ اعتقاد (یقین) تھا کہ خانہ کعبہ اُن ساتوں گھروں میں داخل ہے جن کی وہ عزت کرتے ہیں اور نیز اُن کا یہ اعتقاد تھا کہ وہ زحل کا گھر ہے۔اور زحل کے وجود وبقا کے ساتھ ابدالا آباد تک قائم رہیگا۔ابتداء میں تمام مشرقی ممالک بالخصوص ملکِ عجم،ملک ہند،اور کلدان جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مولد (پیدا ہونے کی جگہ) ومنشا تھا۔صابی المذہب تھے اوران میں یہ مذہب اب تک قائم ہے۔ان میں بعض فرقے آفتاب (سورج) اور سبع سیارہ (سات سیارے) کو خدامانتے تھے۔اوران کو مدبرات کے نام سے پکارتے تھے اوراُن کی پرستش کے لئے عبادتگاہیں تعمیر کرتے تھے۔بعض مورخین کا بیان ہے کہ یہ لوگ اپنی عبادت گاہوں کے گرد حرم (شرفا کا زنانہ خانہ) بناتے تھے تاکہ ان میں اجنبی لوگ نہ داخل ہوسکیں۔غالباً ہر ستارے کے فلک کے گرد جو دائرہ اس غرض سے قائم ہے کہ دوسرا استارہ اس کے حدود میں قدم نہ رکھ سکے۔اُسی سے ان لوگوں نے حرم کے بنانے کا خیال پیدا کیا۔غالباً وہ اپنی عبادت گاہوں کا طواف (کسی چیز کے چاروں طرف گھومنا) بھی کرتے ہونگے اور تمام ستارے جو سورج کے گرد گھومتے ہیں۔اُن سے یہ نتیجہ نکلتاہے کہ وہ اس کے تابع ہیں اسی سے ان لوگوں نے طواف کی رسم قائم کی ہوگی۔غالباً وہ اپنی عبادتگاہوں کے گرد سات چکر بھی لگاتے ہونگے کیونکہ اس کو سبع سیارہ سے ایک خاص تعلق ہے یعنی یہ کہ وہ ان عبادت گاہوں میں سے ہر ایک عبادت گاہ کے گرد سات پھیرے لگاتے ہونگے تاکہ ہر ستارے کے لئے ایک پھیرا ہو جائے (تاریخ الحرمین الشریفین صفحہ ۹۸،۹۹)۔

0اور درحقیقت یہ کوئی تعجب انگیز (حیرت انگیز) بات نہیں ہے۔کیونکہ تھوڑے بہت اختلافات کے ساتھ ہر قوم کی شریعت قدیم شریعتوں سے ماخوذ (اخذ کیا ہوا) ہے۔خود شریعت ابراہیم عمالقہ شمال کی شریعت سے مستفید (فائدہ اٹھانے والا) ہوئی ہے۔جنہوں نے پندرھویں صدی قبل مسیح میں عراق میں ایک نہایت ترقی یافتہ سلطنت قائم کی تھی۔اخیر میں علمائے آثارِ قدیمہ نے بابل اوراشور کے کھنڈروں میں اُن کے بہت سے آثارِ نکالے ہیں جن میں سے اُن کی تمدنی (مل کر رہنے کا طریقہ۔طرزِ معاشرت) ترقی کا پتہ چلتاہے۔اورانہی میں ان کی شریعت کے بہت سے مواد بھی شامل ہیں۔آج ان آثارِ کا بہت سا ذخیرہ برلن اور لندن کے عجائب خانوں میں موجود ہے۔سب سے پہلے انہی عمالقہ نے علم الفلک کی ایجاد کی تھی اور ستاروں اور آسمانوں کی حرکت کا پتہ لگایا تھا۔کیونکہ اُن کے یہاں یہ علم صرف ایک مذہبی علم تھااور یہی وجہ ہے کہ تمام صابیوں میں باوجود اختلاف قومیت کے عام طور پر اس علم کی اشاعت ہوئی۔

یہ بھی ممکن ہے کہ طواف کے ان سات پھیروں کو ستاروں سے کوئی تعلق نہ ہو۔بلکہ ان کی تعداد اس لئے مقرر کی گئی ہو کہ سات کا عدد اہلِ ریاضی کے نزدیک عدد کامل یعنی تمام اعداد کا مجموعہ ہے۔کیونکہ عدد کی دو قسمیں ہیں جفت اور طاق،اور جو اعداد جفت ہوتے ہیں ان میں اول ودوئم کی

ترتیب ہوتی ہے۔ مثلاً دو کا عدد جفت اول اور چار کا عدد جفت دوئم ہے طاق عددوں کی بھی یہی حالت ہے۔ مثلاً تین کا عدد طاق اول اور پانچ کا عدد طاق دوئم ہے۔ اس لحاظ سے اگر جفت اول یعنی دو کا عدد طاق دوم یعنی پانچ کے عدد کے ساتھ طاق اول ہو یعنی تین کا عدد جفت دوم یعنی چار کے ساتھ ملایا جائے تو سات کا عدد پورا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک کے عدد کو جو کہ تمام اعداد کی اصل ہے چھ کے ساتھ جو حکماء کے نزدیک عدد تام ہے ملایا جائے تو اس سے سات جو کہ عدد کامل ہے پورا ہو جاتا ہے اور یہ خاصیت سات کے عدد کے علاوہ اور کسی عدد میں پائی نہیں جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ جب کسی تعداد میں مبالغہ (کسی چیز کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا) کرنا چاہتے ہیں تو اسی عدد کا استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ "خدا کو سات بار یاد کرو"۔ رسول اللہ پر سات بار درود بھیجو" سات کنکریوں کے ساتھ رمی جمار (کنکریاں پھینکنا) کرو" غرض یہ عدد بہت سی عبادات میں مستعمل (استعمال) ہے اور یہی وجہ ہے کہ آسمان سات ہیں۔ سیارے سات ہیں۔ اور زمینیں سات ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جب جوہر نے قاہرہ کو بنوایا تو تخمیناً اس کے سات دروازے بنوائے۔ جب محل کا جلوس نکلتا ہے تو لوگ سات بار اس کے گرد گھومتے ہیں۔ لوگ مبالغہ (بڑھا چڑھا کر) جب کسی کی تعریف کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ وہ سات زبانیں جانتا ہے۔ ساتوں دریا کو عبور کر چکا ہے اور ہفت اقلیم کا سیاح (سات سلطنتیں کی سیر کرنے والا) ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن بااینمہ ہمارے فقہا (علم، فقہ کے عالم) ان باتوں پر اعتماد نہیں کرتے۔ کیونکہ عبادت میں جو اعداد مقرر کئے گئے ہیں۔ مثلاً رکعات نماز اور اشواط طواف کی تعداد وہ لوگ ان سے بحث نہیں کرتے بلکہ وہ ان کی بحیثیت ایک قابل تسلیم و قابل احترام حکم خداوندی کے مانتے ہیں اور اُن کے علل واسباب (بیماری کے باعث) کا سراغ نہیں لگاتے۔

مسعودی کی تصریحات (تشریح) سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر سے پہلے اہلِ عرب موقع خانہ کعبہ کا احترام کرتے تھے۔ چنانچہ اس نے جہان قوم عاد کی قحط زدگی (خشک سالی۔ قال کا زمانہ) کا ذکر کیا ہے وہاں لکھا ہے کہ یہ لوگ موقع خانہ کعبہ کی عزت کرتے تھے اور وہ ایک سُرخ رنگ کا ٹیلہ تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تعمیر ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر موقع خانہ کعبہ ان لوگوں کے نزدیک قابل احترام تھا۔ غالباً اس جگہ عمالقہ کی کوئی قدیم عبادت گاہ تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آنے سے پہلے مٹ چکی تھی۔ اس بناء پر پیغمبر ابراہیم سے پہلے مورخین نے اس عبادت گاہ کی بنیاد کے متعلق مختلف رائیں قائم کرلیں۔ چنانچہ بعض مورخین نے لکھا کہ حضرت ابراہیم سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا اور بعضوں نے اس کے علاوہ اور رائے قائم کی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ پورا قطعہ زمین اہلِ عرب کے نزدیک مقدس خیال کیا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ قدمائے مصر ملک حجاز کو "بلاد مقدمہ" کہتے تھے۔

ایرانی بھی خانہ کعبہ کی عزت کرتے تھے اور ان کے اعتقاد کے موافق ہرمز کی روح اس میں حلول (ایک چیز کا دوسری چیز میں داخل ہونا) کی گئی تھی۔ یہ لوگ نہایت قدیم زمانے سے خانہ کعبہ کا حج بھی کرتے تھے۔ چنانچہ اسلام کے بعد ان کا ایک شاعر کہتا ہے۔

www.noor-ul-huda.net

وما زلنا نحج البیت قدما
وتلقی باالا باطح امیتنا
ہم نہایت قدیم زمانہ سے خانہ کعبہ کا حج کرتے ہیں
اور باطح میں امن وامان کے ساتھ ملتے جلتے رہے ہیں

وسا سان بن بابک سارحتی
اتی البیت التعیق بطوف دینا
اور ساسان بن بابک آیا
اور مذہبی حیثیت سے خانہ کعبہ کا طواف کیا

فطاف بہ وزمزم عندئیبر
لاسماعیل تروی الشار بینا

اس کا اور زمزم کا ایک کنوئیں کے نزدیک جو اسماعیل کا تھا طواف کیا۔اس حالت میں کہ وہ پانی پینے والوں کو سیر اب کر رہا تھا۔

یہودی خانہ کعبہ کا احترام کرتے تھے اور دینِ ابراہیمی کے مطابق اُس میں عبادت بجالاتے تھے۔ نصاریٰ عرب بھی یہودیوں سے کچھ کم اُس کی عزت نہیں کرتے تھے۔ ان لوگوں نے خانہ میں چند تصویریں بھی قائم کی تھیں۔ جن میں ایک تصویر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور ایک تصویر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تھی۔ جن کے دونوں ہاتھوں میں جوئے کے تیر تھے۔ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویریں بھی تھیں۔ اور عرب کے مختلف قبائل نے اپنے اپنے بُت بھی اُس میں رکھے تھے۔ اور اس طرح خانہ کعبہ ۳۶۰ بتوں کا مرقع (البم) بن گیا تھا۔ سب سے پہلے خانہ کعبہ کے متولی (انتظام کرنے والا۔ منتظم) ہونے کے بعد جس شخص نے مکہ میں بُت پرستی کو رواج دیا اور کعبہ میں بُت رکھے وہ قبیلہ خزاعہ کا سردار عمرو بن لحہ تھا۔ اُس نے شام کے سفر میں بُت پرستی سیکھی۔ اور شمود سے ہبل، لات اور منات کی پرستش کا طریقہ اخذ کیا۔ کیونکہ شمود کے آثار قدیمہ کے نقوش سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تینوں بُت اُن کے دیوتا تھے۔ بہر حال اُس نے مکہ میں بُت پرستی کو رواج دیا اور یہ تمام قبائل عرب نے اُس کی تقلید (نقل۔ پیروی) کی اور اپنے اپنے بت لا کر خانہ کعبہ میں رکھے۔ لیکن عرب میں بُت پرستی کا اثر دوسری قوموں سے کم تھا۔ کیونکہ یہ لوگ ہندوستان، چین، روم اور مصر کے بُت پرستوں کی طرح بُتوں کی پرستش اُن کی ذات وصفات کے لحاظ سے نہیں کرتے تھے بلکہ تقرب (نزدیکی قرب) الٰہی کے لئے اُن کو پوجتے تھے۔

۸ ہجری تک خانہ کعبہ کی یہی حالت تھی کہ مکہ میں رسول اللہ علیہ السلام کا فاتحانہ داخلہ ہوا اورآپ نے اُس کو بتوں کی آلائیش (غلاظت۔آلودگی) سے پاک کیا۔ حضرت اسامہ سے مروی (بیان کیاگیا) ہے کہ آپ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے توچند تصویریں دیکھیں جن کو پانی لگاکر مٹایا۔ازروقی نے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی تصویریں خانہ کعبہ میں قائم رہ گئیں جن کو بعض غسانی نومسلم عیسائیوں نے دیکھا۔ایک بار سلیمان بن موسیٰ نے عطاسے پوچھاکہ تم کوخانہ کعبہ میں تصویریں بھی نظرآئیں؟انہوں نے کہاہاں میں نے حضرت مریم علیہ السلام کی رنگین تصویردیکھی اوراُن کی گود میں ان کے بیٹے عیسیٰ تھے۔(تاریخ الحرمین الشریفین صفحہ ۱۰۰ سے ۱۰۳ تک)۔

مکہ کی تاریخ حضرت ابراہیم خلیل کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے ۸۹۲ء قبل از مسیح میں خدانے اُن کو حکم دیاکہ اپنے فرزند اسماعیل اوران کی ماں ہاجرہ کو لیکر جیساکہ توارات میں آیاہے ہجرت کرجائیں۔ چنانچہ وہ ان دونوں کو لیکر اس خشک غیر آباد میدان میں آئے۔ پانی کی قلت سے اس میں کوئی شخص آباد نہیں تھا۔ صرف عمالیق اس کے شمالی وادی میں جس کو حجون کہتے ہیں آباد تھے۔ یہ لوگ یہاں بحرین کی طرف سے نکل کرآباد ہوئے تھے اوراُن کی سلطنت شہ جزیرہ سیناتک پھیلی ہوئی تھی۔ بابلی ان کومالیق کہتے تھے اور عبرانیوں نے اس میں لفظ "عم" (یعنی امتہ) کااضافہ کرکے "عم مالیق" بنالیااور عرب نے تحریف (بدل دینا) کرکے اس کو عمالیق بنادیا۔ مصری لوگ ان کوہکسوس یعنی چرواہا کہتے ہیں۔

حضرت ہاجرہ کوچاہ زمزم سے جواس وادی کے لئے ایک زندگی تازہ ہوااطلاع ہوئی توعمالیق بھی یہاں آئے اوراس شرط پر ان کے ساتھ قیام کرنے کی درخواست کی کہ حکومت اُن کے اوراُن کے فرزند کے ہاتھ میں ہوگی چنانچہ اُنہوں نے اس شرط کو قبول کرلیا۔اُنہوں نے اپنے لئے ایک گھر بنالیاتھاجس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ رہتی تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کی ملاقات کے لئے فلسطین سے آیاجایاکرتے تھے۔(تاریخ الحرمین الشریفین صفحہ ۵۷)۔

اسی دن سے خانہ کعبہ کے آس پاس کے قبائل میں اُس کی شہرت پھیلنے لگی اور لفظ مکہ یامکا کااشتقاق (علمِ صرف میں سے ایک کلمے سے دوسرا کلمہ بنانا۔اصطلاح) اسی سے ہواکیونکہ یہ ایک بابلی لفظ ہے جس کے معنی گھر کے ہیں اور عمالیق نے یہ نام رکھاہے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم میں واپس آئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد اُن کی اولاد کو خدمت کعبہ کی تولیت (سربراہی۔نگرانی) حاصل ہوئی۔ لیکن جب ان میں ضعف (دوگنا۔دوچند) آیاتوعمالیق نے اُن پر غلبہ حاصل کرلیااور خانہ کعبہ اُن کے ہاتھ میں آگیا۔ایک مدت تک خانہ کعبہ کی تولیت اُن کے ہاتھ میں رہی لیکن سدمارب کے ٹوٹنے کے بعد جب یمن سے قبیلہ جرہم کے لوگ چھٹی صدی قبل میلاد کے نصف حصہ میں مکہ میں آئے توعمالیق سے جنگ کرکے اُن پر غلبہ حاصل کرلیااور مکہ بلکہ تمام حجاز میں اُن کااقتدار قائم ہوگیا۔ لیکن اس جاہ اقتدار کے نشے میں جب اُنہوں نے ارضِ الہیٰ میں فساد وطغیان (ظُلم) پھیلایاتوایک وبانے پھیل کراُن کو ہلاک کردیا۔اس ضعف کی حالت میں بنی اسماعیل اُن پر غالب آگئے خانہ کعبہ کواُن سے واپس لے لیااوراُن کومکہ سے نکال دیااور وہ شمال ینبع میں جاکرارض جہینہ میں آباد ہوگئے چنانچہ عمروبن حارث انہی واقعات کے متعلق کہتاہے۔

www.noor-ul-huda.net

وکناولاہ البیت من عھد فابت
نطوف بذاک البیت والافرظاہر
ہم نابت (فرزند اسماعیل) کے زمانہ سے خانہ کعبہ کے والی تھے۔
اس گھر کا طواف کرتے تھے اورمعاملہ صاف تھا۔

کان لم یکن مین الحجوان الی الصفا
انیس ولم یسحر بمکتہ سامر
گویانجون کے درمیان سے صفا تک۔ کوئی دوست نہ تھا
اورمکہ میں کسی قصہ گو نے قصہ نہیں کہا تھا۔

بلی تحن کنا اھلھا فا بادفا
صروف اللیاہی والجد وداھواثر
ہاں ہم اس کے باشندے تھے
لیکن ہم کو حوادثات زمانہ اور بخت بد (بُرے نصیب) نے برباد کردیا۔

ایک مدت تک بنو اسماعیل خانہ کعبہ کے متولی(منتظم) رہے۔لیکن اس کے بعد خزاعہ کے قبیلہ نے آکر اُن پر غلبہ حاصل کرلیااور اپنی عصبیت (طاقت۔طرفداری) کی وجہ سے ایک مدت تک خانہ کعبہ کی سدانت یعنی خدمت اور سقایہ یعنی حاجیوں کے پانی پلانے کے متولی رہے۔اس عصبیت (مضبوطی۔طاقت) کے خلاف بنواسماعیل اخلاقی اور روحانی حیثیت سے زیادہ ترقی یافتہ تھے۔کیونکہ ان میں سے اکثر ایسے اشخاص۔۔۔۔پیدا ہوا کرتے تھے۔جن کے علم وفضل سے اُن کی خاندانی ذہانت اور نسبی (خاندانی نسب سے تعلق رکھنے والی) شرافت کا پتہ لگتا تھا۔ مثلاً ان میں کعب بن لوی ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس نے فصاحت وبلاغت (خوش کلامی وفصیح کلام۔حسبِ موقع گفتگو) میں نہایت شہرت حاصل کی اور سب سے پہلے یوم عروبہ یعنی جمعہ کے دن لوگوں کواسی نے جمع کیااور ان کے سامنے اخلاقی خطبے دیئے۔اس نے عرب میں اس قدر ناموری حاصل کی کہ اُس کی موت کے سال سے عام فیل تک جو چار سو سال سے کم کا زمانہ نہیں ہے۔اہل عرب نے اپنا سن قائم کیا تھا۔ایک مدت تک خانہ کعبہ کا اہتمام خزاعہ کے ہاتھ میں رہا لیکن جب قصی بن کلاب جو کعب کے پوتے اور حضرت اسماعیل کی چودھویں پشت میں تھے اور بچپن میں اپنی ماں کے ساتھ شام کو چلے گئے تھے۔شام سے

واپس آئے تواُن کو نظر آیا کہ قریش میں تفریق وانتشار (تتر بتر ہونا۔ پریشانی۔ گھبراہٹ) پیدا ہوگیا ہے اور ان میں باہمی بغض وعداوت (نفرت ودُشمنی) کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔اسی لئے اُنہوں نے اپنے حسن وتدبیر (سوچ بچار) زور تقریر اور ذہانت سے قبیلہ قریش کی شیرازہ بندی (انتظام) کی اور کوشش کر کے خزاعہ سے خانہ کعبہ کی حجابت یعنی کلید برداری کا عہد خرید لیا۔اُس کے بعد جب اُن کو عصبیت حاصل ہوئی تواُن کو مکہ سے بطن مر یعنی وادی فاطمہ کی طرف جلاوطن کر دیا۔اب اُن کو نہایت جاہ اقتدار حاصل ہو گیا۔اور سقایتہ حجابتہ ،رفادہ اور علم برداری کے عہدے جواب تک مجموعی طور پر کسی کو نہیں ملے تھے ایک ساتھ مل گئے۔ قصی پہلے شخص ہیں جنہوں نے خدا کا مہمان اور پڑوسی سمجھ کر حاجیوں کے کھانے پینے کا انتظام کیا اور اسی وجہ سے عرب میں اُن کی عام شہرت ہوگئی۔اُنہیں نے قومی معاملات میں بحث ومشورہ کے لئے خانہ کعبہ کے متصل دارالندوہ کو قائم کیا اور اس کے دروازہ کا رخ خانہ کعبہ کی طرف رکھا۔ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریش کا ملکی اقتدار بہت زیادہ بڑھ گیا۔یہاں تک کہ اُنہوں نے اس کے بعد قبائل عرب پر ٹیکس مقرر کر دیا۔

(تاریخ الحرمین الشریفین صفحہ ۵۸ سے ۶۰ تک)

مدینہ کے مختلف نام: مدینہ کے مختلف نام ہیں اور ہر ایک نام میں کوئی نہ کوئی لطیف مذہبی ،تاریخی یا ادبی مناسبت پائی جاتی ہے۔

ان میں یاقوت حموی نے معجم البلدان میں صرف انیس نام بتائے ہیں یعنی مدینہ ،طیبہ ،طابہ ،مسکتبہ ،عذرا ،جابرہ ،مجتہ ،مجبہ ،مجورہ ،یثرب ،ناجیہ ،سوفیہ ،اکالتہ البلدان ،مبارک ، محفوفہ ، مسلمہ ، مجتہ ،قدسیہ ،عاصمہ ، مرزوقہ ، شاقیہ ، خیرہ ، محبوبہ ، مرحومہ ، جابرہ ، مختارہ ، محرمہ ، قاصمہ ، طبابا ، لیکن صاحب وفاءالوفا نے نوے سے زیادہ نام گنائے ہیں اور لکھا ہے کہ۔ان کثرۃ الاسماء تدک علے شرف المسمی ولمہ واجدا کثر من اسماء ھذہ البلدتہ الشریفہ ناموں کی کثرت مسمی کے شرف (بزرگی۔ بلندی) پر دلالت (دلیل۔ ہدایت) کرتی ہے اور میں نے اس شہر سے زیادہ کسی شہر کے نام نہیں پائے۔ان ناموں کے ساتھ ساتھ اُنہوں نے ہر نام کی وجہ مناسبت بھی تفصیل کے ساتھ بتائی ہے۔ لیکن اس کا سب سے قدیم مشہور نام یثرب ہے۔ جسکی وجہ تسمیہ کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ وثرب سے ماخوذ ہے جس کے معنی فساد کے ہیں۔دوسرا قول یہ ہے کہ وہ تثریب سے مشتق (نکلا ہوا) ہے۔ جس کے معنی ملامت کرنے کے ہیں۔ایک خیال یہ بھی ہے کہ یثرب ایک کافر کا نام تھا اور اسی کے نام سے یہ شہر مشہور ہو گیا۔یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے مدینہ کے اس نام کو مکروہ (ناجائز۔ نفرت انگیز) خیال کیا ہے۔

لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ یثرب ایک مصری لفظ تربیس کی تحریف (بدل دینا) ہے۔

مدینہ کے قدیم باشندے: اور اگر یہ نظریہ صحیح ہے تواس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کو سب سے پہلے عمالقہ نے ۱۰۱۶ قبل مسیح یا ۱۲۲۳ قبل ہجرت میں مصر سے نکل کر آباد کیا تھا۔اور خود مورخین کی تصریحات (تشریح۔ تفصیل) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس نے مدینہ میں کھیتی باڑی کی کھجور کے درخت لگائے۔ مکانات اور قلعے تعمیر کئے وہ عمالیق یعنی عملاق بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد تھی۔ یہ لوگ تمام ملک عرب میں پھیل گئے تھے اور بحرین، عمان اور حجاز سے لیکر شام اور مصر تک اُن کے قبضے میں آ گئے تھے۔ چنانچہ فراعنہ مصرانہی میں سے تھے۔ بحرین اور عمان میں ان کی جو قوم آباد تھی اس کا نام جاسم تھا۔ مدینہ میں اُن کے جو قبائل آباد تھے اُن کا

www.noor-ul-huda.net

نام بنو ہقان، سعد بن ہنفان، اور بنو مطرویل تھا اور نجد تیمار اور اس کے اطراف میں اس قوم کا قبیلہ بن عدیل بن راحل آباد تھا اور حجاز کے بادشاہ کا نام ارقم بن ابی الارقم تھا۔

وفاء الوفاء میں اور بھی بعض اقوال نقل کئے ہیں۔ مثلاً ایک قول یہ ہے کہ جب حضرت نوح کی اولاد دُنیا میں پھیلی تو سب سے پہلے مدینہ کو یثرب میں قانیہ بن مہلاہیل بن ارم بن عبیل بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام نے آباد کیا۔ اور اسی کے نام پر مدینہ کا نام پڑا اور ایک اور روایت یہ ہے کہ سب سے پہلے مدینہ میں یہود آباد ہوئے اور بعد کو چند اہلِ عرب بھی اُن کے ساتھ مل جُل گئے لیکن صاحب وفاء الوفاء نے ان اقوال کو نقل کر کے لکھا ہے کہ۔

وذکر بعض اہل التواریخ ان قوما من العالقه تکون قبلهمه (قلت) وهواله رحج۔ بعض اہلِ تاریخ نے بیان کیا ہے کہ عمالقہ کی ایک قوم اُن سے پہلے مدینہ میں آکر آباد ہوئی اور میں کہتا ہوں کہ یہی قول رائج ہے۔ یہود عمالقہ کے بعد یہود آباد ہوئے اُن کے آباد ہونے کے متعلق روائتیں ہیں۔ (تاریخ الحرمین الشریفین۔ صفحہ ۱۷۲، ۱۷۳)۔

دفعہ ۲۔ صابیوں کی بابت روایات اور ان کی قدرومنزلت

حضرت محمد کے زمانہ میں صابیوں کی کچھ عجیب کیفیت مذکور ہوئی ہے۔ ہمارے مسلم علماء کے بیانات صابیوں کی بابت عجیب وغریب آئے ہیں جس کو ہم اخبار الفقیہ امرتسر سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ پڑھنے والے خود ہی ان بیانات میں حق وباطل کا امتیاز کر سکتے ہیں۔ ہم ان کی بابت زیادہ لکھنا ضروری خیال نہیں کرتے ہیں۔

ا۔ معلوم ہو کہ قرآن شریف میں صابیوں کا صرف تین جگہ ذکر آیا ہے مگر بغیر تخصیص (خصوصیت) آیا ہے۔ اس لئے ہم اسے بھی نقل کئے دیتے ہیں لکھا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَالَّذِينَ هَادُواْ وَالنَّصَارَى وَالصَّابِئِينَ (سورہ بقرہ ۶۲)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَالَّذِينَ هَادُواْ وَالصَّابِؤُونَ (سورہ المائدہ ۶۸)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ (سورہ الحج ۱۷)

ان آیات میں لفظ صائبین عرب کے قدیم باشندگان کی بابت ہی آیا ہے۔ جو آنخضرت سے پیشتر تمام ملک عرب پر حکمرانی کر چکے تھے۔ مگر آنخضرت کے زمانہ میں وہ حالت زوال کو پہنچ کر اپنی قدیم شان وشوکت کو کھو چکے تھے۔ اور غالباً مسیحیت کو اختیار کر چکے تھے۔ کیونکہ مسلم بزرگ اُن کی بابت کچھ ایسے ہی بیانات لکھ گئے ہیں۔ جن سے پایا جاتا ہے کہ صابی آنخضرت کے زمانہ میں مسیحیت کو اختیار کر چکے تھے۔ اور بہت تھوڑے لوگ اپنے

آبائی مذہب پر قائم رہ گئے تھے۔ چنانچہ صابیوں کی بابت مسلم تحریرات میں ذیل کے بیانات ملتے ہیں۔ جنہیں ہم اختصار (کوتاہی۔ خلاصہ۔ کمی) کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

ا۔ صحیح بخاری مطبع احمدیہ لاہور کے پارہ دوم میں ایک طویل روایت آئی ہے جو عنوان بالا پر صفائی سے روشنی ڈالتی ہے۔ ہم ناظرین کرام کی آگاہی کے لئے اس کا اختصار پیش کرتے ہیں۔

صحیح بخاری۔ جلد اول۔ تیمم کا بیان۔ حدیث 341

راوی : مسدد, یحیی بن سعید, عوف, ابورجاء, عمران

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا۔۔۔۔۔ وَالسَّبَّابَةِ فَرَفَعَتْهُمَا إِلَى السَّمَاءِ تَعْنِي السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ أَوْ إِنَّهُ لَرَسُولُ اللَّهِ حَقًّا فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَ ذَلِكَ يُغِيرُونَ عَلَى مَنْ حَوْلَهَا مِنْ الْمُشْرِكِينَ وَلَا يُصِيبُونَ الصِّرْمَ الَّذِي هِيَ مِنْهُ فَقَالَتْ يَوْمًا لِقَوْمِهَا مَا أُرَى أَنَّ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ يَدْعُونَكُمْ عَمْدًا فَهَلْ لَكُمْ فِي الْإِسْلَامِ فَأَطَاعُوهَا فَدَخَلُوا فِي الْإِسْلَامِ قَالَ أَبُو عَبْد اللَّهِ صَبَأَ خَرَجَ مِنْ دِينٍ إِلَى غَيْرِهِ وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ الصَّابِئِينَ فِرْقَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ يَقْرَئُونَ الزَّبُورَ

ترجمہ : مسدو بن مسرہد نے بیان کیا۔ کہا ہم سے یحیٰی بن سعید قطان نے۔ کہا ہم سے عوف نے۔۔۔اُنہوں نے اس سے کہا کہاں چلو۔اُنہوں نے کہا اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پاس۔اُس نے کہا وہ تو نہیں جس کو لوگ صابی (ایک دین سے پھر کر دوسرے دین میں جانا) کہتے ہیں۔اُس نے کہا اُنہیں کے پاس جن کو تو سمجھے۔آخر وہ دونوں اُس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے (گھر آنے پر عورت کے رشتے داروں نے پوچھا) ارے فلانی تو نے دیر کیوں لگائی۔ وہ کہنے لگی عجیب بات ہوئی۔ دو آدمی (راہ میں) مجھ کو ملے۔ وہ تجھ کو اُس شخص کے پاس لے گئے۔ جس کو لوگ صابی کہتے ہیں۔۔۔۔امام بخاری نے کہا صابی صبا نے نکالا گیا۔ صبا کے معنی اپنا دین چھوڑ کر دوسرے دین میں چلا گیا اور ابو العالیہ نے کہا صائبین اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور پڑھا کرتے ہیں۔

حاشیہ پر یوں آیا ہے۔اصل میں صابی اس کو کہتے ہیں جو اپنا دین بدل کر نیا دین اختیار کرے۔ عرب کے مشرک (بُت پرست۔ شریک کرنے والے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صابی کہا کرتے تھے۔ چونکہ آپ اپنے باپ دادوں کا دین چھوڑ کر توحید پر چل رہے تھے صفحہ ۳۴۔۳۷۔

مزید براں صحیح بخاری مطبع ایضاً پارہ سولہ میں ایک روایت آئی ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ امید اور سعد مکہ میں کعبہ کا طواف (چکر لگانا) کرتے ہوئے ابو جہل نے پالئے۔ یہ دونوں حضرت محمد کے صحابہ میں شامل تھے۔ ابو جہل اُن کو کہنے لگا۔ الا ارک تطوف بمکته امناً وقداوایتم الصباته ابو جہل نے سعد کو کہا کیا مزے سے بے ڈر ہو کر مکہ میں طواف کر رہا ہے اور دین بدلنے والوں کو جگہ دی۔ حاشیہ پر یوں آیا ہے۔

حدیث میں صباتہ ہے جو صابی کی جمع ہے۔ مکہ کے مشرک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو صابی کہا کرتے۔ جس کے معنی دین بدلنے والا صفحہ ۲۔

ہمعصر الفقیہ امر تسر مطبوعہ ۱۴ فروری ۱۹۲۵ء میں ایک بحث کے ضمن میں صابیوں کی حسب ذیل کیفیت بیان کرتی ہے۔

صابی دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم کافر ہیں اُن کا ذبیحہ حلال نہیں تفسیر احمدی میں ہے هم صنفان صنف یقرون الزبور وبعیبد والمکته وصنف لایقرون کمتاباً ویعبدون النجوم فهولا، لیسوامن اهل کتاب۔ یعنی ایک قسم تو زبور پڑھتے ہیں اور ملائکہ (فرشتے) کی پوجا کرتے ہیں۔ ایک قسم کوئی کتاب نہیں پڑھتے اور ستاروں کی پرستش کرتے ہیں یہ لوگ اہل کتاب نہیں۔

صدیق حسن نے تفسیر فتح البیان صفحہ ۱۲۱ میں ابن تمیہ سے نقل کیا ہے۔ فان الصائبته نوعان صابئته حنفاموحدون وصائبته مشرکون یعنی صابیوں کی ایک قسم تو خفاموحد ہیں اور ایک قسم مشرک ہیں۔

امام اعظم رحمتہ نے پہلی قسم کے صابی کا ذبحہ حلال قرار دیا ہے نہ دوسری قسم کا۔ فتاویٰ قاضی خاں صفحہ ۷۵۸ میں ہے۔ انهم صنفات صنف مهم یقرون ینوه عیسیٰ علیه السلام ویقرون الزبور فهمه صنف من النصاروانما احباب ابوحنیفه یحل ذبحیه الصابی اذاکان من هذاالصنف۔ یعنی صابی دو قسم ہیں۔ ایک قسم اول میں عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور زبور شریف پڑھتے ہیں وہ تو نصاریٰ ہیں اور ابو حنیفہ رحمتہ اللہ نے جو صابیوں کے ذبحیہ کی حلت (حلال ہونا) کا فتویٰ دیا ہے اور اس وقت ہے جب وہ صابی اس قسم سے ہوں۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے معروف اور کتاب الہیٰ کے ماننے والے۔

ہدایہ کتاب النکاح صفحہ ۲۹۰ میں ہے۔ ویجوز تزوج الصابیات ان کانوا یوممنون بدین ویقرون بکتاب لانهمه من اهل الکتاب وان کانوا یعبدون الکواکب ولا کتاب لهم تجزمناکحتم لانهمه مشرکون والخلاف المنقول فیه محموں علیٰ اشتباه مذهم فکل اجاب علیٰ ماوقع عنده وعلےٰ هذا حال ذبحیه هم انتهےٰ۔

یعنی صابی اگر دین رکھتے ہوں اور کتاب پڑھتے ہوں تو اُن کی عورتوں سے نکاح درست ہے کیونکہ وہ اہل کتاب ہیں اور اگر ستاروں کی پرستش کرتے ہوں اور کوئی کتاب اُن کے لئے نہ ہو تو اُن کی عورتوں کے ساتھ نکاح درست نہیں کیونکہ وہ مشرک (بُت پرست) ہیں اور جو خلاف امام اعظم وصاحبین پر منقول ہے وہ اُن کے مذہب کے مشتبہ (مشکوک) ہونے پر محمول (لادا گیا) ہے۔ اُن کے ذبحیہ کا حکم یعنی امام اعظم رضی اللہ عنہ نے صابیوں

www.noor-ul-huda.net

کی اس قسم کو پایا جو اہل کتاب زبور پڑھتے ہیں تو آپ اُن کے ذبیحہ کی حلت کا فتویٰ دیا۔ صابین نے صابیوں کی دوسری قسم کو جو مشرک تھی پایا اور ممانعت (روک۔ بندش) کا حکم دیا۔ حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں۔

تفسیر اکلیل علیٰ مدارک التنزیل صفحہ ۲۱۹ میں بحوالہ تفسیر مظہری لکھا ہے **قال عمر وابن عباس هم قوم من اهل الکتاب** یعنی حضرت عمر و بن عباس فرماتے ہیں کہ صابی اہل کتاب کی ایک قوم ہے۔

تفسیر خازن صفحہ ۵۵ میں ہے **قال عمر ذبا لحهم دباع اهل الکتاب** یعنی حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اس کا ذبیحہ اہل کتاب کا ذبیحہ (قربانی کا جانور۔ شرعی طور پر ذبح کیا ہوا جانور) ہے۔

۲۔ پیغام صلح لاہور مطبوعہ ۲۶ اپریل ۱۹۲۲ء میں ایک روایت حضرت عمر کی بابت حسب ذیل نقل کی گئی ہے۔

حضرت عمر ایمان لائے تو پہلے اپنے ماموں کے گھر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اُنہوں نے دروازہ کھولا تو کہا تمہیں معلوم ہے میں صابی ہو گیا! وہاں سے ایک سردار قریش کے پاس آئے اور وہاں بھی یہی گفتگو ہوئی۔ وہاں سے نکلے تو ایک آدمی نے کہا کہ تم اپنے اسلام کا اعلان کرنا چاہتے ہو؟ بولے ہاں۔ اس نے کہا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ جب کفار خانہ کعبہ میں حجر اسود کے پاس جمع ہوں تو تم وہاں جاؤ ان میں ایک آدمی ہے جو افشای راز میں بدنام ہے اُس کے کان میں یہ راز کہہ دو وہ اعلان کردے گا۔ اُنہوں نے خانہ کعبہ میں جا کر اُس کے کان میں کہا تو باآواز بلند پکارا کہ عمر بن الخطاب صابی ہو گیا کفار دفعتہً ٹوٹ پڑے اور باہم زدوکوب ہونے لگی۔ بلآخر اُن کے ماموں نے اپنی آستین سے اشارہ کرکے کہا کہ میں اپنے بھانجہ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ اب کفار رُک گئے۔

نوٹ ۳۔ اسدالغابہ تذکرہ حضرت عمر

کتاب سیرت ہشام ترجمہ اُردو حسب فرمائش رب الرحیم اینڈ برادر پسران مولوی رحم بخش تاجران کتب لاہور مسجد چینیانوالی۔ مطبوعہ رفاعہ عام سٹیم پریس لاہور میں حضرت عمر کی بابت لکھا ہے۔

۳۔ ابنِ اسحاق کہتے ہیں عبداللہ بن عمر خطاب سے روایت ہے کہتے ہیں کہ جب میرے (و) الد حضرت عمر اسلام لائے پوچھا کہ قریش میں ایسا کون شخص ہے جو ہر ایک جگہ خبر پہنچائے۔ کسی نے کہا کہ جمیل بن معمر حجمی اس کا کام ہے۔ پس میرے والد اس کے پاس گئے۔ عبداللہ کہتے ہیں میں بھی اُن کے پیچھے ہو لیا اور میں دیکھتا تھا کہ یہ کیا کرتے ہیں۔ پس اُنہوں نے جمیل کے پاس جا کر کہا کہ اے جمیل تجھ کو کچھ معلوم ہوا اُس نے کہا کیا۔ اُنہوں نے کہا میں اسلام لے آیا ہوں اور محمد کے دین میں داخل ہو گیا ہوں۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ پس قسم ہے خدا کی جمیل سنتا ہی اپنی چادر گھسیٹتا ہوا دوڑا اور حضرت عمر بھی اس کے پیچھے ہو لئے اور میں بھی اُن کے پیچھے تھا۔ یہاں تک جمیل خانہ کعبہ کے دروازہ تک آیا اور غل مچا کر کہا اے گروہ قریش عمر بن خطاب نے دین چھوڑ دیا۔ بلکہ میں نے اسلام قبول کیا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد اُس کے بندہ اور رسول

www.noor-ul-huda.net

ہیں۔ عبداللہ کہتے ہیں۔ قریش اس وقت اپنی اپنی جگہوں میں بیٹھے تھے۔ اس بات کو سنتے ہی سب حضرت عمر پر دوڑے۔ حضرت عمر نے بھی اُن کا بمردی ومردانگی خوب مقابلہ کیا مگر کہاں تک لڑتے آخر تھک کر بیٹھے اور قریش سے فرمایا کہ میں تو مسلمان ہوں۔ تمہارا جو دل چاہے سو کرو۔ اور وہ سب کے سب آپ کے سر پر کھڑے ہوئے تھے کہ اتنے میں عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک بڑھا کالا جُبہ (چوغہ) پہنے ہوئے قریش میں آیا اور کہا کیا بات ہے۔ قریش نے کہا یہ بیدین ہوگیا ہے۔ اُس نے کہا پھر تمہارا کیا ہرج۔ ایک شخص نے اپنے واسطے ایک بات اختیار کی ہے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ عمر کی قوم کے عمر کے قتل ہونے سے تم سے کچھ بازپُرس (پوچھ گچھ) نہ کریگی۔ قسم ہے خدا کی وہ تمہیں ہرگز نہ چھوڑیگی۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ اُس بڑھے کے یہ کہتے ہی وہ سب لوگ حضرت عمر کے گرد سے بادل کی طرح پھٹ گئے الخ صفحہ ۱۱۸ کی سطر ۱۱ سے ۲۸ تک۔

۴۔ ابن اسحاق کہتے ہیں فتح مکہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کے سلیم بن منصور اور لالج بن مرہ کے قبائل کی فوج کے ساتھ دعوت اسلام کے واسطے قبائل عرب کی طرف سے روانہ فرمایا اور قتل وقتال کا حکم نہیں دیا تھا۔ جب خالد فوج لیکر بنی حذیمہ بن عاصر بن عبدہ مناتہ بن کنانہ کے پاس پہنچے تو اُن لوگوں نے اُن کو دیکھ کر ہتھیار اٹھائے۔ اُنہوں نے اُن کو حکم کیا کہ ہتھیار سب ڈال دو۔ کیونکہ مسلمان ہوگئے ہیں۔

بنی حذیمہ کے ایک شخص کہتے ہیں کہ جب خالد نے ہم کو ہتھیار ڈالنے کا حکم کیا تو ہم میں سے ایک شخص حجدم نام نے کہا کہ اے بنی حذیمہ اگر تم نے ہتھیار ڈال دیئے تو خالد تم کو قید کرکے قتل کرینگے۔ میں تو اپنے ہتھیار نہ ڈالونگا۔ بنی حذیمہ نے کہا اے حجدم تو ہم سب کا خون کرانا چاہتا ہے سب لوگ مسلمان ہوگئے ہیں اور سب نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور امن قائم ہوگیا ہے۔ پھر ان سب لوگوں نے خالد کے کہنے سے ہتھیار ڈال دیئے۔ جب یہ لوگ ہتھیار ڈال چکے تب حضرت خالد نے اُن کی مشکیں باندھ کر چند لوگوں کو اُن سے قتل کردیا۔ جب یہ خبر حضور کو پہنچی آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرکے دعا کی اے پروردگار میں خالد کی کارروائی سے بری ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔

راوی کہتا ہے کہ جب خالد اس قوم کے پاس آئے تو اُن لوگوں نے کہنا شروع کیا۔ صبانا صبانا یعنی ہم لوگ بے دین ہوگئے۔ اور ہم نے اپنا دین چھوڑ دیا۔ سیرت ابن ہشام صفحہ ۴۱۰ سے ۴۱۲ تک۔

مندرجہ صدر بیان پر غور کرنے سے صابیوں کی بابت یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر معلوم ہوتی ہے کہ گو صابی زمانہ قدیم سے بُت پرست چلے آئے تھے۔ مگر حضرت محمد سے پیشتر اور آپ کے زمانہ میں وہ مسیحی مذہب اختیار کرچکے تھے۔ وہ مسیحی ہوجانے کے سبب سے بُت پرست ہمسایہ قبائل کی نظر میں بدنام ہوچکے تھے۔ بُت پرست قبائل کی نظر میں وہ دین ومذہب کے بدلنے والے مشہور ہوگئے تھے جیسا کہ بیان مافوق سے ظاہر وثابت ہے۔ حتیٰ کہ جب حضرت محمد نے اور حضرت عمر نے آبائی مذہب ترک کرکے اسلام قبول کیا اور اسلام کی منادی شروع کی تو بت پرستوں نے آپ کو صابی کہنا شروع کیا جس کے اُن کے نزدیک یہی معنی ہوسکتے تھے کہ حضرت محمد اور حضرت عمر نے آبائی مذہب بدل لیا ہے۔ اگرچہ حضرت محمد اور حضرت عمر عیسائی ہونے کا اعتراف کرنے کی جگہ اسلام لانے کا ہی اعتراف کیا کرتے تھے تو بھی حضرت کے معاصرین مخالف آپ کو صابی ہی کہا کرتے تھے۔ یہ بات بعد کو دیکھی جائیگی کہ اسلام اور عیسائیت میں کیا رشتہ ثابت ہوسکتا ہے فی الحال بیانات مافوق سے اس قدر حقیقت روشن ہوچکی ہے کہ

www.noor-ul-huda.net

آنحضرت کے زمانہ میں صابیوں اور عربی مسیحیوں کا باہمی رشتہ ضرور قائم ہوگیا تھا۔ جس کی وجہ سے معاصرین صابیت اور مسیحیت اور اسلام میں مشکل سے فرق کیا کرتے تھے۔

دفعہ ۳۔ حنفاء یا حنفی کا بیان

تاریخ اسلام سے پتہ چلتاہے کہ حضرت محمد کی پیدائش سے پیشتر بت پرست عربوں میں ملت حنیف یا حنفیت رونما ہوئی تھی۔ جس کا قدیم تاریخ عرب میں کچھ سراغ نہیں ملاہے۔ صرف حضرت محمد کی پیدائش کے چند سال پیشتر دین حنیف اور حنفاء کا سراغ ملتاہے۔

اگر مسلم روایات کی بناء پر اس بات کو تسلیم کرلیا جائے کہ بت پرست صابی اور حنفا واحد ملت کے ہی ماننے والے تھے۔ اعتقادی طور سے ان میں کچھ فرق نہ تھا۔ تو بھی اس بات کو تسلیم کرناپڑتاہے کہ عرب کے حنفاء صابی ہوکر عرب کے قدیم مذہب کو ہی ماننے والے تھے۔ اور صابی حنفاء ہوکر حنفیت کے ماننے والے تھے۔ یہی مذہب قریش اور جملہ بت پرستان عرب کا تھا۔ تاریخ اسلام میں دین حنیف اور حنفاء کا حسب ذیل بیان آیاہے۔

۱۔ خادم العلماء محمد یوسف صاحب نے گذرے سال ایک کتاب بنام "حقیقتہ الفتہ" شائع کی۔ اس کتاب کے صفحہ ۳، ۴ پر ملت حنیف یا ملت ابراہیم حنیف اور اس کے ماننے والوں کی بابت ذیل کی عبارت آئی ہے۔

بالخصوص ملک عرب کے کفروشرک، بدعادت وشراب خوری، زناکاری، قمار بازی (جُوا کھیلنا)، چوری غارتگری اور ظلم وزیادتی وغیرہ وغیرہ ان تمام مہنیات ومنکرات خلاف عقل ونقل کا مرکز بناہوا تھا۔ جن کا وجود امم سابقہ میں فرداً فرداً پایا جاتاہے اور اہلِ عرب نہ اپنے دین سے خارج بلکہ دائرہ انسانیت سے گذر کر درجہ حیوانیت پر پہنچ چکے تھے اور اُن کے قبیلہ قبیلہ اور گھر گھر میں اور خاص خانہ کعبہ میں جہاں (۳۶۰) بُت رکھے ہوئے تھے خدائِ واحد کے سوا ملائکہ، انبیاء اور صالحین سابقہ وغیرہ کی تصویروں اور بتوں کی عام پرستش ہوتی تھی اور ہمیشہ لوگ اُن کی نذر ونیاز مانتے تھے اور خُداوند تعالیٰ سے زیادہ ان سے ڈرتے تھے اور شجرہ حجر وغیرہ مخلوق پرستی کی بھی کوئی حد نہ تھی۔ ہر وقت ہر جگہ اُن کا کوئی نیا معبود ہوتا تھا اور علاوہ اس کے اُن کے آباؤ اجداد نے دین میں نئے نئے اور فحش (قبلِ شرم) رسم وآئین اپنی طرف سے مقرر کرلئے تھے جن کے یہ سخت پابند تھے۔ لیکن بایںہمہ مشرکین عرب خود کوملتہ ابراہیم حنیفاً وماکان من المشرکین پر قائم سمجھ رہے تھے اور اپنے خود تراشیدہ مذہبی اصول وفروغ کو بالکل درست خیال کئے بیٹھے تھے۔

۲۔ ملتِ حنیف اور حنفاء کا رسالت محمدی سے پیشتر کے زمانہ سے متعلق بیان۔ جناب مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے رسالہ اشاعت الااسلام بابت ماہ اپریل ۱۹۲۰ء میں حسب ذیل الفاظ میں رقم فرمایاہے۔ آپ لکھتے ہیں۔۔۔۔۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت (رسالت) سے چند ہی سال پیشتر بعض شخصوں نے جوکہ نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی عربوں کی بت پرستی اور توہمات کی سختی سے تردید کرناشروع کی اور سنت ابراہیم علیہ السلام کے مطابق اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان ہوناظاہر کیا۔ حقیقت میں ملکِ عرب کو سدھارنے کی یہ آخری انسانی کوشش تھی۔

فرقہ حنیف باوجود عربوں کی پُرانی کہاوتوں کا احترام کرتے ہوئے وحدانیت الٰہی کو قائم کرنا چاہتا تھا۔ چاہے کوئی باہر کا اثر اس پر ہوا یا نہ مگر یہ بات یقینی ہے کہ یہ سلسلہ محض ملکی تھا۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا جہاں تک ممکن ہو عربوں کی رسموں وغیرہ سے کوئی تعرض نہ کیا جائے حقیقت میں وہ صرف چاہتے تھے کہ بُت پرستی کسی طرح سے دور ہو جائے۔ مگر اُن کو بھی ناکامی ہوئی۔۔۔۔ فرقہ حنیف کا سنت ابراہیم پر عمل کرنا اور پُرانی باتوں کو ویسے ہی رہنے دینا غرضیکہ تمام باتیں بے سود ہوئیں۔۔۔۔ اسی طرح فرقہ حنیف نے ایک توحید کے مذہب کا وعظ شروع کیا جو سنت ابراہیم کو از سر نو زندہ کرنے کا دعویدار تھا اور عربوں کی پُرانی رسموں کہاوتوں کی ہر طرح تعظیم کرتا تھا۔ مگر اس کا بھی دوسروں جیسا حشر ہوا اور یہ اُن سے بھی جلدی مفقود (غائب) ہو گیا کیا یہ عجیب بات نہیں معلوم ہوتی کہ ان الفاظ نے جن کی یہودی اور عیسائی سینکڑوں سال تک منادی کرتے رہے ایک بھی انسانی روح کو پاک اور صاف نہ کیا۔ الخ صفحہ ۱۸۲، ۱۸۳۔

۳۔ سیرت ابن ہشام مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور ۱۹۱۵ء میں ابن اسحاق کے قول کے موافق اشعار ذیل ابو صلت بن ازبیقہ ثقفی کے ہیں جو اُس نے فیل کے حالات اور دین ابراہیم کے متعلق کہے ہیں۔

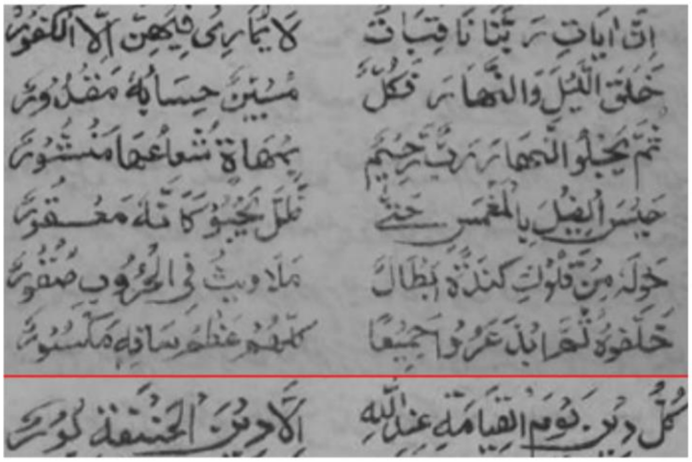
إنّ آيات ربّنا ثاقبات — لا يماري فيهنّ إلّا الكفور
خلق الليل والنهار فكلّ — مستبين حسابه مقدور
ثمّ يجلو النهار ربّ رحيم — بمهاة شعاعها منشور
حبس الفيل بالمغمّس حتّى — ظلّ يحبو كأنّه معقور
حوله من ملوك كندة أبطال — ملاويث في الحروب صقور
خلّفوه ثمّ ابذعرّوا جميعاً — كلّهم عظم ساقه مكسور
كلّ دين يوم القيامة عند الله — إلّا دين الحنيفة بور

ترجمہ: ہمارے رب کے دلائل واضح و روشن ہیں۔ سوائے کافروں کے کوئی اُن میں جھگڑا نہیں کرتا۔ اللہ نے رات و دن پیدا کئے کہ ہر ایک حساب و انداز سے چل رہا ہے۔ پھر رب مہربان سورج کے ذریعہ سے جس کی شعاعیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ دن کو روشن کرتا ہے۔ ابرہہ کے ہاتھی کو مغمس میں بند کر دیا کہ مکہ پر حملہ نہ کر سکے گا گویا یہ کہ اس کے ہاتھ پاؤں ہی کاٹ دیئے گئے ہیں۔ اگرچہ اُس کے گرد سلاطین کندہ کے بہادر آدمی جو لڑائیوں میں باز کا سا کام دیتے تھے اور اُس کو اشتعال (غصہ۔ بھڑکانا) دیتے تھے۔ آخر جب ہاتھی نے نہ مانا تو ناچار اُنہوں نے اُس کو اُس کے حال پر چھوڑ دیا اور آپ سب بھاگ گئے اور ہر ایک پنڈلی کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی۔ تمام مذاہب قیامت کے روز سوائے دین حنیفہ (مذہب توحید ابراہیمی) ہلاک و تباہ ہونگے۔

۴۔ سیرت ابن ہشام میں آیا ہے کہ "ابن ہشام کہتا ہے کہ بعض اہل علم سے روایت ہے کہ عمرو بن لحن مکہ سے کسی ضرورت کے واسطے شام کو گیا۔ جب بلقاء کی زمین میں ایک مقام مسمی مآب پر پہنچا تو وہاں کے باشندوں کو جو عمالیق کہلاتے تھے بتوں کی پرستش کرتے پایا (یہ عمالیق عملاق یا عملیق کی اولاد ہیں

www.noor-ul-huda.net

جولاذ بن سام بن نوح کی اولاد سے تھا) عمر نے اُن سے پوچھا یہ کیسے بُت ہیں جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ اُنھوں نے کہا یہ ایسے بُت ہیں کہ جب ہم ان سے بارش کی درخواست کرتے ہیں تو بارش ہو جاتی ہے۔ اور جب ان سے مدد مانگتے ہیں تو مدد دیتے ہیں۔ عمرو نے کہا کیا آپ ان سے ایک بُت مجھے نہیں دے سکتے کہ میں اسے عرب میں لے جاؤں تاکہ وہاں کے لوگ ان کی عبادت کریں اُنھوں نے اس کو ایک بُت دیدیا جس کا نام ہبل تھا۔ اُس نے اُسے مکہ میں لاکر نصب کر دیا۔ اور لوگوں کو اُس کی عبادت و تعظیم کا حکم دیا۔ ابن اسحاق کہتا ہے کہ جب اول، اول مکہ میں بنی اسماعیل کے درمیان پتھروں کی عبادت شروع ہوئی تو اُن کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی شخص سفر میں جاتا تو پتھر کو اپنے ساتھ لے جاتا اور اُس کو اپنی قضاءِ حاجات کا وسیلہ خیال کرتا اور جہاں جا کر مقام کرتا وہاں اس کو نصب کر دیتا اور اُس کے گرد طواف کرتا اور اُس کی تعظیم و تکریم (عزت کرنا) کرتا۔ لیکن رفتہ رفتہ جب اُن کو پتھروں کے اٹھانے سے تکلیف محسوس ہونے لگی تو اُن کو ساتھ لے جانا چھوڑ دیا۔ وہ جہاں جاتے وہاں کسی خوبصورت پتھر کو لیکر اُس کے گرد طواف (چکر لگانا) وغیرہ رسوم ادا کر لیتے۔ اس حال پر کئی نسلیں گذر گئیں یہاں تک اخیر نسلوں کا اسی بت پرستی پر پورا پورا اعتقاد (یقین) ہو گیا اور ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام کے اصل دین کو بھول گئے۔ ہاں چند باتیں ابراہیمی مناسک (حاجیوں کی عبادت کے مقامات) کی مثل تعظیم بیت اللہ، طواف خانہ، کعبہ، حج، عمرہ، عرفہ میں کھڑے ہونا مزدولفہ میں ٹھہرنا۔ قربانی، حج وغیرہ کا احرام باندھنا ان میں باقی تھیں اور رسول اللہ کی بعثت (رسالت) کے وقت قبیلہ کنانہ وقریش احرام کے وقت کہا کرتے تھے **اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لا شَرِیکَ لکَ الا شَرِیکَ ھُو لکَ تملکه وماَ مَلکَ** یعنی یاالٰہی ہم بدل وجاں تیری خدمت میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایک تیرا شریک ہے جس کا تو مالک ہے اور ان چیزوں کا بھی تو ہی مالک ہے۔ گویا خدا کی توحید کا اقرار بھی کرتے تھے پھر اپنے بتوں کی بھی اس میں داخل کرتے تھے اور اس کی ملکیت بھی خدا کے قبضہ میں سمجھتے تھے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔ **وما یومن اکثر همه بالله الاوهم مشرکون** یعنی اللہ کو مانتے بھی ہیں پھر اُس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ قوم نوح بھی بُت پرستی کیا کرتی تھی۔ جس کی خبر خداوند تعالی نے قرآن کی آیت ذیل دی ہے۔

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۔ ترجمہ کہتے ہیں کہ اپنے معبودوں کو مت چھوڑو اور نہ دو وسواع ویغوث ویعوق ونسر کو ترک کرو اور وہ لوگ جو ان پانچ بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ وہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے الخ صفحہ ۲۴، ۲۷ تک۔

www.noor-ul-huda.net

۵۔ سر سید احمد خاں مرحوم تاج العروس شرح قاموس کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

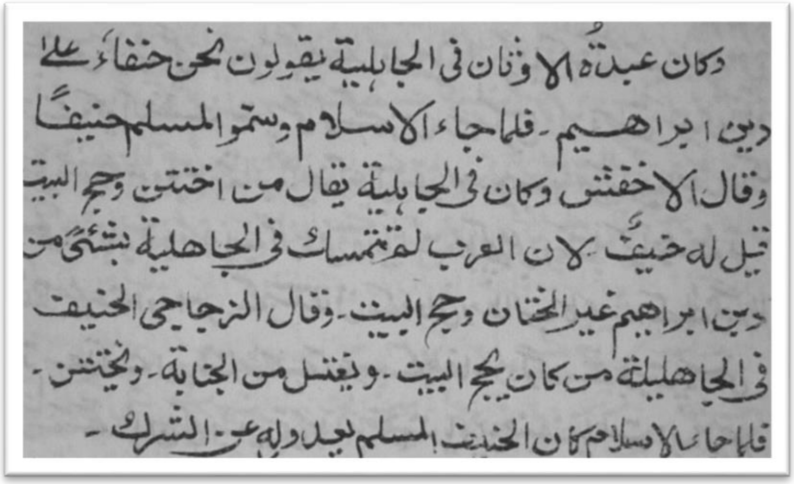
وكان عبدة الاوثان فى الجاہلیة یقولون نحن حنفاء على
دين ابراهيم۔ فلما جاء الاسلام وسموا المسلم حنيفا
وقال الاخفش وكان فى الجاہلیة يقال من اختتن وحج البيت
قيل له حنيف۔ لان العرب لم تتمسك فى الجاهلية بشئ من
دين ابراهيم غير الختان وحج البيت۔ وقال الزجاجى الحنيف
فى الجاهلية من كان يحج البيت۔ ويغتسل من الجنابة۔ ويختتن۔
فلما جاء الاسلام كان الحنيف المسلم لعدوله عن الشرك۔

یعنی بُت پرست لوگ ایام جاہلیت میں دعویٰ کرتے تھے کہ ہم حنیف ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر ہیں جب مذہب اسلام کا ظہور ہوا تو مسلمانوں کو بھی حنیف (حضرت ابراہیم کے دین کو ماننے والے۔ مذہبی عقیدے کا پختہ) کہنے لگے۔ اخفش نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جو لوگ ختنہ کرتے تھے اور کعبہ کا حج کرتے تھے اُن کو حنیف کہتے تھے۔ کیونکہ اس زمانہ میں عرب کے لوگوں نے سوائِ ختنہ اور حج کعبہ کے ابراہیمی مذہب میں سے کوئی چیز اختیار نہیں کی تھی۔ زجاجی کہتا ہے کہ عرب جاہلیت ان لوگوں کو جو کعبہ کا حج کرتے تھے اور جنابت کے بعد غسل کرتے تھے اور ان میں ختنہ کی رسم بھی جاری تھی۔ حنیف کہتے جب اسلام شروع ہوا تو مسلمانوں کو بھی حنیف اس لئے کہنے لگے کہ وہ شرک سے باز رہے تھے۔ آخری مضامین صفحہ ۱۰۱۔

۶۔ خلیفہ مامون کے زمانہ کا ایک عربی مسیحی لکھتا ہے کہ :

پس ابراہیم اپنے باپ دادؤں اور شہر والوں کے ساتھ اس بت کی پرستش کیا کرتا تھا اور اس پرستش کو حنیفی کہتے ہیں۔ جیسا کہ تونے اے حنیفی خود اقرار کیا اور یہ گواہی دی کہ "اللہ کی اُس پر تجلیہ ہوئی اور جب وہ اُس پر ایمان لایا اور اُس کے وعدے کو سچا جانا تو یہ فعل اُس کے حق میں صداقت سمجھا گیا (پیدائش ۱۵) اور حنیفی مذہب کو اس کہ مراد اس سے بتوں کی بندگی ہے چھوڑ کر موحد (ایک خُدا کو ماننے والا) اور ایماندار ہو گیا۔ کیونکہ کتب منزلہ میں ہم نے دیکھا کہ حنفیت بُت پرستی کو کہتے ہیں۔ عبدالمسیح ولد اسحاق کندی اردو صفحہ ۳۵، ۳۸، ۳۹۔ کتاب ایضاً عربی صفحہ ۴۱، ۴۲، ۴۶، کتاب ایضاً فارسی صفحہ ۶۱، ۶۵، ۶۶ اب اگر مافوق بیانات کا کچھ بھی اعتبار کیا جائے تو لفظ حنیف اور اس کے مشتقاق کے معانی و مطالب کا ہمیشہ کے لئے جھگڑا ختم ہو جاتا ہے اور ماننا پڑتا ہے کہ عرب کے حنفاء وہ لوگ تھے جو بُت پرستی کرتے تھے۔ اُن کی بُت پرستی کا نام حنفیت یا وغیرہ تھا۔ ان معانی کا انکار کرنا گویا تاریخ اسلام کی ایک بڑی حقیقت کا انکار کرنا ہو گا۔ ہم اس پر زیادہ کچھ بھی بڑھانا پسند نہیں کرتے۔ حقائق متعلقہ صابیت و حنفیت بیان مافوق میں موجود ہیں۔ ہر ایک ناظر اسے دیکھ کر اپنے لئے کوئی بہتر رائے قائم کر سکتا ہے۔

www.noor-ul-huda.net

۶۔ لفظ حنیف اور اس کے مشتقاق کے معنی

بیان ماقبل میں جو بیان نذر ناظرین ہو چکا ہے گو اس سے لفظ حنیف کے معنی واضح ہو چکے ہیں مگر مسلم تحریرات میں لفظ حنیف اور حنیفت اور حنفاء کے معنی مندرجہ ذیل بھی آتے ہیں جو ناظرین کرام کے غور وخوص کے لئے لکھے جاتے ہیں۔

ا۔ عربی کی مشہور لغت کے حوالے سے جسے قاموس کہا جاتا ہے ایک دفعہ مسٹر غازی محمود دھرم پال نے اپنے رسالہ المسلم لودیانہ جلد دوم صفحہ ۵۵ بابت ماہ مئی ۱۹۱۵ء کے صفحہ پر لکھا تھا کہ قاموس میں الحنیف کے معنی قائل الاسلام۔الثابت علیہ۔ونحل من، حج، اوکان علی دین ابراہیم علیہ السلام کے آئے ہیں۔

۲۔ تفسیر اتقاق حصہ اول صفحہ ۳۰۸ پر حنیفاً لفظ کے معنی حاجاً کے گئے ہیں۔ صفحہ ۳۸۱ میں ابن المنذر السدی سے روایت کرتا ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں حنیفاً مسلماً اور حس جگہ حنفاء ملمین آیا ہے وہاں حج کرنے والے لوگ مراد ہیں۔

۳۔ تفسیر حسینی کا مصنف سورہ بینہ اور روم کی تفسیر کرتا ہوا لفظ حنفاء کے معنی بہل کرنے والے باطل عقیدوں سے دین اسلام کی طرف کے کرتا ہے۔

۴۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ملت حنیف یہودیت وعیسائیت کا غیر تھی۔ جیسا کہ لکھا ہے **وَقَالُواْ كُونُواْ هُودًا أَوْ نَصَارَى تَهْتَدُواْ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا** یعنی اور کہتے ہیں کہ ہو جاؤ یہودی یا عیسائی تو راہ پاؤ گے تو کہہ دے بلکہ پیری کی ہم نے ابراہیم حنیف کی ملت کی (سورہ بقرہ ۱۳۵)۔

۵۔ان ذات الدین عنداللہ الحنفیتہ غیر الیہود الاالنصر انبتہ۔یعنی تحقیق دین نزدیک اللہ کے خفیت ہے جو یہودیت اور عیسائیت کا غیر دین ہے۔ تفیسر اتقان جلد دوم صفحہ ۶۴۔

۶۔ حضرت محمد کی بابت بھی آیا ہے کہ آپ یہودیت ونصرانیت کے ساتھ مبعوث نہیں ہوئے بلکہ حقیقت کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔ جیسا کہ لکھا ہے

فقال رسول الله صلے الله علیه السلام انی المه البعثث با لیبهودیته ولا بالنصر انیته ولکن بعث بالحنفیته۔ الخ۔ یعنی روایت ہے ماسہ سے۔۔۔پس فرمایا رسول خدا نے کہ تحقیق میں نہیں بھیجا گیا ساتھ یہودیت اور نصرانیت کے ولیکن بھیجا گیا ہوں ساتھ خفیت کے الخ مظاہر الحق جلد سوم چھاپہ نولکشور صفحہ ۳۵۷۔

جو کوئی بیان مافوق پر گہری نظر ڈالے گا اس پر لفظ حنیف وخفیت اور ملت ابراہیم حنیف اور حنفاء کی بابت یہ امر روزِ روشن کی طرح ظاہر واضح ہو جائے گا کہ لفظ حنفا کے معنی صرف واحد خدا کے پرستاروں کے نہیں ہو سکتے حنفا حنفیت کے معتقدوں اور پیروکاروں کا نام تھا۔ زمانہ نبوی سے پیشتر

حنفاء عرب میں موجود تھے جو یہودیت وعیسائیت کے مخالف دین حنیف کے ماننے والے تھے جو دین یہودیت وعیسائیت کا حضرت محمد کے زمانہ سے پیشتر مخالف تھا اور موحدین کا دین قرار دینا بلاشک مشکل ہے اس بات کو مانا جاسکتا ہے کہ حضرت محمد کے زمانہ سے پیشتر دین حنیف کو ماننے والوں میں واحد خدا کے ماننے والے بھی ہونگے لیکن مسلم علماء کے بیان مافوق کو روبرو رکھتے ہوئے ہر ایک دین حنیف کے ماننے والوں میں واحد خدا کا پرستار خیال کرنا دشوار امر (مشکل کام) ہے۔ پس اگر بیان مافوق کی سندات کے کچھ بھی معنی ہو سکتے ہیں تو یہی ہو سکتے ہیں کہ زمانہ نبوی سے پیشتر بنی اسرائیل کا جو مذہب ودین تھا اسی کا نام دین حنیف یا ملت ابراہیم حنیف تھا اسی دین کو ماننے والے اسماعیلی حنفا کہلاتے تھے جن کی حنفیت میں ہر قسم کی مکروہات داخل تھی جس کا بیان صابی مذہب کے ضمن میں بھی ہو چکا ہے اور حضرت اسماعیل کی عربی اولاد اسی حنفیت کو مانتی ہوئی یہودیت وعیسائیت سے برسرِ پیکار (لڑائی) رہتی تھی۔ ان ہر دو الہامی مذاہب کے تابع ہونا پسند نہ کرتی تھی۔ غالباً یہودیت وعیسائیت کی باہمی مخالفت عرب کے حنفاء کو اپنی حنفیت پر قائم رہنے کے لئے زیادہ مددگار تھی۔

آخر میں اس بات کی طرف بھی توجہ کو مبذول (لگایا گیا۔ لگانا) فرمانا چاہیے کہ آنخضرت کی نسبت جو لکھا گیا ہے کہ آپ یہودیت اور عیسائیت کے ساتھ معبوث نہیں ہوئے بلکہ حنفیت کے ساتھ معبوث ہوئے ہیں یہ بات کہاں تک قابل اعتماد ہو سکتی ہے؟ ہم اس کا یہاں پر فیصلہ پیش نہیں کر سکتے مگر آنخضرت کی زندگی اور کام کے حالات میں اس کی حقانیت یا عدم حقانیت پر روشنی ڈالینگے۔ یہاں پر اس قدر گذارش کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر حنفیت حضرت اسماعیل کی نسل کے دین کا نام تھا تو آنخضرت کا ملتِ حنفیت پر پیدا ہونا ضرور تسلیم کیا جاسکتا ہے لیکن آنخضرت کی بابت یہ بات ہر گز قابل اعتماد نہیں ہو سکتی کہ آنخضرت نے حنفیت میں پیدا ہو کر تمام عمر حنفیت ہی کی تائید وتصدیق میں وعظ ونصیحت فرمائی اور یہودیت وعیسائیت کی عمر بھر تردید وتکذیب (جھٹلانا) ہی کی۔ کیونکہ اسلام کی معتبر روایات سے اس مسلمہ کی ہر گز تصدیق نہیں ہو سکتی ہے۔

ہم اس بات کا خوشی سے اعتراف کر لیتے ہیں کہ آنخضرت سے پیشتر حنفیت کا مرکز مکہ شریف کا کعبہ تھا جس میں حنفاء کے ۳۶۰ معبود موجود تھے۔ اس کعبہ کا حج مرد وعورت حالت برہنگی میں کیا کرتے تھے اور اُن کی نمازیں سیٹیاں اور تالیاں بجانا ہوتی تھیں۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ **وَمَا كَانَ صَلاَتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلاَّ مُكَاء وَتَصْدِيَةً** اور نہ تھی نماز اُن کے نزدیک کعبہ کے مگر سیٹیاں اور تالیاں بجانا۔ (سورہ انفال آیت ۳۵)۔ پس ہم اسلام کی بہتر روایات کی بناء پر حنفیت وحنفاء کی نسبت یہ خیال کرنے کے لئے مجبور ہیں کہ کل حنفاء آنخضرت سے پیشتر ہر گز واحد خدا کے پرستار نہ تھے اور نہ ملت ابراہیم حنیف کے معنی واحد خدا کی پرستش پر محدود تھے۔

www.noor-ul-huda.net

ساتویں فصل

عرب کے حنفاء میں حنفی رسول کی آمد کی انتظاری

عرب میں یہودیت وعیسائیت کا سخت غلبہ (فوقیت۔ برتری) تھا۔ یہ دونوں مذاہب مسیح موعود کی آمد کے سخت منتظر تھے۔ ہر دو مذاہب کے ماننے والے اپنی اپنی عالمگیر فتح مسیح موعود کی تشریف آوری پر منحصر کر رہے تھے۔ یہودی مسیح موعود کی پہلی آمد کا انتظار کرتے تھے مگر عیسائی اُسے سیدنا مسیح کی دوسری آمد یقین کرتے تھے۔ اُن کی اصولی کتابوں میں مسیح موعود کی آمد کے متعلق کثیر بیان آیا ہے۔ اس وجہ سے یہودیوں اور مسیحیوں کا اعتقاد مذکور نہ صرف انہیں میں عام تھا بلکہ اُن کے اس اعتقاد کا علم عرب کے حنفاء کو بھی تھا۔ اُنہوں نے بھی مسلم روایت کے موافق ایک حنفی رسول کی آمد کا خیال قائم کر لیا تھا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے پاک نوشتوں میں مسیح موعود کی بابت ذیل کا بیان موجود تھا۔ مثلاً:

ا۔ جوج اور ماجوج کی بابت دیکھو حزقی ایل ۳۷ باب سے ۳۹ باب تک۔ مکاشفہ ۲۰: ۷تا۱۰۔ مخالف مسیح یا مسیح الدجال کی بابت دیکھو متی ۲۴: ۵، ۱۱، ۲۴ کو اور ۲ تھسلنیکیوں ۲: ۳، ۱۸۔ ۱۰ تک سیدنا مسیح کی دوسری آمد کی بابت لکھا ہے کہ وہ اچانک آئے گا۔ ا تھسلنیکیوں ۵: ۱۔ ۵۔ مکاشفہ ۱۶: ۱۵۔ کہ وہ نوح کے طوفان کی طرح اچانک آئے گا۔ متی ۲۶: ۳۷۔ ۳۹۔ لوقا ۱۷: ۲۶۔ ۲۷۔ کہ وہ صدوم وعمورہ کی ہلاکت کی طرح اچانک آئے گا لوقا ۱۷: ۲۸۔ ۳۰ تک کہ وہ بجلی کی طرح اچانک آئے گا متی ۲۴: ۲۷ کہ وہ شخصی طور سے آئے گا۔ مرقس ۸: ۳۸، ۱۳: ۲۶۔ فلپیوں ۲: ۱۶۔ ۳: ۲۰۔ ا تھسلنیکیوں ۲: ۱۹۔ ۲۰ ، طیطس ۲: ۱۳، اعمال ۱: ۱۱۔ ا کرنتھیوں ۴: ۵، عبرانیوں ۹: ۲۸۔ کہ وہ مسیحی ایمانداروں کو اجر دینے آئے گا یوحنا ۱۶: ۲۲ کلسیوں ۳: ۳۔ ۴۔ ۲تمھیس ۴: ۸ عبرانیوں ۹: ۲۷۔ ۲۸۔ کہ وہ مسیح الدجال کو فنا کرنے آئے گا ۲ تھسلنیکیوں ۲: ۸تا۱۰ تک کہ وہ شیطان کو قید کرے گا مکاشفہ ۲۰: ۱تا۶ تک کہ اُس کے آنے کا وقت نامعلوم رکھا گیا ہے متی ۲۴: ۳۶، اعمال ۱: ۱۱ اور کہ وہ بادلوں پر آئے گا اور اُس کے آنے پر نرسنگا پھونکا جائے گا اور کہ وہ فرشتوں کے ساتھ آئے گا اور زمین پر عدل وانصاف کرے گا۔ ان تمام باتوں کا ذکر کتبِ مقدس میں مذکور ہے۔ یہ تمام باتیں عام طور سے عرب کے یہود ونصاریٰ میں مسلمہ تھیں جسے عرب کے حنفاء (حضرت ابراہیم کے مذہب کے لوگ) بھی جانتے ہونگے۔

۳۔ راویوں کے بیان کا حنفی رسول۔

اسلامی روایات کے راویوں نے اپنی روایات وضع کرنے میں ایک بات کا ضرور خیال کیا اور وہ یہ تھا کہ وہ حضرت محمد کو یہودیوں اور عیسائیوں کا مسیح موعود (وعدہ کیا ہوا) بنا کر دکھانا چاہتے ہونگے۔ اس بات کی تکمیل کے لئے اُنہوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کی زبانی ایسی روایات ضرور وضع کیں جو حضرت محمد کو اپنی زبانی اُن کی حنفیت (سچائی) کا وہ نبی موعود بنا کر دکھائیں جس کی یہود ونصاریٰ بلکہ دیگر عربوں کو بھی انتظاری تھی۔ کچھ روایات پیشتر نقل ہو چکی ہیں۔ باقی اختصار (مختصر) کے ساتھ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

ابنِ ہشام لکھتا ہے : ابن اسحاق کہتے ہیں ربیعہ بن نصر یمن کا بادشاہ تھا ایک دفعہ اس نے ایک ہولناک خواب دیکھا جس کے دیکھنے سے اُس کو ازحد پریشانی اور خوف وہراس پیدا ہوا اور اس نے اپنی سلطنت کے تمام کاہنوں اور ساحروں (جادوگروں) اور نجومیوں اور عایفوں (یہ وہ لوگ ہیں جو ہاتھوں کی لکیریں دیکھ کر حال بتلاتے ہیں) کو بلا کر کہا کہ میں نے ایک پریشان خواب دیکھا۔ تم لوگ اس کی تعبیر بیان کرو۔ ان سب لوگوں نے بیان کیا کہ آپ خواب بیان کیجئے ہم اس کی تعبیر دینگے۔ بادشاہ نے کہا میں خواب نہیں بیان کرونگا ہر شخص تعبیر کا دعویٰ کرتا ہے۔ اُس کو خواب بھی خود بیان کرنی چاہیے اور میرا اطمینان اُس شخص کی تعبیر سے ہوگا جو خواب کا مضمون بھی ادا کرے گا اس وقت ایک شخص نے کہا کہ اے بادشاہ اگر آپ کا یہی ارادہ ہے تو سطیح وشق (دو شخصوں کے نام ہیں) کو بلانا چاہیے کہ ان دونوں سے بڑھ کر دوسرا کوئی آدمی اس زمانہ میں موجود نہیں۔ وہ آپ کی خواب و تعبیر ہر دو بتلا سکینگے "سطیح کا دوسرا نام ربیع بن ربعیہ بن مسعود بن مازن بن ذئب بن عدی بن مازن بن حسان ہے۔ اور شق صعب بن یشکر بن رحمم بن افرک بن قیس بن عبقر بن انماء بن نزار ہے اور اتمار کی کنیت ابو بجیلت وخشعم ہے۔ ابن قسام کہتا ہے کہ اہل یمن کے قول کے مطابق اتمار بن اراش بن لحیان بن عمرو بن الغوث بن نابت بن مالک بن زید بن کھلان بن سبا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اراش بن عمرو بن لحیان بن الغوث ہے" غرضیکہ بادشاہ نے دونوں کو بلا بھیجا مگر سیطح شق سے پہلے آحاضر ہوا۔ بادشاہ نے سیطح سے کہا کہ میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے میں چاہتا ہوں کہ تم اس خواب کو بمع اس کی تاویل (دلیل) کے بیان کرو کہ اس کام کے لائق تم ہی بیان کئے جاتے ہو۔ اُس نے کہا اے بادشاہ اب آپ نے ایک آگ دیکھی ہے جو تاریکی سے نکل کر زمین پر پھیل گئی ہے اور ہر حیوان کو کھا گئی ہے۔ بادشاہ نے کہا اے سطیح واقعی تو نے سچ کہا ہے۔ یہی میری خواب ہے۔ اب اس کی تعبیر وتاویل بیان کیجئے۔ کہا آپ کی سلطنت پر اہل حبش حملہ کرینگے اور یمن سے لے کر جرش تک فتح کرینگے۔ بادشاہ نے کہا یہ تو بڑی دردناک بات ہے۔ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ یہ واقعہ میرے زمانہ میں ہوگا یا میرے بعد۔ کہا آپ کے ساٹھ یا ستر سال بعد۔ پوچھا کہ اہل حبش کی بادشاہی ہمیشہ رہیگی یا منقطع (ختم) ہو جائے گی۔ کہا کہ ستر اسی سال کے درمیان منقطع ہو جائے گی۔ بعض ان میں سے قتل کئے جائینگے اور بعض بھاگ جائینگے۔ پوچھا اُن کو کون قتل کرے گا اور کون نکالیگا کہا کہ قوم ارم جو عدن سے نکلیگی ان کو یمن سے نکال دیگی اور ان میں سے کوئی فرد یمن میں نہیں چھوڑیگی۔ پوچھا کہ کیا اس قوم ارم کی بادشاہی ہمیشہ رہیگی یا منقطع ہو جائے گی کہا کہ وہ بھی جاتی رہیگی۔ پوچھا ان کو کون نکالے گا کہا ایک پاک نبی محمد رسول اللہ جس کو اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہوگی۔ پوچھا وہ نبی کس قبیلہ سے ہوگا کہا کہ غالب بن فہر بن مالک بن نفر کی اولاد سے ہوگا۔ پھر یہ سلطنت اُس کی قوم میں قیامت تک رہیگی۔ پوچھا کہ زمانہ کا خاتمہ ہوگا۔ کہا ہاں۔ اس وقت اول وآخر سب جمع ہونگے اور نیکوکاروں کو نیک بدلہ ملیگا اور بدکاروں کو بُرا۔ پوچھا کیا جو کچھ تو نے مجھ کو بتایا ہے سب سچ ہے۔ کہا کہ خالق لیل ونہار (رات اور دن) کی قسم ہے کہ جو کچھ میں نے بتلایا ہے بالکل سچ درست ہے۔ اس کے بعد دوسرا منجم (نجومی) شق حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اُس سے بھی ویسا ہی سوال کیا جیسا کہ سطیح سے کیا تھا اور یہ نہ بتلایا کہ میں پہلے اس معاملہ کو سطیح کے سامنے پیش کر چکا ہوں تاکہ معلوم کرلے کہ آیا دونوں اتفاق کرتے ہیں یا اختلاف۔ شق نے کہا اے بادشاہ آپ نے ایک آگ دیکھی ہے جو تاریکی سے نکلی ہے اور ہر ایک سرسبز وخشک میدان میں لگی ہے اور ہر ذی حیات کو کھا گئی ہے۔ بادشاہ نے کہا بے شک اے شق یہی بات ہے۔ اب بتلاؤ کہ اس کا نتیجہ کیا ہے۔ کہا کہ بخدا آپ کی زمین پر حبشیوں کا غلبہ ہوگا اور یا یمن سے لے کر نجران تک قابض ہو جائینگے۔ بادشاہ نے کہا یہ تو بڑی ناامیدی کرنے والی اور خوفناک خبر ہے۔ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ یہ واقعہ میرے زمانہ اور میری زندگی میں ہوگا یا میرے بعد کہا آپ کے بعد۔ پھر اہل حبش پر ایک اور قوم عظیم الشان غالب آئیگی۔ پوچھا وہ کون ہونگے۔ کہا کہ قوم ارم آکر اُن کو ہلاک کریگی۔

www.noor-ul-huda.net

پوچھا کہ کیا اس کی سلطنت ہمیشہ رہیگی یا منقطع ہو جائے گی کہا کہ اُن کی سلطنت ایک رسولِ خدا کے آنے سے منقطع ہو جائے گی۔ جس کی قوم کے قبضہ میں یہ ملک ابد آلا باد تک رہے گا اور قیامت تک یہی قوم اس پر تسلط رہیگی۔ پوچھا کہ قیامت کا دن کیا ہوگا۔ کہا کہ قیامت تک یہی قوم اس پر تسلط رہیگی۔ پوچھا کہ قیامت کا دن کیا ہوگا۔ کہا کہ قیامت کا روز وہ ہے جس میں اولین و آخرین کے مقدمات فیصل (فیصلہ ہونا) ہونگے۔ اور ہر نیک و بد اپنے کیفر کردار (انجام کو پہنچنا) کو پہنچیگا۔ پوچھا کہ جو کچھ تو نے کہا ہے آیا واقعی درست و حق ہے۔ کہا کہ خالق ارض و سما (زمین و آسمان) کی قسم کہ یہ واقعات بے کم وکاست (بغیر کمی بیشی) برحق ہیں۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ ۶،۵)۔

۲۔ ابن اسحاق کہتا ہے کہ اُس نے یمن سے مدینہ تک ایک سڑک بنوائی تھی جس پر آیا جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ مدینہ میں اپنا لڑکا چھوڑ گیا اور وہ کسی دھوکے سے قتل کیا گیا۔ پس تبع آخر (یعنی بتان اسعد ابو کرب) نے مدینہ اور اہل مدینہ کی بیخ کنی (جڑ سے اُکھاڑنا) کا ارادہ کیا۔ اس پر مدینہ کے ایک قبیلہ انصار نے جن کا رئیس و افسر عمرو بن طلہ تھا۔ اُس کا مقابلہ کیا۔ یہ عمرو بن طلہ بنی نجار کا بھائی ہے اور بنی عمرو بن مبذول کی اولاد سے ہے۔ مبذول کا دوسرا نام عامر بن مالک بن النجار ہے اور نجار کا دوسرا نام تمیم اللہ بن ثقلبہ بن عمرو بن الخزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر مالک بن النجار ہے۔ اور طلہ اور اُس کی والدہ عامر بن زریق سن عبد حارثہ بن مالک بن عقب جشم بن الخزرج ہے۔ ابن اسحاق کہتا ہے کہ بنی عدی بن الجبار میں سے ایک شخص نے جس کا نام احمر تھا تبع کے آدمیوں میں سے ایک شخص پر حملہ کیا تھا اور اُس کو مار ڈالا تھا وجہ یہ تھی کہ اس شخص نے تبع کے آدمی کو اپنے کھجوروں کے باغ میں کھجوریں توڑتا ہوا پایا اور اپنی درانتی سے وہاں ہی اس کا کام تمام کر دیا اور کہا (انما المترطن ابرہ) یعنی کھجور پیوند لگانے والے کا حق ہے نہ تیرا اس بات سے تبع کا غضب اس قوم پر اور بھی بڑھ گیا اور دونوں طرف اصحاب تبع واصحاب عمرو بن طلہ سے لڑائی کا بازار گرم ہو گیا۔ انصار صبح کے وقت ان سے مقابلہ کرتے تھے اور رات کو اُن کی اطاعت کا اقرار کر لیتے تھے انصار کے سردار عمرو بن طلہ یہ بات نہایت پسند آتی تھی اور کہتا بخدا ہماری قوم غالب آکر رہیگی۔ اسی اثناء میں جبکہ تبع وعمرو بن طلہ کے اصحاب کے مابین لڑائی کی آگ لگی ہوئی تھی۔ بنی قریظہ کے یہودیوں کے دو عالم جو اپنے علم میں راسخ وجید (پکا، مضبوط، کھرا) تھے تبع کے پاس آئے۔ (یہ بنی قریظہ اور نصیر والتحام اور عمرو بن الخزرج یہ تمام ابن الصرتح ابن اکتومان جن السیط بن الیسع ابن سعد بن لادی بن خیر بن التحام بن تخوم بن عارز بن عزری بن ہارون بن عمران بن یصر بن قاہت بن ہوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد سے ہیں اور کہا اے بادشاہ مدینہ اور اہل مدینہ کی ہلاکت کے ارادہ سے باز آ۔ اگر آپ اس سے باز نہ آئینگے اور ہماری اس ناچیز نصیحت وخیر خواہی کو قبولیت کے کانوں سے نہیں سنیں گے تو ہمیں اندیشہ ہے کہ کوئی قہر الہیٰ وغضب ناگہاں ہی آپ پر نازل ہو جائے۔ تبع نے پوچھا کیونکر۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ مدینہ ایک نبی کی ہجرت کی جگہ ہوگا جو قوم قریش سے آخر زمان میں پیدا ہوتا۔ پھر یہ جگہ۔۔۔ اُس کی جائے قرار ہو گی۔ یہ بات سن کر بادشاہ اپنے ارادہ سے باز آیا اور ان علماء یہود کی علمیت وفضیلت کا قائل ہو کر اُن کا دین قبول کر لیا اور مدینہ سے واپس چلا گیا۔

۳۔ ابن اسحاق کہتا ہے کہ یہ تبع اور اُس کی قوم بت پرست تھے۔ اس نے مکہ معظمہ پر بھی چڑھائی کی تھی۔ کہتے ہیں کہ جب اس ارادے سے مکہ کی طرف آ رہا تھا اور ابھی عسفان وآجح کی حدود کے درمیان پہنچا تھا تو ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن مسعد کے چند آدمیوں نے آکر کہا اے بادشاہ ہم آپ کو ایک ایسے بیت المال کا پتہ دیتے ہیں جس سے پہلے بادشاہ غافل رہے ہیں۔ جس میں موتی، زبرجد، یاقوت، سونا، چاندی، وغیرہ بے شمار اموال

واسباب ہیں وہ مکہ میں ایک گھر ہے۔ وہاں کے لوگ اُس کی عبادت کرتے ہیں اور اس میں نماز پڑھتے ہیں اور ان لوگوں کا یہاں سے یہ مطلب تھا کہ اگر یہ مکہ پر دست درازی کرے گا تو ہلاک ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ جو شخص مکہ معظمہ کی بے حرمتی کا ارادہ کیا کرتا ہے تو وہلاک وتباہ ہو جایا کرتا ہے۔ گویا وہ لوگ اس بلا کو اس بہانہ سے ٹالنا چاہتے تھے۔ مگر جب تبع نے ان لوگوں سے یہ تقریر سنی تو اس نے ان دو یہودی علماء کو جن کو وہ اپنے ساتھ مدینہ سے لا یا ہوا تھا بلا یا اور یہ ماجرا اُن کے سامنے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ان لوگوں نے اس بہانہ سے آپ کی اور آپ کی قوم کی ہلاکت کا ارادہ کیا ہے اگر آپ ان کی بات پر عمل کرینگے تو آپ بمع اپنے لشکر کے ہلاک ہو جائینگے۔ اس پر تبع نے دریافت کیا کہ جب میں مکہ میں پہنچوں تو مجھے کیا کرنا چاہیے۔ علماء نے کہا کہ جو کچھ وہاں کے لوگ اُس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں آپ کو بھی ویسا ہی کرنا چاہیے۔ جب آپ وہاں پہنچیں تو سر کے بال حلق کروا کر اس کا طواف (چکر لگانا) کریں اور خشوع و خضوع (عاجزی و گڑ گڑانا) وفروتنی وانکساری سے آداب تعظیم و تکریم بجالادیں (سیرت ابن ہشام صفحہ ۸،۷)۔

۴۔ میسرہ اور حزیمہ دونوں یہ کیفیت دیکھ کر کمال تعجب میں آئے اور آپ کے اس تصرف پر صدق دل سے یقین لائے۔ بعد اس کے جب شہر بصرہ کے متصل (نزدیک) پہنچے تو بجیر راہب کے عبادت خانہ کے نزدیک اُترے مگر دیکھا تو اس عبادت خانہ میں بجیرا نظر آیا اور اُس کی جگہ کسی اور ایک راہب کو مقیم پایا۔ بعد دریافت کے معلوم ہوا کہ بجیرا نے انتقال کیا ہے۔ ابھی چند اں ہوئے اس دار فانی (ختم ہونے والا دُنیا) سے ملک جاودانی (ہمیشہ رہنے والا) کا راستہ لیا۔ یہ راہب اسی کا قائم مقام ہے۔ نسطور اُس کا نام ہے۔ یہ شخص بڑا عالم اور عابد (عبادت کرنے والا) قوم نصرانی ہے فی زمانہ اپنی قوم میں لاثانی ہے۔ غرضیکہ اسی مقام پر ایک درخت خشک نظر آیا۔ جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نیچے جاکر تھوڑی دیر قیام فرمایا آپ کی برکت سے اُسی وقت وہ درخت از سرتاپا سبز وشاداب ہو کر پر بار ہوا اور گرد بگرد اُس درخت کے خدا کی قدرت سے عجیب دلچسپ سبزہ اور قفا کا بر حکم پروردگار ہوا۔ اُس وقت نسطور راہب کسی ضرورت سے اپنے عبادت خانہ کے کوٹھے پر آیا سامنے جو نظر پڑی تو اُس درخت کو سراپا سر سبز اور میوہ ہائے تروتازہ سے پھلا ہوا پایا اور دیکھا تو ایک جوان نہایت حسین مہ جبین پری پیکر رشک قمر اُس شجر کے نیچے قدمزن ہے اور اس کے سر مبارک پر وہ درخت سایہ فگن ہے جب نسطور کو یہ حال نظر آیا تو بجلدی تمام بام خانہ سے نیچے اُتر آیا اور جلدی سے تورات کو ہاتھ میں لیا اور آپ کے حضور میں جاکر اُس کی نشانیوں سے آپ کے حلیہ مبارک کو مطابق کیا تو ایک سر مو (ذرا برابر) کسی چیز میں فرق نہ پایا۔ پھر تو اس نے بے خود ہو کر یہ شور مچایا کہ عیسیٰ مسیح نے جس پیغمبر افضل البشر نبی آخر الزمان صاحب الفرقان کی خبر ہم کو دی ہے اور اس کے معبوث ہونے کی سند توریت وانجیل سے لی ہے خدا کی قسم وہ نبی صاحب الجود والکرم آج اس درخت کے نیچے موجود ہے جو اس کی نبوت ورسالت کا منکر ہے۔ وہ کافر خدا کی رحمت سے کونین میں محروم ومردود (رد کیا ہوا) ہو (تواریخ احمدی صفحہ ۶۰۔۱۶)۔

۵۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور کے معبوث (نبی مقرر ہونا) ہونے سے پہلے یہود ونصاریٰ کے علماء اور عرب کے کاہن حضور کی خبریں بیان کیا کرتے تھے۔ کیونکہ حضور کا زمانہ ظہور قریب تھا یہود ونصاریٰ کے علماء تو اپنی کتابوں سے حضور کے اوصاف اور زمانہ ظہور اور انبیاء کا عہد جو انہوں نے اپنی اُمتوں سے حضور پر اسلام لانے کی بابت لیا تھا بیان کرتے تھے اور عرب کے کاہن اپنے شیاطین سے خبریں سنتے تھے اور شیاطین آسمان کے قریب

www.noor-ul-huda.net

جا کر ملائکہ (فرشتوں) کی گفتگو سن کر اُس میں سے کچھ اڑالاتے تھے اور اپنے دوست کاہنوں کو مطلع (اطلاع دینا) کرتے تھے اور وہ عام لوگوں کو اس سے خبر دار کرتے تھے اور اس زمانہ میں شیاطینوں کے واسطے آسمان سے خبر لانے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ اور نہ عرب کے لوگ علمِ کھانت میں کوئی برائی سمجھتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور کو مبعوث کیا اور شیاطین استراق سمع سے روکے گئے۔ جب کوئی جن آسمان کی طرف جاتا فوراً شہابہ سے اُس کی خبر لی جاتی یہاں تک کہ پھر جنات میں یہ طاقت نہ رہی کہ کسی بات کو عالمِ بالا سے معلوم کر سکیں۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ ۶۳)۔

۶۔ ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے عاصم بن عمرو بن قتادہ نے بیان کیا کہ ہماری قوم کے لوگ کہتے تھے کہ ہمارے اسلام لانے کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنی رحمت اور ہدایت کی جو ہم کو اسلام کی توفیق عنایت فرمائی اور دوسری بات یہ کہ ہمارے پڑوس میں یہود رہتے تھے وہ اہل کتاب تھے اور ہم مشرک لوگ بُت پرست تھے۔ جو علم اُن کے پاس تھا وہ ہمارے پاس نہ تھا۔ اور ہمارے اُن کے درمیان میں ہمیشہ جنگ وجدل رہتی تھی تو وہ ہم سے کہا کرتے تھے کہ جب اُن کو ہم سے کوئی شکست پہنچتی کہ اب ایک نبی کے معبوث (بھیجا جانا) ہونے کا زمانہ عنقریب ہے اُن کے مبعوث ہوتے ہی ہم اُن کے ساتھ ہو کر تم کو مثل عادارم کے قتل کرینگے۔ پس ہم یہودیوں کی یہ باتیں اکثر سنا کرتے تھے یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد کو مبعوث فرمایا۔ پس ہم نے آپ کی دعوت قبول کی جب کہ آپ نے ہم کو خدا کی طرف بلایا اور ان باتوں کو پہچان گئے۔ جن کا یہودی ہم سے وعدہ کرتے تھے۔ پس اسلام کے اختیار کرنے میں یہودیوں سے ہم نے سبقت کی اور ایمان لے آئے اور انہوں نے کفر کیا۔ چنانچہ ہمارے اور اُن کے درمیان یہ آیت نازل ہوئی ہے وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ

ترجمہ: یعنی جب ان یہودیوں کے پاس خدا کی کتاب آئی اور خدا نے اپنا رسول بھیجا جو اُن کی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ حالانکہ پہلے یہ اس کے وسیلہ سے دعاءِ فتح کیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ فتح کے طالب تھے۔ پس جب وہ ان کے پاس آیا اور اُنہوں نے اس کو پہچان لیا اُس کے ساتھ یہ کافر ہو گئے۔ پس لعنت ہے خدا کی کافروں پر۔ (سورہ بقرہ آیت ۸۹)۔

۷۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ کو حضرت سلمہ بن سلامہ بن دقش سے روایت پہنچی ہے اور یہ بدری صحابی تھے۔ کہتے ہیں ہمارے یعنی بنی عبداللہ شہل کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا اور سلمہ کہتے تھے میں اُن ایام میں اپنی قوم کے اندر سب سے زیادہ نو عمر تھا ایک چادر اوڑھے ہوئے اپنے لوگوں کے درمیان میں بیٹھا تھا۔ پس اُس یہودی نے آ کر قیامت اور بعث اور حساب اور میزان اور جنت و دوزخ کا ذکر شروع کیا اور دوزخ اُن لوگوں کے واسطے ہے جو مشرک (بُت پرست) ہیں اور بُت پرستی کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے۔ قوم نے کہا تجھ کو خرابی ہے کیا تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ لوگ مر کر پھر زندہ ہونگے اور اپنے اعمال کا بدلہ پائینگے۔ اُس یہودی نے کہا ہاں میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں۔ قوم نے کہا تجھ کو خرابی ہو اس کی نشانی کیا ہے۔ اُس نے کہا ان شہروں کی طرف سے ایک نبی مبعوث ہونگے اور اپنے ہاتھ سے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کیا۔ قوم نے کہا وہ نبی کب مبعوث ہونگے۔ اس یہودی نے میری طرف دیکھ کر کہا کہ اگر اس بچہ کی عمر نے وفا کی تو یہ اُن نبی کو پالیگا سامعہ (سننے والے) کہتے ہیں پس قسم ہے خدا کی تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت رسول خدا کا ظہور ہوا اور اس وقت تک وہ یہودی ہمارے اندر زندہ تھا۔ پس لوگ تو ایمان لے آئے اور وہ یہودی بغض و حسد و سرکشی کے سبب

سے ایمان نہ لایا۔ ہم نے اُس سے کہا تجھ کو خرابی ہو تو ایمان کیوں نہیں لاتا حالانکہ تو ہی تو ہم سے حضور کا بیان کیا کرتا تھا۔ پھر اب کیا آفت تیرے سر پر نازل ہوئی کہ ایمان نہیں لاتا۔ اُس نے کہا یہ وہ نبی نہیں جس کا میں ذکر کرتا تھا۔

۸۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عاصم بن عمر ابن قتادہ بنی قریظہ کے ایک شیخ سے نقل کرتے ہیں کہ اُنہوں نے مجھ سے کہا تم کو معلوم ہے کہ تعلبہ بن سعید اور امید بن سعید اور اسد بن عبید جو بنی بدل بنی قریظہ کے بھائیوں میں سے جاہلیت میں اُن کے ساتھی اور پھر اسلام میں اُن کے سردار تھے ان کے اسلام لانے کی کیا وجہ ہوئی۔ عاصم کہتے ہیں کہ میں نے ان شیخ جس کا نام ابن ہیبان تھا۔ اسلام کے ظہور سے چند سال پیشتر ہمارے پاس اور ہمارے اندر ٹھہرا۔ پس قسم ہے خدا کی ہم نے کوئی اس سے بہتر پانچویں نماز ادا کرنے والا نہ دیکھا اور وہ یہودی ہمارے ہاں ٹھہرا رہا۔ چنانچہ ایک دفعہ امساک باراں (خشک سالی۔ بارش نہ ہونا) ہوا ہم نے اُس سے کہا اے ابن ہیبان تم چل کر ہمارے واسطے دعا نزولِ باران (بارش نازل ہونا) کرو۔ اُس نے کہا میں ہر گز نہ جاؤنگا۔ جب تک کہ تم کچھ صدقہ نہ نکالوگے۔ ہم نے کہا کس قدر صدقہ چاہیے۔ اُس نے کہا ایک چار سیر کھجوریں یا جو لے لو۔ کہتے ہیں کہ ہم نے وہ صدقہ لیا اور اس کے ساتھ دعا کے واسطے چلے۔ یہاں تک کہ وہ شہر کے باہر ایک میدان میں آیا وہاں اُس نے دعا کی اور ہنوز (اس وقت تک) وہ اپنی جگہ سے اٹھنے نہ پایا تھا کہ ابر نمودار ہوا اور بارش شروع ہوئی۔ اسی طرح کئی بار موقعہ ہوا پھر جب وہ بیمار ہوا اور اُس نے سمجھا کہ اب زندگانی آخر ہے۔ ہمارے لوگوں کو جمع کیا اور کہا اے گروہ یہود بتاؤ کہ کس چیز نے مجھ کو نعمتوں اور اچھی پیداوار کے ملک سے اس خشک زمین میں پہنچایا۔ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا تم ہی جانو۔ ہمیں کیا خبر ہے۔ اُس نے کہا میں اس جگہ ایک نبی کے مبعوث (بھیجا گیا) ہونے کی خاطر آیا تھا۔ جس کا زمانہ ظہور (ظاہر ہونا) عنقریب ہے اور میں امید کرتا تھا کہ وہ مبعوث ہوں تو میں اُن کی پیروی کروں۔ پس اے یہود تم کو لازم ہے کہ تم سب سے پہلے ان کی اطاعت (طابعداری۔ بندگی) کرو۔ کیونکہ ان کو حکم ہوگا کہ جو ان کی اطاعت نہ کرے گا اُس کو قتل کرکے وہ اس کی اولاد کو لونڈی اور غلام بنائینگے پس تم بلاعذر وحجت اُن پر اسلام لے آنا۔ شیخ کہتے ہیں پس جب رسولِ خدا مبعوث ہوئے اور بنی قریظہ کا آپ نے محاصرہ (گھیر اڈالنا۔ قلعہ بندی) کیا انہیں نوجوانوں نے جنہوں نے اس یہودی کی نصیحت سن کر یاد رکھی تھی اپنی قوم سے کہا اے بنی قریظہ بے شک یہ وہی نبی ہیں جن پر ایمان لانے کے واسطے تم سے ابن ہیبان نے عہد لیا تھا۔ قوم نے کہا بے شک تم سچ کہتے ہو یہ وہی نبی ہیں اور ان میں وہ سب صفتیں موجود ہیں جو اُس نے بیان کی تھیں پھر سب بنی قریظہ اسلام لے آئے اور اپنے جان ومال کو غازیانِ اسلام کی دست وبرو سے محفوظ رکھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں۔ یہ وہ خبریں ہیں جو علماء یہود سے ہم کو پہنچی ہیں۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ ۶۶، ۶۷)۔

۹۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ کو عمر بن عبد العزیز بن مردان سے یہ روایت پہنچی ہے کہ جب حضرت سلیمان نے حضور کی خدمت میں اپنا واقعہ نقل کیا تو یہ بھی کہا کہ عموریہ کے راہب (عیسائی عابد یا زاہد۔ تارک الدُنیا) نے ان سے یہ بھی کہا تھا کہ تم ملک شام میں فلاں جگہ جاؤ۔ وہاں ایک راہب ہے وہ سال بھر میں ایک غیضہ [1] سے نکل کر دوسرے غیضہ میں جاتا ہے۔ تمام لوگ اپنے بیماروں کو لیکر اس کے منتظر رہتے ہیں۔ جس کے واسطے وہ دعا کرتا ہے فوراً وہ بیمار تندرست ہو جاتا ہے۔ اس سے تم اس دین کی بابت سوال کرو جس کی تم کو تلاش ہے وہ بتلادے گا۔ سلیمان کہتے ہیں کہ میں وہاں سے حسب

[1] غیضہ بیشہ اور جنگل کو کہتے ہیں۔

نشانہ ہی اُس راہب کے اس شہر میں آیا۔ پس میں نے دیکھا کہ لوگ بیماروں کو لئے ہوئے جمع تھے۔ یہاں تک کہ رات کے وقت وہ راہب ایک غیضہ سے نکل کر دوسرے میں جانے لگا لوگوں نے اُسکو چاروں طرف سے گھیر لیا اور مجھ کو اُس تک پہنچنے بھی نہ دیا جس مریض کے واسطے اُس نے دعا کی وہ اچھا ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ غیضہ کے دروازہ تک پہنچا اور چاہتا تھا کہ اندر داخل ہو جو میں نے جا کر اس کا بازو پکڑ لیا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ میں نے کہا اے شخص خدا تم پر رحم کرے مجھ کو دینِ ابراہیم اور ملت حنیف سے خبر دیجئے اُس نے کہا تو نے آج مجھ سے ایسی بات دریافت کی ہے جو کسی نے اب تک نہ دریافت کی تھی۔ مگر یہ تو سن لے کہ اب ایک نبی کے ظہور (ظاہر ہونا) کا زمانہ قریب ہے وہ بنی اہل حرم میں سے ہونگے اور تجھ کو یہ دین تعلیم کرینگے۔ پھر وہ راہب اپنے غیضہ میں داخل ہو گیا۔ سلیمان سے حضور نے یہ واقعہ ذکر فرمایا اگر تو نے یہ واقعہ سچ بیان کیا ہے تو بے شک تو نے عیسیٰ بن مریم سے ملاقات کی۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ ۷۱)۔

۱۰۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ پھر ابو طالب کو سفر شام کا اتفاق ہوا اور اس کی تیاری کر کے چلنے کو آمادہ ہوئے۔ حضور نے بھی اُن کے ساتھ جانے کا اشتیاق (شوق۔ خواہش) ظاہر کیا۔ ابو طالب چونکہ حضور سے اپنے فرزندوں سے زیادہ محبت رکھتے تھے آپ کے اشتیاق سے نرم دل ہو گئے اور کہنے لگے قسم ہے خدا کی میں اس کو اپنے ساتھ لے جاؤنگا۔ نہ یہ میرے فراق (جدائی) کی طاقت رکھتا ہے نہ میں اس کو چھوڑ سکتا ہوں۔ پس ابو طالب حضور کی بیعت (مرید بننا) میں شام کی طرف راہی ہوئے۔ جب ان کا قافلہ شہر بصریٰ میں جو سرحد شام پر واقع ہے پہنچا تو وہاں ایک راہب بحیرا نام اپنے صومعہ (عبادت خانہ۔ گرجا) میں رہا کرتا تھا یہ راہب علم نصرانیت کا پورا واقف تھا اور اس صومعہ میں سات راہب پشت بہ پشت گذر چکے تھے۔ جن کا علم یکے بعد دیگرے اس راہب کو پہنچا تھا۔ جب یہ قافلہ اس سال اس راہب کے صومعہ کے قریب جا کر اُترا حالانکہ پہلے بھی قافلے اس کے قریب جا کر اترتے تھے مگر یہ راہب کسی سے مخاطب نہ ہوتا تھا۔ اب جو یہ قافلہ اس کے قریب نازل ہوا اس نے اُس کی پر تکلف کھانے سے مہمانی کی۔ لوگ کہتے ہیں اس مہمانی کا یہ باعث تھا کہ بحیرا راہب نے جب اپنے صومعہ میں اس قافلہ کو دیکھا تو اس کی نظر حضور پر پڑی اور اُس نے دیکھا کہ ابر کا ٹکڑا آپ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ پھر جب لوگ اُترے اور حضور ایک درخت کے نیچے جلوہ افروز ہوئے تو اُس نے دیکھا کہ وہ ابر سایہ افگن آپ کے سر مبارک پر مثل چھتری کے قائم ہو گیا اور درخت کی سب ٹہنیاں آپ پر سایہ کرنے کے واسطے مائل (جھکنا) ہوئیں۔ راہب یہ ماجرا دیکھتے ہی اپنے صومعہ سے باہر نکلا اور کھانا پکا کر اہلِ قافلہ کی دعوت کی اور کہلا بھیجا کہ اے قریش کے گروہ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے سب چھوٹے بڑے آزاد اور غلام سب میری دعوت میں شریک ہوں کوئی باقی نہ رہے۔ قافلہ کے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا اے راہب آج تم ایسا کام کرتے ہو جو ہم نے تم کو کبھی کرتے نہیں دیکھا۔ حالانکہ ہم تمہارے پاس بارہا گذرے ہیں مگر کبھی تم نے دعوت تو کیسی ہم سے بات تک بھی نہیں کی۔ بحیرا نے کہا تیرا کہنا سچ ہے۔ میری ایسی ہی عادت ہے مگر تم لوگ مہمان ہو میرا جی چاہا کہ میں آج تمہاری اپنے ماحضر (جو کھانا موجود ہو) سے کچھ مدارات (خاطر تواضع) کروں اور قدرے تان جو تیار کر کے سامنے پیش کروں مگر تم سب قدم رنجہ (تشریف لانا) فرما کر میرے کلبہ (چھوٹا سا گھر) تاریک کو اپنے نور سے روشن و منور کرو۔ سب نے قبول کیا اور راہب کے صومعہ میں اکٹھے ہوئے مگر حضور سرورِ عالم بہ سبب کم عمری کے قافلہ میں اپنے اسباب (اثاثہ۔ ضرورت کا سامان) کے پاس ہی رہ گئے تھے۔ راہب نے جب سب لوگوں میں بغور نظر کی اور اُس نورِ نظر یعنی حضرت سید البشر کو نہ دیکھا کہا اے قریش میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا تھا کہ دیکھو تم میں سے کوئی باقی نہ رہے۔ چھوٹے بڑے سب تکلیف کرنا۔ قریش نے کہا اے راہب ہم تمہارے حسب الاشار سب کے سب موجود ہیں کوئی باقی نہیں رہا۔

صرف ایک بچہ جو بہت نو عمر ہے اُس کو قافلہ میں چھوڑ آئے ہیں۔ راہب نے کہا یہ تم نے غلطی کی۔ ایسا نہ چاہیے تھا۔ اُس کو بھی بلاؤ تاکہ وہ بھی شریک بعام (کھانے میں شریک) ہو۔ پس قریش میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اُس نے کہا بہت بری بات ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے فرزند ہمارے ساتھ شریک دعوت نہ ہوں۔ پس وہ شخص جا کر حضور کو اپنے ساتھ لے آیا۔ اور کھانے میں شریک کیا (راوی کہتا ہے کہ) بحیرا حضور کو بار بار دیکھتا تھا اور آپ کے بعض اعضاء جسم کو بغور ملاحظہ کرتا تھا اور اُن علامات کے مطابق پاتا تھا جو اس کے پاس لکھی ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ جب لوگ آب وبعام (کھانے) سے فارغ ہوئے اور چلنے لگے تو بحیرا نے حضور سے عرض کیا کہ اے صاحبزادے میں تم سے بواسطہ لات وعزیٰ (زمانہ جہالت میں عربوں کا دیوتا جس کی پرستش کی جاتی تھی۔ چاند کی دیوی) کے ایک بات دریافت کرتا ہوں۔ تم مجھ کو اس کا جواب دو۔ اور یہ واسطہ بحیرا نے اس واسطے دیا تھا کہ وہ قریش سے اسی طرح کی گفتگو کیا کرتے تھے اور لات وعزیٰ کے واسطے دیتے تھے۔ پس کہتے ہیں کہ حضور نے یہ گفتگو سن کر فرمایا مجھ کو لات اور عزیٰ کا واسطہ نہ دے کیونکہ اس سے زیادہ دشمنی کی چیز مجھ کو اور کوئی نہیں ہے۔ راہب نے عرض کیا پس میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میرے سوال کا جواب دو۔ حضور نے ارشاد کیا دریافت کر کیا کہتا ہے۔ اس نے آپ کی عادات کے متعلق آپ سے سوال کرنے شروع کئے اور آپ اُس کو جواب دیتے تھے اور راہب اُس کو اُن صفات سے جو اس کے پاس مکتوب تھیں مطابق کرتا تھا۔ یہاں تک کہ پھر اُس نے خاتم نبوت کی زیارت کی جو حضور کے دونوں شانوں کے درمیان میں مثل ایک گھنڈی کے تھی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب وہ راہب حضور کے دیدار فرحت آثار (اقوال وافعال) سے اپنی تشفی (تسلی) خاطر کر چکا۔ آپ کے چچا ابو طالب کی طرف متوجہ ہوا اور کہا یہ صاحبزادے آپ کے کون ہیں۔ ابو طالب نے فرمایا میرے فرزند ہیں۔ راہب نے کہا ان فرزند کے والد زندہ نہیں ہو سکتے۔ ابو طالب نے کہا در اصل یہ میرے بھائی کے فرزند ہیں۔ راہب نے کہا ان کے والد کیا ہوئے۔ ابو طالب نے جواب دیا جب یہ فرزند حمل ہی میں تھے۔ جو ان کے والد وصال کر گئے۔ راہب نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ پس اب تم کو لازم ہے کہ ان صاحبزادہ کو لے کر گھر واپس جاؤ اور یہودیوں سے ان کی حفاظت رکھو تاکہ وہ کوئی برائی ان کے ساتھ نہ کر سکیں کیونکہ اگر وہ بھی اسی طرح ان کو پہچان لینگے جیسے کہ میں نے پہچان لیا تو ان کی عداوت (دُشمنی) پر مستعد (تیار) ہو جائینگے۔ اس لئے کہ تمہارے ان بھتیجے کا ظہور ہونے والا ہے۔ پس تم جلد ان کو گھر واپس لے جاؤ۔ پس ابو طالب حضور کو بہت جلد مکہ پہنچا گئے۔

لوگ کہتے ہیں کہ زریر اور تماما اور دریسا یہ بھی اہلِ کتاب میں سے تھے۔ انہوں نے بھی اسی سفر میں ابو طالب کے ساتھ حضور کو اس طرح پہچان لیا تھا اور آپ کے ساتھ بدی کے ارادہ پر مستعد (آمادہ) ہو گئے تھے۔ مگر بحیرا نے ان کو وعظ ونصیحت کے ساتھ سمجھایا اور ان کی کتاب میں جو حضور کی شان وصفت لکھی تھی وہ دکھائی اور کہا کہ اگر تم بدی کرو گے تو تمہاری بدی کچھ کارگر نہ ہو گی۔ یہاں تک کہ ان تینوں نے بحیرا کی تصدیق کی اور اس ارادہ سے وہ باز آئے (سیرت ابن ہشام صفحہ ۵۴،۵۵)۔

۱۱۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ نے وہ واقعات جو اپنے غلام میسرہ سے سنے تھے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے بیان کئے۔ انہوں نے نصرانیت (عیسائی مذہب) اختیار کر لی تھی اور آسمانی کتابوں کا بخوبی علم حاصل کیا تھا۔ خدیجہ کو جواب دیا کہ اگر یہ باتیں حق ہیں تو اے

www.noor-ul-huda.net

خدیجہ تو محمد سرور اس امت کے نبی ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ ضرور اس امت میں نبی ہونے والا ہے اور یہی زمانہ اُس کے ظہور کا ہے مگر دیکھئے کس وقت ظہور (ظاہر) ہوتا ہے۔ میں اس نبی کا اشد انتظار رکھتا ہوں اور اس شوق کی حالت میں ورقہ نے ایک قصیدہ کہا ہے جس کے چند شعر یہ ہیں۔

ایک قصیدہ کہا ہے جس کے چند شعر یہ ہیں ؎

وَوَصْفٍ مِنْ خَدِيجَةَ بَعْدَ وَصْفٍ فَقَدْ طَالَ انْتِظَارِي يَا خَدِيجَا

اے خدیجہ تم سے بار بار نبی کے اوصاف سنکر مجھ کو اُن کے ظہور کا سخت انتظار ہے

بِبَطْنِ الْمَكَّتَيْنِ عَلَى رَجَائِي حَدِيثَكِ أَنْ أَرَى مِنْهُ خُرُوجَا

مجھ کو امید ہے کہ مکہ یا طائف سے تیرے قول کے موافق ہیں ضرور اُن کا خروج دیکھونگا

بِمَا خَبَّرْتِنَا مِنْ قَوْلِ قَسٍّ مِنَ الرُّهْبَانِ أَكْرَهُ أَنْ يَعُوجَا

گوشہ نشین عالم کے قول کی جو تو نے ہم کو خبر دی ہے میں بُرا سمجھتا ہوں کہ اُس میں غلطی ہو

بِأَنَّ مُحَمَّدًا سَيَسُودُ فِينَا وَيَخْصِمُ مَنْ يَكُونُ لَهُ حَجِيجَا

وہ خبر یہ ہے کہ محمد عنقریب ہم میں سردار ہونگے اور جو اُن سے مقابلہ کریگا اسکو مغلوب کرینگے

وَيَظْهَرُ فِي الْبِلَادِ ضِيَاءُ نُورٍ يُقِيمُ بِهِ الْبَرِيَّةَ أَنْ تَمُوجَا

تمام شہروں میں نور کی روشنی ظاہر ہوگی اور خلقت اُس نور کیساتھ حق اور راستی کریگی

فَيَلْقَى مَنْ يُحَارِبُهُ خَسَارًا وَيَلْقَى مَنْ يُسَالِمُهُ فُلُوجَا

جو شخص اُن سے بمقابلہ پیش آئیگا وہ نقصان پائیگا۔ اور جو اُن سے بدرستی و صلح پیش آئیگا وہ آسائش حاصل کریگا۔

فَيَا لَيْتِي إِذَا مَا كَانَ ذَاكُمْ شَهِدْتُ وَكُنْتُ أَكْثَرَهُمْ وُلُوجَا

پس کاش اس واقعہ کے وقت میں موجود ہوں اور میں سب سے زیادہ اُن کی پیروی میں داخل ہوں۔

وُلُوجًا فِي الَّذِي كَرِهَتْ قُرَيْشٌ وَلَوْ عَجَّتْ بِمَكَّتِهَا عَجِيجَا

میں اُس دین میں داخل ہوں جسکو قریش بُرا سمجھینگے۔ اگرچہ قریش کے مکہ میں اس سے شور و غل برپا ہو۔

فَإِنْ يَبْقَوْا وَأَبْقَ تَكُنْ أُمُورٌ يَضِجُّ الْكَافِرُونَ لَهَا ضَجِيجَا

پس اگر یہ قریش باقی رہے اور میں بھی باقی رہا تو ایسی باتیں پیدا ہونگی جن سے کافر بہت غل مچادینگے۔

وَإِنْ أَهْلِكْ فَكُلُّ فَتًى سَيَلْقَى مِنَ الْأَقْدَارِ مُتْلِفَةً خُرُوجَا

اور اگر میں مرگیا پس جو شخص کہ جوان ہے عنقریب وہ تھوڑا زمانہ گذرنے کے بعد اُن کا خروج دیکھیگا۔ (سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۵۸-۵۹)

www.noor-ul-huda.net

۱۲۔ابن کثیر نے کہاہے سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں اہل بیت حضرت محمد تھے۔یعنی ام المومنین خدیجہ الکبریٰ اور حضور کے غلام زید بمہ اپنی بیوی ام ایمن اور علی کرم اللہ وجہہ اور ورقہ کے ابن عسا کرنے بروایت عیسی بن یزید لکھاہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کہتے ہیں کہ میں ایک روز کعبہ شریف کے پاس بیٹھا تھااور میرے پاس زید بن عمر کھڑے تھے کہ امیہ بن ابی الصلت وہاں سے گذرااور مزاج پرسی کی۔میں نے شکر کیا۔اس نے کہا تجھے کچھ خبر ہے میں نے کہاکہ نہیں وہ کہنے لگا(شعر)کل دین یوم القیامته الامقضے الله فی الحقیقته بور۔(ترجمہ)روزِ قیامت خداوند تعالیٰ نے تمام دینوں میں سے ایک دین کو سرفرازی دے گا۔ پھر کہنے لگا کہ نبی موعود جس کے ہم منتظر ہیں تم میں سے ہو گا یا ہم میں سے۔چونکہ میں نے نبی موعود کا حال پہلے نہ سُنا تھا۔جس کی بعثت(رسالت)کاانتظار ہے۔میں اٹھا ہوا ورقہ بن نوفل کے پاس چلاگیا(یہ شخص اکثر آسمان کو تکتا رہتا تھااس کے سینہ سے ایک طرح کی آواز نکلتی رہتی تھی)اس لئے اس سے اپنی اور امیہ کی گفتگو بیان کی۔اُس نے کہااے میرے بھتیجے ہیں کتب سماویہ(آسمانی کتابیں)کے حکم کی روسے جانتاہوں کہ نبی موعود خاندانِ وسطہ عرب میں سے ہونگے۔اور چونکہ تمہارا خاندان وسط عرب میں ہے۔اس لئے وہ تم ہی میں پیدا ہونگے۔ میں نے پوچھاکہ بچانبی کیا کہینگے۔اُس نے کہاکہ پس یہی کہ نہ ایک دوسرے پر ظلم کرونہ کسی غیر پر ظلم کرواور نہ مظلوم بنو۔میں سن کر چلاآیااور جیسے ہی کہ رسول اللہ کی بعثت ہوئی میں ایمان لایااور تصدیق اُن کے فرمان کی کی۔(تاریخ الخلفاءاردو ترجمہ صفحہ ۲۰)۔

بیان مافوق پر ایک نظر

بیان مافوق پر ایک نظر روایات حکایات مندرجہ صدراس بات کی شاہد(گواہ)ہیں کہ مورخین اسلام نے آنحضرت سے قبل کی حنفیت کواور اس کے ماننے والے حنفاء(حنیف کی جمع)کونہایت عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھاہے۔آنحضرت سے پیشتر حنفیت زیادہ تر قریش کے قبیلوں کا مذہب ظاہر کی گئی ہے۔مگر اسلام کی قریش میں ہستی نہیں دکھائی گئی ہے۔آنحضرت کی وفات کے بعد کے زمانہ کہ مورخین کا آنحضرت کی پیدائش کے زمانہ سے پیشتر کے زمانہ کے دین حنیف اوراُسے ماننے والے حنفاء کا بیان نہایت عزت واحترام سے کرنااور اس زمانہ میں اسلام ومسلمین کو صرف اشارہ کے طور پر عربی مسیحیوں میں ہی دکھانااور حنفاء کااسلام ومسلمانی سے کسی طرح کا رشتہ ہی نہ دکھاناایک عجیب سامعاملہ ہوتاہے جسے ناظرین کرام ہی سمجھ سکتے ہیں۔

مسبوق الذکر روایات وحکایات گوتاریخ اسلام کا حصہ ہیں مگر روایات اس بات کی خود شاہد ہیں کہ اصل واقعات اور راویوں اوراُن کی روایات میں زبان ومکان کے اعتبار سے سینکڑوں سال کابعد زمانہ ہے اور جن لوگوں سے روایات وحکایت کا تعلق ہے اُن میں سے ایک شخص کو چھوڑ کر باقی تمام یہود ومسیحی ہیں۔جواپنے مذہب واعتقاد(عقیدہ)میں اپنے مسیح موعود کی پہلی اور دوسری آمد کے منتظر تھے۔روایات وحکایات مافوق کوپڑھ کر یہ خیال ہوسکتاہے کہ مورخین اسلام نے جس آنے والے نبی کابیان آنحضرت مکی ومدنی پر چسپاں کرکے دکھانے کی کوشش فرمائی ہے وہ دراصل یہود ونصاریٰ (دین مسیح کے پیرو)کے مسیح موعود کی آمد کابیان ہی تھاجو آنحضرت کی تشریف آوری سے پیشتراور تشریف آور کے زمانہ میں یہود ونصاریٰ میں خصوصاً اور حنفاء(مذہبی عقیدے کاپکا۔حضرت ابراہیم کے دین کاماننے والا)میں عموماً مشہور تھا۔جیساکہ پیشتر بیان ہوچکاہے۔

www.noor-ul-huda.net

مورخین نے اس بات کو بیان کرنے کی بڑی کوشش فرمائی ہے کہ دین حنیف حضرت (ابراہیم کے دین کا ماننے والا) ہی اللہ کا دین ہے اور حنفاء ہی سچے دین کو ماننے والے تھے اور کہ حضرت محمد دین حنیف کے ہی نبی رسول تھے۔ مگر ان باتوں کے ثبوت میں کسی نامور حنفی (سُنی مسلمانوں کی وہ جماعت جو امام ابو حنیفہ کی پیروہے) کو پیش نہیں کیا جاتا۔ جو صرف دین حنیف کا ہی ماننے والا ہو بلکہ ان معزز و معروف بزرگوں کے نام سے حکایات وروایات قبول کی جاتی ہیں جو مسیحی اور یہودی تھے اور حنفا میں بھی مسیحی مشہور تھے۔

حنفیت وحنفاء کی بابت جو کچھ پیشتر بیان ہو چکا ہے وہ ان کی اصل حقیقت کو سمجھنے کیلئے کافی ہے۔ یہاں پر اس قدر عرض کرنا۔ بیجانہ ہوگا کہ چونکہ حضرت محمد کا آبائی دین حنیف ہی تھا اس وجہ سے ابنِ ہشام نے روایات زیر نظر کو بھی اسی خیال سے نقل کیا کہ آنحضرت کے نام سے دین حنیف کی قدر و منزلت بڑھائے۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ آنحضرت نے تو آبائی دین کو ترک کرکے اور قبول اسلام فرما کر عرب میں وہ کام کیا تھا جو آج تک آپ کی عظمت کا شاہد ہے۔ اس وجہ سے آنحضرت کو دین حنیف کا حامی (مددگار) کہنا یا دین حنیف کا نبی رسول کہنا اور یہودیت و مسیحیت کا دشمن کہنا ایسی باتیں ہیں جو اسلام کی مستند روایات سے ثابت ہونا مشکل ہے۔

اس بات کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت محمد عرب کی عظیم الشان شخصیت تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں وہ کام کرکے دکھایا تھا جس کی مثال ملنا دشوار (مشکل) ہے۔ آزاد اور سرکش عرب کو اپنی زندگی کے اثر اور کام سے اپنی حیات میں ایسا موثر کردینا کہ وہ ایک حکم کے تابع ہو جائیں اور انہیں دنیا کے فاتح ہونے کے قابل بنادینا ایسا عظیم الشان کام تھا جسے آپ ہی کر سکتے تھے۔ عرب کی ایسی عظیم الشان ہستی کی عظمت کے اظہار میں اگر لوگوں نے ایسی ایسی روایات وضع کرلی ہوں جیسی روایات اوپر نقل ہو چکی ہیں تو کوئی تعجب (حیرانگی) کی بات نہیں ہے۔

ابھی کل کی بات ہے کہ ملکِ ہند میں مہاتما گاندھی عدم تشدد و عدمِ تعاون کے اصول کو لے کر گورنمنٹ اور اہل وطن کے روبرو نکلے اور آپ نے اعلان پر اعلان کیا کہ میں ایک سال کے اندر اندر ملک ہند کو سوارجیہ دلادونگا۔ ہندو صاحبان نے آپ کو سیدنا مسیح کا اوتار قرار دیا۔ مسلم رہنماؤں نے بھی اُن کی ہاں میں ہاں ملائی۔ مسیحیوں اور پادریوں نے مہاتما جی کو مسیح صفت گاندھی اور ہند کا سب سے بڑا مسیحی تسلیم کرلیا۔ آپ کی تعریف وثنا میں برسوں گذار دیئے حالانکہ سوراجیہ آج تک ہند کے ساحلوں سے ہزاروں میل دور ہے۔ اگر مہاتما گاندھی کو سوراجیہ کی امید پر اہل ہند مسیح بنا سکتے ہیں تو عرب کے فرزندِ اعظم کو اہل عرب کیا کچھ نہیں بنا سکتے تھے۔ جنہوں نے عرب جیسے اجہل اور پر نفاق وفساد ملک (بگاڑ و دشمن مللک) کو اپنی ۲۳ سالہ زندگی میں سوراجیہ دلادیا تھا؟ پس گو روایات مافوق اسلام کی مستند روایات (قابل اعتبار روایات) کے خلاف ہیں تو بھی ان روایات میں عرب کے عوام کے خیالات حضرت محمد کی بابت دیکھے جاسکتے ہیں اور ان پر زیادہ جرح قزح (رنگوں کی ملاوٹ) کی ضرورت نہیں ہے۔

www.noor-ul-huda.net

آٹھویں فصل

تاریخ اسلام کی روشنی میں قدیم عربوں کا مذہب

عرب قدیم کی ہمسایہ اقوام کی تاریخ میں عربوں کی بابت جو روشنی پائی گی ہے اختصار (خلاصہ) کے ساتھ پیشتر کی فصلوں میں اس کا اظہار کر دیا گیا ہے۔اسے دیکھنے والے عرب کے باشندوں کی بابت اپنے خیالات کی اصلاح (نظر ثانی۔ ترمیم) کر سکتے ہیں۔ ہم اس تمام بیان کو انصاف پسند ناظرین کے لئے پیچھے چھوڑ کر تاریخ اسلام میں سے عربوں کی تہذیب وشائستگی (اخلاق۔ مروت)اور مذہب وعقائد کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ اسلام کے مورخوں نے عرب کے حالات پر ضیغم (شیر ببر) کتب تحریر فرمائی ہیں۔ طبری،ابن کثیر،ابو الفدا وغیرہ کتب عربیہ حالات عرب سے پُر ہیں۔ لیکن ان کتب سے براہ راست اقتباسات پیش نہیں کر سکتے۔کیونکہ یہ تاریخی کتابیں نایاب اور قیمتی ہونے سوا عوام کی آگاہی سے دور ہیں۔ ہم ان کتب سے اقتباسات پیش کرنے پر کفایت (کمی۔ حسبِ ضرورت) کرینگے جو ہند کے چوٹی کے مسلم بزرگوں نے کتب مذکور بالا کی سند سے خود اُردو میں تحریر فرمائی ہیں اور ہر ایک مسلم کتب فروش کے پاس مل سکتی ہیں۔ ہند کے مسلم بزرگوں کی تحریرات کے اقتباسات ذیل تاریخ اسلام میں قدیم عربوں کے مذہب وعقائد ورسوم پر کافی روشنی ڈالینگے۔ جن سے یہ بات بخوبی معلوم ہوجائے گی کہ قدیم عرب پڑوس کے ممالک میں عظیم الشان تہذیب وشائستگی قائم کرنے والے تھے مگر اُنہوں نے اپنے گھر میں کوئی ایسا بڑا کام نہ کیا تھا جو انہیں دنیا میں شہرت دینے کا باعث بنا دیتا۔

دفعہ ا۔ قدیم عرب اور سر سید مرحوم

فخر قوم سرسید مرحوم کے خطبات نہایت مشہور کتاب ہے۔ جس میں آنجناب نے عرب کے حالات پر کافی روشنی ڈالی ہے۔اس کتاب سے ذیل کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں۔ جن میں عربوں کا معقول (مناسب) بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً سرسید لکھتے ہیں:

"یہی غیر محسوس خیالات کی ترقی عرب میں بھی واقع ہوئی اور اس ملک کے باشندوں نے اپنے معبودوں کو ہر جسمانی آسائش اور روحانی خوشی کے عطا کرنے کا اُس شخص کو جس سے وہ راضی ہوں اختیار کلی (پورا اختیار) دیدیا۔

قدیمی باشندگان عرب کی نسبت یعنی قوم عاد، ثمود، جدیس، جرہم الادلے اور عملیق اول وغیرہ کی نسبت اس قدر محقق (تحقیق کرنے والا) ہے۔ کہ یہ لوگ بت پرست تھے مگر ہمارے پاس کوئی ایسی مقامی روایت عرب کی نہیں ہے جو ہم کو ان کی پرستش اقسام کے طریقوں کی تعیین (مقرر کرنا) اور جو قدرتیں کہ وہ اپنے معبودوں کی طرف منسوب (نسبت کیا گیا۔ متعلق کیا گیا) کرتے تھے اُن کی تصریح (تشریح) اور جن اغراض (غرض کی جمع) اور ارادوں سے کہ وہ مورتوں کو پوجتے تھے ان کے بیان کرنے میں مطمئن کرے۔ قریب قریب تمام حال جو ہم کو عرب کے بتوں کی

www.noor-ul-huda.net

نسبت معلوم ہوتا ہے صرف یقطان اور اسماعیل کی اولاد کے بُتوں کی نسبت معلوم ہے جو عرب العاربہ اور عرب المستعربہ کے نام سے مشہور ہیں اُن کے بُت دو قسم کے تھے۔ایک قسم تو وہ تھی جو ملائک اور ارواح اور غیر محسوس طاقتوں سے جن پر کہ وہ اعتقاد رکھتے تھے اور جن کو مونث خیال کرتے تھے نسبت رکھتے تھے اور دوسری قسم کے وہ تھے جو نامی اشخاص کی طرف جنہوں نے اپنے عمدہ کاموں کی وجہ سے شہرت حاصل کی تھی منسوب (نسبت کرنا) تھے۔

وہ قدرتی سادگی اور بے تکلفی جو ابتدائی درجہ تمدن (مل کر رہنے کا طریقہ) میں آدمیوں کی نشانیاں ہیں اُن کی پرستش کے طریقوں میں قابل تمیز نہیں رہی تھیں۔ علاوہ اس کے اُنہوں نے بہت سے خیالات غیر ملکوں کے اور نیز اپنے ہی وطن اصلی کے الہامی مذہبوں سے اخذ کر لئے تھے اور ان سب کو اپنے توہمات سے خلط ملط (میل جول) کر کے اپنے معبودوں کو دنیا اور عقبیٰ دونوں کے اختیارات دے دیئے تھے لیکن اتنا فرق تھا کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ دینوی اختیارات بالکل اُن کے معبودوں کے ہاتھ ہیں اور عقبیٰ کے اختیارات کی نسبت اُن کا یہ اعتقاد تھا کہ اُن کے بُت یعنی وہ جن کی پرستش کے لئے وہ بُت بنائے گئے ہیں اُن کے گناہوں کی معافی کی خدا تعالیٰ سے شفاعت (گناہوں کی معافی کی سفارش) کرینگے۔ان کی طرزِ معاشرت اور اُن کی خانگی سوشیل اور مذہبی اطوار اور رسوم نے بھی اسی طرح سے گرد نواح کے ملکوں سے جن کے باشندے الہامی مذہب رکھتے تھے اثر حاصل کیا تھا غرضیکہ قبل ظہور اسلام کے ملک میں عرب بت پرستی کی یہ کیفیت تھی"۔

لا مذہبی

زمانہ جاہلیت میں ملک عرب میں ایک فرقہ تھا جو کسی چیز کو نہیں مانتا تھا۔نہ تو بت پرستی کو اور نہ کسی الہامی مذہب کو۔اُن کو خدا کے وجود سے انکار تھا اور حشر (قیامت) کے بھی منکر تھے اور چونکہ وہ گناہ کے وجود کے قائل نہ تھے۔اسی لئے عقبیٰ میں بھی روح کو جزا یا سزا کے قائل نہ تھے۔وہ اپنے آپ کو جملہ قیود و قانونی راہ رسمی سے مبرا (پاک) تصور کرتے تھے اور اپنی ہی آزاد مرضی کے موافق کاربند ہوتے تھے۔اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ انسان کا وجود اس دنیا میں ایک درخت یا جانور کی مانند ہے۔وہ پیدا ہوتا ہے اور پختگی پر پہنچ کر تنزل (زوال۔کمی) پکڑتا ہے اور مر جاتا ہے۔جس طرح کہ کوئی ادنی جانور مر جاتا ہے اور جانوروں ہی کی مانند بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے۔(الخطبات الاحمدیہ صفحہ ۱۳۵تا۱۳۷)۔

خانہ کعبہ میں سات تیر رکھے ہوئے تھے اور ہر تیر پر ایک علامت بنی ہوئی تھی۔بعضوں پر کام کرنے کے حکم دینے کی اور بعضوں پر اُس کام کرنے سے منع کرنے کی علامت تھی۔ہر شخص پیشتر اس سے کہ کوئی کام شروع کرے ان تیروں سے استخارہ (نیکی کی توفیق مانگنا۔طلب خیر) کرتا تھا اور اُسی کے بموجب کام کرتا تھا۔ان تیروں کو "ازلام" کہتے تھے۔

تمام عرب جاہلیت کا شیوہ بت پرستی تھا اور جن بتوں کی وہ پرستش کیا کرتے تھے اُن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ ھبل۔ایک بہت بڑا بت تھا جو خانہ کعبہ کے اوپر رکھا ہوا تھا۔

www.noor-ul-huda.net

۲۔ ود۔ قبیلہ بنی کلب کا یہ بت تھا اور وہ قبیلہ اُس کی پرستش کرتا تھا۔

۳۔ سواع۔ قبیلہ بنی مذحج کا یہ بُت تھا اور وہ اس کی پرستش کرتے تھے۔

۴۔ یغوث۔ قبیلہ بنی مراد کا یہ بت تھا اور وہ اس کی عبادت کرتے تھے۔

۵۔ یعقوق۔ بنی ہمدان کے قبیلہ کا یہ بت تھا اور وہ اس کو معبود سمجھتے تھے اور عبادت کرتے تھے۔

۶۔ نسر۔ بنی ہمدان کے قبیلہ کا یہ بت تھا۔ اور یمن کے لوگ اس کی پرستش کرتے تھے۔

۷۔ عزیٰ۔ قبیلہ بن غطفان کا یہ بت تھا اور اس کی پرستش وہ قبیلہ کیا کرتا تھا۔

۸۔ لات (۹۔) منات۔ یہ بت کسی خاص قبیلہ سے علاقہ نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ عرب کی تمام قومیں اُن کی پرستش کیا کرتی تھیں۔

۱۰۔ دوار۔ یہ بت نوجوان عورتوں کی پرستش کرنے کا تھا۔ وہ چند دفعہ اس کے گرد طواف (چکر لگانا) کرتی تھیں اور پھر اُس کو پوجتی تھیں۔

۱۱۔ اساف۔ جو کوہ صفا پر تھا۔ اور (۱۲) فائلہ۔ جو کہ مردہ پر تھا۔ ان دونوں بُتوں پر ہر قسم کی قربانی ہوتی تھی اور سفر کو جانے اور سفر سے واپس آنے کے وقت اُن کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

۱۳۔ عبعب۔ ایک بڑا پتھر تھا جس پر اُونٹوں کی قربانی کرتے تھے اور ذبیحہ کے خون کا اُس پر بہنا نہایت ناموری کی بات خیال کی جاتی تھی۔

کعبہ کے اندر حضرت ابراہیم کی مورت بنی ہوئی تھی اور اُن کے ہاتھ میں وہی استخارہ کے تیر تھے جو "ازلام" کہلاتے تھے۔ اور ایک بھیڑ کا بچہ اُن کے قریب کھڑا تھا اور حضرت ابراہیم کی مورت خانہ کعبہ میں رکھی ہوئی تھی اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی تصویریں خانہ کعبہ کی دیواروں پر کھینچی ہوئی تھیں۔

حضرت مریم کی بھی ایک مورت تھی۔ اس طرح پر کہ حضرت عیسیٰ ان کی گود میں ہیں یا اُن کی تصویر اس طرح خانہ کعبہ کی دیواروں پر کھینچی ہوئی تھی۔

عرب کی دیسی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ "دو" اور "یغوث" اور "یعوق اور "نسر" مشہور لوگوں کے جو ایام جاہلیت میں گذرے ہیں نام ہیں ان کی تصویریں پتھروں پر منقش کر کے بطور یادگار کے خانہ کعبہ کے اندر رکھ دی تھیں۔ ایک مدت مدید کے بعد اُن کو رتبہ معبودیت دیکر پرستش کرنے لگے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ عرب کے نیم وحشی باشندے ان مورتوں پر خدا ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے اور اُن لوگوں کو جنکی یہ مورتیں تھیں معبود سمجھتے تھے بلکہ اُن کو مقدس سمجھنے کی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں۔

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا۔ عرب جاہلیت اُن مورتوں کو اُن شخصوں اوران کی ارواح کی یادگار سمجھتے تھے۔ اور انکی تعظیم اور تکریم (عزت) اس سبب سے نہیں کرتے تھے کہ ان مورتوں میں کوئی شان الوہیت موجود ہے بلکہ محض اس وجہ سے اُن کی عزت اور تعظیم کرتے تھے کہ وہ اُن مشہور اور نامور اشخاص کی یادگار ہے۔ جن میں بموجب ان کے اعتقاد کے جملہ صفات الوہیت یا کسی قسم کی شانِ الوہیت موجود ہے۔ اُن کے نزدیک اُن مورتوں کی پرستش سے اُن لوگوں کی ارواحیں خوش ہوتی تھیں۔ جن کی وہ یادگاریں تھیں۔

ان کا یہ اعتقاد تھا کہ خدا تعالیٰ کی جملہ قدرتیں مثلاً بیماروں کو شفا بخشنا۔ بیٹا، بیٹی عطا کرنا، قحط و وبا اور دیگر آفات ارضی و سماوی کا دور کرنا ان کے مشہور و معروف لوگوں کے اختیار میں بھی تھا۔ جن کی طرف اُنہوں نے صفات الوہیت منسوب کی تھیں اور وہ خیال کرتے تھے کہ اگر مورتوں کی تعظیم اور پرستش کی جائے گی تو اُن کی دعائیں اور منتیں قبول ہونگی۔

اُن کا یہ بھی مستحکم عقیدہ تھا کہ یہ اشخاص خدا تعالیٰ کے مجبوب تھے اور اپنی مورتوں کی پرستش سے خوش ہو کر پرستش کرنے والوں کو خدا تعالیٰ کے قرب حاصل کرانے کا ذریعہ ہونگے اور اُن کو تمام روحانی خوشی عطا کرینگے۔ اور اُن کی مغفرت وشفاعت کرینگے۔

اُن کا قاعدہ بتُوں کی پرستش کا یہ تھا کہ بُتوں کو سجدہ کرتے تھے اُن کے گرد طواف کرتے تھے اور نہایت ادب اور تعظیم سے بوسہ دیتے تھے اونٹوں کی قربانی اُن پر کرتے تھے۔ مویشیوں کا پہلا بچہ بُتوں پر بطور نذرانہ کے چڑھایا جاتا تھا۔ اپنے کھیتوں کی سالانہ پیداوار اور مویشی کے انتفاع (حاصل۔ فائدہ) میں سے ایک معین (مقرر کیا گیا) حصہ خدا کے واسطے اور دوسرا حصہ بتوں کے واسطے اٹھار کھتے تھے۔ اور اگر بتوں کا حصہ کسی طرح ضائع ہو جاتا تو خدا کے حصہ میں سے اُس کو پورا کر دیتے اور اگر خدا کا حصہ کسی طرح ضائع ہوتا تو بتوں کے حصہ میں سے اس کو پورا نہیں کرتے تھے۔ (الخ صفحہ ۱۳۳ تک (الخطبات احمدیہ صفحہ ۱۲۶ سے ۱۲۸ تک)۔

دفعہ ۲۔ مولانا مولوی نجم الدین صاحب سیوہاری اور عربوں کا مذہب

مولوی نجم الدین صاحب نے اپنی کتاب رسوم جاہلیت بلوغ الارب فی احوال العرب کی سند سے لکھی ہے۔ جس میں قبل اسلام عربوں کے مذہب وعقائد ورسوم کا بیان کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

ناظرین کرام کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ ہم اس میں سے صرف بعض باتوں کا ذکر اختصاراً (مختصر) کرتے ہیں۔ آپ رقم فرماتے ہیں۔

۱۔ ستارہ پرست: جاہلیت کے بعض فرقے ستارہ پرست تھے۔ بنی تمیم کے بعض اشخاص وبران کو پوجتے تھے اور لخم اور خزاعہ اور قریش کے بعض قبائل شعرائِ کو صفحہ ۳۔

۲۔ آفتاب پرست وماہ پرست۔ جاہلیت کے بعض قبائل چاند اور سورج کو بھی پوجتے تھے۔ صفحہ ۳۔

۳۔ ملائکہ پرست اور جنات پرست : دیہات کے بعض طائفہ فرشتوں اور جنات کو بھی پوجتے تھے۔ صفحہ ۴۔

۴۔ مجوس وزنادقہ : عرب کے بعض دیہات میں مجوس آباد تھے۔ یہ لوگ آگ کو پوجتے تھے۔ اور ماں بہن بیٹی وغیرہ محرمات ابدیہ سے نکاح جائز خیال کرتے تھے۔ یہ فرقہ جہاں کے دو خالق مانتا تھا ایک خیر اور نور کا اور دوسرا شر اور ظلمت کا۔ ابن قتیبہ نے معارف میں اس فرقہ کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس کے عقائد کا کچھ ذکر نہیں کیا صرف اتنا لکھا ہے کہ قریش میں کچھ لوگ زندیق تھے جنہوں نے اس مذہب کو حیرہ سے لیا تھا۔ حیرہ چونکہ بلاد فارس میں واقع تھا اور اس میں جو عرب رہتے تھے وہ یا پارسی دین رکھتے تھے یا عیسائی۔ صفحہ ۴، ۵۔

۵۔ دیرہ: جاہلیت میں بعض قبائل دہریہ تھے جو خدا اور جزا سزائے اعمال کے منکر تھے۔ اور عالم کو قدیم مانتے تھے۔ صفحہ ۶۔

۶۔ بت پرست اگرچہ بتوں کو پوجتے تھے اور اُن کیلئے حج اور قربانیاں بھی کرتے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی خالق کے وجود کے قائل تھے۔ عالم کو حادث (فانی) مانتے تھے اور مرنے کے بعد ایک قسم کے اعادہ (بار بار کرنا) کے سب مقر تھے۔ گو اس کی صورت اور کیفیت میں اختلاف تھا۔ ان کی توحید یہ بھی کہ خالق، رازق لوگوں کے کام سنوارنے والا ہے۔ نفع نقصان کا مالک اور پناہ دینے والا فقط ایک خدا کو جانتے تھے۔ صفحہ ۱۱۔

۷۔ جنات اور ملائکہ کی نسبت: مشرکین عرب خصوصاً اہلِ مکہ کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ خدا تعالیٰ نے جنات کے سرداروں کی بیٹیوں سے شادی کی ہے جن کے بطن سے فرشتے پیدا ہوئے ہیں۔ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ صفحہ ۱۴۔

۸۔ حاملین عرش کی نسبت مشرکین عرب کا یہ اعتقاد تھا کہ چار فرشتے خدا کا عرش تھامے ہوئے ہیں۔ جن میں ایک فرشتہ آدمی کی صورت پر ہے جو اللہ کے ہاں بنی آدم کا شفیع (شفاعت کرنے والا) ہے۔ دوسرا فرشتہ بیل کی صورت پر ہے وہ بہائم کا شفیع ہے۔ تیسرا فرشتہ کرگس کی صورت پر جو پرندوں کا شفیع ہے۔ چوتھا شیر کی صورت پر ہے۔ وہ درندوں کا شفیع ہے۔ مشرکین عرب ان چاروں فرشتوں کو دعول یعنی بز کو ہی کہتے تھے صفحہ ۱۵۔

۹۔ جاہلیت کے لوگ تقدیر کے ویسے ہی قائل تھے جیسے مسلمان قائل ہیں۔ افلاس، تونگری (دولت مندی)، صحت، بیماری اور ہر امر کو خدا کی طرف سے سمجھتے تھے اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جو کچھ ازل سے مقرر ہو چکا ہے۔ وہی ہوا۔ وہی ہو رہے اور وہی آئندہ ہو گا۔ صفحہ ۱۵۔

۱۰۔ صائبین۔ یہ وہ قوم تھی جس سے رئیس الموحدین سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کواکب پرستی (روشن ستاروں کی پرستش) میں مناظرہ کیا تھا اور ستارہ اور چاند اور سورج کے چھپنے سے اُن کو قائل کیا تھا کہ یہ چیزیں معبود بننے کی قابلیت نہیں رکھتیں کیونکہ یہ چیزیں زوال پذیر ہیں۔ ایک حالت پر قائم نہیں رہتیں اور معبود ہونا چاہیے جو بے زوال ہو۔ غرض جس قوم کی ہدایت کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام معبوث ہوئے تھے وہ قوم صابی (ایک دین سے پھر کر دوسرے دین میں جانا) کہلاتی ہے۔

www.noor-ul-huda.net

آنحضرت سے پیشتر صائبین کی دو قسمیں تھیں۔ حنفاء، اور مشرکین۔ حنفاء وہی لوگ ہیں جن کا ذکر پہلے موحدین میں گذر چکا ہے۔ چونکہ آنحضرت بھی لوگوں کو توحید کی طرف بلاتے تھے اس لئے نصار قریش آپ کو صابی کہتے تھے۔ صفحہ دو ملاحظہ ہو تاریخ الحرمین الشریفین صفحہ ۸۸۔

۱۱۔ حنفا یا موحدین: اس فرقہ کے لوگ حضرت ابراہیم اور اُن کے صاحبزادے حضرت اسماعیل کے دین پر تھے۔ بت پرستی، قتل اولاد، داد بنات وغیرہ امور منکرہ اور ان تمام بدعات سے جو عمر بن لحہ خزاعی نے نکالی تھیں سخت متنفر تھے یہ لوگ موحد اور حنفاء یعنی تابع ملت ابرہیم کہلاتے تھے۔ لیکن ایسے تعداد میں بہت تھوڑے گذرے ہیں۔ اس فرقہ کے سب سے زیادہ مشہور بزرگ یہ ہیں۔

تُس بن ساعدہ۔ زید بن نفیل۔ امیہ بن ابی الصلت۔ ارباب بن ریاب سوید بن مصطلقی۔ اسعد ابو کرب حیری، وکیع بن سلمہ بن زہیر ایادی۔ عمیر و بن حندب لجھنی، عدی بن زید، ابو قیس بن ابی انس۔ سیف بن ذی یزن، ورقہ بن نوفل۔ عامر بن الظرب۔ عبدالطانجہ بن الشلعب۔ علاف بن شہاب۔ متملس بن امیہ۔ زہیر بن ابی سلمہ۔ خالد بن سنان۔ عبداللہ قضاعی، عبید بن ابرص الاسدی، کعب بن لوتی، قصی، ہاشم عبد مناف۔

ان لوگوں کی نسبت اگرچہ پورے طور پر یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ اُن کے پاس حضرت ابراہیم یا اسماعیل کا دین کامل و مکمل محفوظ تھا لیکن اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ لوگ اللہ اور یوم آخر پر پورا پورا ایمان رکھتے تھے۔ صفحہ ۲، ۳۔

مشرکین (صابی) سبعہ سیارہ (سات سیارے) اور بارہ برجوں کو پوجتے تھے۔ سبعہ سیارہ شمس، قمر، زہرہ، مشتری، مریخ، زحل کے لئے اُنہوں نے علیحدٰہ علیحدٰہ ہیکلیں بنائی تھیں۔ جن میں اُن کی تصویریں تھیں۔ ان ستاروں کے لئے ان کے ہاں خاص خاص عبادتیں اور دعائیں مقرر تھیں۔ وغیرہ صفحہ ۵،۶۔

۱۲۔ یوں تو جاہلیت میں بے شمار بُت تھے جنکی تعداد ناممکن ہے خود خانہ کعبہ میں جو خدا کا گھر ہے ۳۶۰ بُت نصب تھے۔۔۔ ان بتوں کے علاوہ مکے کے ہر گھر میں ایک بُت تھا۔ جس کو وہ اپنے گھروں میں پوجتے تھے۔

بتوں کی پوجا میں چند امور کئے جاتے تھے۔ ان کو سجدہ کرتے تھے اور خانہ کعبہ کی طرح ان کے گرد طواف (چکر لگاتے) کرتے تھے۔ ان کے ہاتھ لگاتے تھے۔ اور نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ بوسہ دیتے تھے۔ اُن کے نام پر قربانی کرتے تھے۔ ان کو دودھ اور مکھن اور ہر قسم کی نذریں چڑھاتے تھے۔ صفحہ ۱۵۔ ۲۴۔

۱۳۔ جاہلیت کے لوگ عیدیں کرتے تھے۔ ان کے جلسے ہوتے تھے۔ وہ غسل وطہارت (پاکیزگی) کے پابند تھے۔ وہ نمازیں بھی پڑھا کرتے تھے وہ روزے بھی رکھا کرتے تھے۔ وہ اعتکاف (مسجد میں معینہ مدت کے لئے گوشہ نشین ہونا) بھی کرتے تھے۔ وہ حج بھی کیا کرتے تھے عورت مرد ننگے ہو کر رسوم حج ادا کیا کرتے تھے صفحہ ۳۹۔ سود لینے دینے کا رواج عرب میں خطرناک تھا۔ وقت مقررہ پر اگر اصل رقم مع سود ادا نہ کی جاتی تھی تو اگلی مہلت کے لئے وہ کل رقم دوگنی ہو جاتی تھی۔ صفحہ ۶۰ عرب شراب خوری اور جوئے کے سخت عادی (وہ شخص جسے کسی امر کی عادت پڑ گئی ہو) تھے۔

جوابازی اُن کا سب سے بڑا مشغلہ تھا صفحہ ۶۱، ۶،۷۷، ۹۱ تک لڑکیوں کو زندہ دفن کر کے مار ڈالے تھے۔ صفحہ ۱۰۵۔ جنوں اور بدارواح کے سخت قائل تھے۔ صفحہ ۱۲۶ جنتر منتر وغیرہ اُن کی تمام بیماریوں اور دہشتوں کے علاج تھے۔ مردوں کی قبروں پر اونٹ اور گھوڑے قربانی کیا کرتے تھے صفحہ ۷۶ امیر کی قبر پر زندہ اونٹنی باندھ دیا کرتے وہاں وہ بھوک پیاس سے خود مرجایا کرتی صفحہ ۷۲ اُن کا اعتقاد تھا کہ جب قبر میں آدمی کی ہڈیاں سڑ گل جاتی ہیں تو مردہ کے سر سے الو کی شکل کا ایک پرندہ نکلا کرتا ہے۔ صفحہ ۷۸۔

۱۴۔ عربوں میں آٹھ قسم کے نکاح مروج تھے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ نکاحِ عام۔ اس نکاح کی صورت آج کل کے نکاح سے جو مسلمانوں میں رائج ہے ملتی جلتی تھی۔ جاہلیت کے شرفاء میں اکثر اسی نکاح کا رواج تھا اور یہ نکاح اور نکاحوں سے بہتر خیال کیا جاتا تھا۔ اس کا طریق یہ تھا کہ ایک مرد دوسرے مرد سے اس کی بیٹی یا اُس عورت کی جو اُس کی ولایت میں ہوتی منگنی کی درخواست کرتا اور اُس کا مہر مقرر کرتا۔ جب وہ شخص منگنی منظور کر لیتا تو مہر کی معین مقدار پر جس کا اُس مجلس میں ذکر ہو جاتا۔ اس کے ساتھ عقد (نکاح) کرتا۔ منگنی کی درخواست عورت کے باپ یا بھائی یا چچا یا چچازاد بھائیوں سے کرتے تھے۔ خاطب جب منگنی کی درخواست کرتا تو عورت کے باپ یا ولی سے کہتا کہ خدا کرے کہ تم ہر صبح خوش رہو۔ پھر کہتا کہ ہم تمہارے جوڑ گوت اور ذات برادری کے ہیں۔ اگر تم ہم سے اپنی بیٹی بیاہ دو تو ہماری خوشی پوری ہو جائے گی اور ہم تمہارے ہو جائینگے اور تمہاری تعریف کرتے ہوئے ہم تمہاری فرزندی میں داخل ہونگے۔ اور اگر کسی علت (کمی) کی وجہ سے جس کو ہم بھی جانتے ہوں تم ہمیں محروم لوٹاؤ گے تو ہم تم کو معذور سمجھ کر لوٹ جائینگے۔ اگر عورت کی قوم سے خاطب کی قرابت قریبہ (قریب کی رشتہ داری) ہوتی اور اس کی منگنی منظور ہو کر اس کے ساتھ عقد (نکاح) ہو جاتا تو رخصت کے وقت لڑکی کا باپ یا بھائی لڑکی سے کہتا۔ کہ خدا کرے جب تو اُس کے پاس جائے تو عیش و آرام سے رہے اور لڑکے جنے نہ لڑکیاں۔ خدا تجھ سے کثیر تعداد اور عزت والے اشخاص پیدا کرے اور تیری نسل ہمیشہ قائم رہے۔ اپنا خلق عمدہ رکھنا اور اپنے شوہر کی عزت اور تعظیم کرنا اور پانی کو خوشبو سمجھنا۔

اگر عورت کسی اجنبی اور پردیسی سے بیاہی جاتی تو اس کا باپ یا بھائی اُسے کہتا کہ خدا کرے نہ تو عیش و آرام میں رہے اور نہ لڑکے جنے۔ کیونکہ تو اجنبیوں سے قریب ہوگی اور دشمنوں کو جنے گی۔ اپنا خلق عمدہ رکھنا اور اپنے شوہر کے عزیز و اقارب کی نظر میں پیاری بنی رہنا کیونکہ اُن کی آنکھیں تیری طرف اٹھی ہوئی ہونگی اور اُن کے کان تیری طرف لگے ہوئے ہونگے اور پانی کو خوشبو سمجھنا۔

قریش اور عرب کے اکثر قبائل میں یہی نکاح رائج تھا اور اکثر شریف اور خاندانی لوگ اسی نکاح کو پسند کرتے تھے۔

۲۔ نکاح استبضاع: اس کی صورت یہ تھی کہ جب عورت حیض سے پاک ہو جاتی ہو تو اس کا شوہر اس سے کہتا کہ فلاں شخص کو اپنے پاس بلوالے اور اس سے ہم بستر ہو تا کہ اُس سے حاملہ ہو جائے۔ وہ عورت اس شخص کو بلواتی اور اس کے ساتھ ہم بستر ہوتی۔ اس عرصہ میں اس کا شوہر اس سے علیحدہ رہتا اور جب تک اُس عورت کو اس شخص سے حمل ظاہر نہ ہوتا جس سے اس نے استبضاع چاہا تو شوہر اُس کو ہاتھ نہ لگاتا۔ جب اس سے اُس کا حمل ظاہر ہو جاتا اس وقت اس کا شوہر جب اُس کا جی چاہتا اُس کے ساتھ ہم بستر ہوتا۔ استبضاع اُن سرداروں اور رؤساء کے ساتھ کراتے تھے جو شجاعت یا سخاوت

www.noor-ul-huda.net

وغیرہ اوصاف میں مشہور ہوتے تھے اور یہ اس لئے کرتے تھے کہ بچہ نجیب وشریف پیدا ہو۔ کیونکہ عمدہ نر کے پانی سے عمدہ ہی اولاد ہوتی ہے گویا اکابر داور شرفاء سے تخم لینے کا نام استبضاع تھا۔ آریوں کا نیوگ اور یہ صورت ایک قسم کی ہے۔ حیض سے پاک ہونے کے بعد اس لئے کرتے تا کہ اس عورت کو حمل رہ جائے۔ کیونکہ اس وقت نطفہ ٹھہرانا زیادہ یقینی ہے[2]۔

۳۔ نکاح کی ایک اور قسم: چند آدمی مل کر جو دس سے کم نہ ہوتے عورت کے پاس جاتے اور نوبت بہ نوبت اُس سے ہمبستر ہوتے۔ یہ کام عورت کی رضامندی اور آپس کے اتفاق سے کرتے۔ جب عورت حاملہ ہو جاتی اور مدت مقررہ کے بعد بچہ جنتی اور بچہ پیدا ہوئے چند دن گذر جاتے تو ان سب کو اپنے پاس بلواتی وہ سب اُس کے پاس جمع ہو جاتے کسی کی یہ مجال نہ ہوتی کہ اُس کے پاس آنے سے انکار کرے جب وہ اس کے پاس جمع ہو جاتے تو اُن سے کہتی کہ تم نے جو میرے ساتھ کیا ہے تمہیں معلوم ہے۔ اب میں نے یہ بچہ جنا ہے سوائے فلانے یہ تیرا بیٹا ہے۔ عورت جس کو چاہتی اس کا نام لے دیتی اور وہ اس کا بیٹا قرار جاتا۔ وہ شخص اُس کے قبول کرنے سے انکار نہ کر سکتا تھا یہ اس وقت ہوتا تھا جب بچہ لڑکا ہوگا اور اگر لڑکی ہوتی تو اس کے لئے اُس کی ضرورت نہ تھی کہ کس کی بیٹی قرار دیا جائے۔ کیونکہ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔

۴۔ نکاح کی ایک اور قسم: بہت سے آدمی جمع ہو کر عورت کے پاس جاتے وہ کسی کو جو اس کے پاس آتا منع نہ کرتی۔ یہ فاحشہ عورتیں تھیں جو اپنے دروازوں پر جھنڈیاں کھڑی کرتی تھیں۔ یہ جھنڈیاں اس بات کی نشانی ہوتی تھیں کہ جو اُن کے پاس آنا چاہے چلا آئے۔ کسی کو ممانعت نہیں ہے۔ ان میں سے جب کوئی عورت ان میں سے حاملہ ہو جاتی اور بچہ جنتی تو سب اُس کے پاس جمع ہو جاتے اور ایک قیافہ شناس (چہرہ دیکھ کر آدمی کا کردار معلوم کرنا) کو بلاتے۔ قیافہ شناس بچہ کو جس کے مشابہ پاتا اس کا بیٹا قرار دیتا۔ عورت بچہ اس کو دے دیتی اور وہ اس کا بیٹا کہلانے لگتا۔ مرد اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ جاہلیت میں اپنے دروازوں پر جھنڈیاں کھڑی کرنے والی عورتوں میں سے ہشام بن الکلی نے کتاب شاب میں دس سے زیادہ مشہور عورتیں کے نام بیان کئے ہیں۔ انہیں میں سے ایک عورت ام مہزول تھی جو جاہلیت میں زنا کراتی تھی۔ اسلام کے زمانہ میں بعض صحابہ نے اس سے نکاح کرنا چاہا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ الزانیتہ لاینکحھا الازان ادمشرک۔ یعنی زانیہ عورت سے نکاح کرنا زانی یا مشرک کا کام ہے۔

۵۔ نکاح الخدن۔ اس کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ فحصنات غیر مافحات دلا متخذات اخدان۔

خدن کے معنی یارانے کے ہیں یعنی مخفی (چھپا ہوا) طور پر کسی عورت سے یارانہ کرنا زمانہ جاہلیت کے لوگ کہا کرتے تھے کہ جو نکاح چھپا کر کیا جائے اس میں مضائقہ نہیں ہے لیکن جو نکاح ظاہر ہو وہ منحوس ہے۔

۶۔ نکاح متعہ: متعہ کی یہ صورت تھی کہ عورت سے ایک مدت معینہ کے لئے نکاح کرتے تھے جب مدت ختم ہو جاتی تھی تو زوجین کے درمیان خود بخود فرقت (علیحدگی) واقع ہو جاتی تھی۔

---

[2] بلوغ الارب فی احوال العرب۔

www.noor-ul-huda.net

۷۔ نکاح البدل: اس کی یہ صورت تھی کہ ایک مرد دوسرے مرد سے کہتا تھا کہ تو میرے لئے اپنی عورت سے جدا ہو جا۔ میں تیرے لئے اپنی عورت سے علیحدہ ہوتا ہوں اس طرح پر دہ آپس میں ایک دوسرے سے اپنی بیویاں بدل لیتے تھے۔اور یہ اُن کے نزدیک نکاح تھا۔

۸۔ نکاح شغار: اس کی یہ صورت تھی کہ آدمی اپنی بیٹی یا بہن یا بھتیجی یا کسی اور عزیز کو اس پر کسی کے ساتھ بیاہ دیتا کہ وہ اپنی بیٹی یا بہن یا بھتیجی یا کسی اور عزیز کو اس کے ساتھ بیاہ دے۔ان دونوں نکاحوں میں مہر کسی کا مقرر نہیں کیا جاتا تھا بلکہ یہ آپس کا تبادلہ یعنی ایک نکاح دوسرے نکاح کا مہر ہوتا تھا۔ہندوستان میں اس کو اٹا سٹا کہتے ہیں۔لیکن یہاں دونوں نکاحوں میں مہر بھی ہوتا ہے۔ جاہلیت میں سوائے تبادلہ کے مہر کچھ نہیں ہوتا تھا۔

اہل جاہلیت: ماں، بیٹی، خالہ، پھوپھی، بہن، بھانجی، بھتیجی، اور ان تمام عورتوں سے نکاح نہیں کرتے تھے۔ جن سے شریعت اسلام میں نکاح کرنا حرام ہے۔ان رشتہ دار عورتوں کو خواہ وہ نسبی ہوتیں یا رضاعی (دودھ شریک بھائی بہن)۔ نکاح میں لانا حرام جانتے خصوصاً قریش اس بارہ میں سب سے زیادہ حیا اور غیرت والے تھے اور ان ازحام قریبہ کی حرمت کا پورا پورا پاس ولحاظ رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے ہاں جو عورتیں محرمات میں داخل ہیں۔ جاہلیت میں اُن میں سے صرف دو صورتیں مستثنیٰ تھیں۔اول یہ کہ وہ لوگ اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح میں مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ اُس کو میت کا ترکہ (جائیداد) تصور کرتے تھے۔ باپ کی بیوی کا سب سے زیادہ مستحق اُس کا بڑا بیٹا خیال کیا جاتا تھا۔ اگر وہ اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا تو بے تامل (بلا سوچے) کر لیتا کوئی عیب نہ تھا۔ چنانچہ جاہلیت میں ایسے بے شمار نکاح ہوئے ہیں یہ لوگ اس قسم کا نکاح کرتے تھے اُن کو ضیزن کہا جاتا تھا۔ بنی قیس بن ثعلبہ میں سے تین بھائیوں نے یکے بعد دیگرے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا تھا۔ اوس بن حجر تمیمی اُن کو اُن کے اس فعل پر عار (شرم) دلاتا ہے۔

نیکو افیکھتہ وامشواحول قبتھا

فکلمہ لابیہ ضیزن سلف

فلیہ سے ہم بستر ہو اور اُس کے قبہ کے گرد چکر لگاؤ

تم سب اپنے باپ کے میزن سلف۔

اگر میت کا بڑا بیٹا اُس کی بیوی سے نکاح کرنا نہ چاہتا تو اُس کے چھوٹے بھائی کر لیتے اور اگر وہ بھی نہ چاہتے تو میت کا اور کوئی قریبی رشتہ دار کر لیتا اس میں عورت کی رضامندی کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ وہ میت کا ترکہ (جائیداد) تھی۔ جو کوئی اس پر اپنا کپڑا ڈال دیتا وہی اُس کے نکاح کا مالک ہو جاتا۔ جاہلیت میں اس نکاح کو نکاح مقت کہتے تھے اور جو اولاد اس سے پیدا ہوتی تھی اُس کو مقتی۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے اس نکاح کو حرام فرمایا اور اس کی مذمت میں یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً

وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا یعنی جن عورتوں سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے تم اُن عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ پہلے جو ہوچکا سو ہوچکا۔ یہ نکاح کرنا بے حیائی اور خدا کے غصے کا باعث ہے۔

دوسری صورت جو شریعت اسلام کے خلاف تھی یہ تھی کہ وہ لوگ نکاح میں دو سگی بہنوں کی ایک وقت میں جمع کرلیتے تھے۔اس میں بھی اُن کے نزدیک کوئی عیب نہ تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس کو بھی ان تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ نازل فرما کر حرام فرمایا۔ یعنی تم پر دو بہنوں کا ایک وقت میں نکاح جمع کرنا حرام ہے۔

جاہلیت میں نکاح کی کوئی حد معین (مقرر) نہ تھی۔ مرد جس قدر بیویاں چاہتے تھے کرلیتے تھے۔ چنانچہ جب قیس بن حارث مسلمان ہوئے تو اُس وقت اُن کے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں اور غیلان بن سلمہ ثقفی کے اسلام قبول کرنے کے وقت ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں اسلام نے زیادہ سے زیادہ چار نکاحوں کی اجازت دی اور اس سے زیادہ کی ممانعت کردی۔ (رسوم جاہلیت صفحہ ۴۲ سے ۴۷ تک)

خطبات احمدیہ مصنفہ سرسید مرحوم اور رسوم جاہلیت مصنفہ مولوی نجم الدین صاحب نے جو کچھ صابیوں کے مذہب وعقائد ورسوم کی بابت فرمایا عام طور سے بت پرست عربوں کے مذہب وعقائد کا بیان فرمایا ہے وہ یہودیت وعیسائیت کے اثر سے غیر موثر زمانہ کے عربوں کا یا صابیوں کا بیان ہے جو عرب یہودیت وعیسائیت کے اثر سے موثر نہ ہوئے تھے وہ واقعی ایسے ہی مذہب وعقائد ورسوم کے ماننے والے تھے جیسے مذہب وعقائد ورسوم کا سرسید اور مولوی نجم الدین صاحب نے بیان فرمایا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہم اس بیان کو پورا ایمان نہیں مان سکتے۔

سرسید اور مولوی نجم الدین صاحب نے خصوصاً صابیوں اور حنفاء کے بیان میں صفائی وتکمیل کا بہت کم خیال رکھا ہے۔ان بزرگوں کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ گویا بُت پرست عربوں میں یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا واحد خدا کو ماننے والے عرب بھی موجود تھے جن کو حنفاء کہا گیا ہے۔ پر ہمیں اس قدر اعتراف ہے کہ حضرت محمد کے زمانہ سے پیشتر تمام عرب میں واحد خدا کے عالم وعارف وعابد صرف یہودی اور عیسائی ہی موجود تھے۔ یا ان دونوں مذاہب کے متلاشی (تلاش کرنے والے) ہونگے جو واحد خدا کا اعتراف واعتقاد رکھتے ہونگے پھر ان متلاشیوں کو یہودیوں اور عیسائیوں سے الگ شمار نہیں کیا جاسکتا۔ان کے سوا عرب میں کوئی فریق کثیر یا قلیل ایسا متحقق (تحقیق کرنے والا) نہیں ہوسکتا جسے عرب کے موحدین کا نام دیا جاسکے۔

www.noor-ul-huda.net

نویں فصل

قبل از حضرت محمد عرب میں غیر عربی مذاہب کی ہستی واشاعت

حضرت محمد کی پیدائش سے پیشتر عرب میں غیر عربی مذاہب کی زبردست اشاعت ہوئی تھی۔ان میں ایک تو یہودی مذہب تھا۔دوسرا عیسائی مذہب تھا۔تیسرا ایرانی مذہب تھا۔ان ہر سند مذاہب کا بیان ذیل میں کیاجاتاہے۔

دفعہ ا۔عرب میں ایرانی مذہب۔ یہ مذہب دراصل یہودیت وعیسائیت کے بعد عرب میں آیا۔چونکہ ایرانی مذہب تبلیغی مذہب نہ تھا۔اس وجہ سے عرب میں اس کی بہت اشاعت نہ ہوئی۔نہ یہودیت وعیسائیت کے مقابل اس کی لوگوں نے کچھ قدرومنزلت کی۔ابن ہشام میں اس کا ذکر حسب ذیل آیاہے۔

اس کے بعد ملک یمن حبشیوں کے ہاتھ سے نکل کر ایرانیوں کے قبضہ میں آیاتوکچھ مدت تک دہرز حکومت کرتارہاپھر جب دہرز کا انتقال ہوگیا۔تونوشیرواں نے دہرز کے بیٹے مرزبان کو یمن کاحاکم مقرر کردیااور مرزبان کے بعد اس کے بیٹے تینجان کو وہاں کاامیر بنادیا۔تینجان کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے کو مقرر کردیا۔پھراُس کو معزول(برطرف کرنا) کرکے ایک شخص مسمی باذان کو یمن کاامیر مقرر کردیاتھارسول اللہ کی بعثت(رسالت) کے وقت یہی باذان یمن کا بادشاہ تھا۔زہری کا قول ہے کہ جب رسول مبعوث ہوئےاورآپ کی شہرت کسرا کے کان تک بھی پہنچی تونوشیرواں نے یمن کے حاکم باذان کو لکھاکہ مجھے معلوم ہواہے کہ قبیلہ قریش کے ایک شخص نے مکہ میں نبوت کادعویٰ کیاہے۔

تم اُس کے پاس جاؤاوراُس سے توبہ کے خواستگار(طلب گار)بنو۔اگروہ اپنے دعویٰ سے باز آجائے توفبہا(بہت خوب)ورنہ اُس کا سر میرے پاس بھیج دو۔جب باذان کے پاس نوشیرواں کا یہ خط پہنچاتواُس نے وہی خط رسول اللہ کی خدمت میں بھیج دیا۔رسول اللہ نے اس کے جواب میں لکھاکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی یہ خط پہنچاتواُس نے وہ جواب نوشیرواں کے پاس نہ بھیجااورانتظاری کرنے لگے کہ اگر یہ نبی ہوگاتواس کا قول صحیح ہوگاورنہ پھر دیکھا جائے گا۔مگر اللہ تعالیٰ نے نوشیرواں کواسی روز قتل کروایا جس کاوعدہ رسول اللہ وسلم کو دیا گیاتھا۔ابن ہشام کہتاہے کہ جب باذان کو نوشیرواں کے قتل کی خبر پہنچی تواسلام لے آیااور بہت سے ایرانی بھی اُس کے ساتھ اسلام لانے میں شریک ہوئے۔پھراُنہوں نے ایک قاصد اپنی طرف سے رسول اللہ کی خدمت میں بھیج کر اپنے اسلام لانے کی اطلاع دی اور دریافت کیاکہ اب ہم کس کی طرف منسوب ہونگے۔رسول اللہ نے فرمایااوراب تم مجھ سے ہواور میری طرف منسوب ہواور تم میرے اہل بیت ہو۔اس واسطے رسول اللہ نے سلیمان فارسی کے حق میں کہاتھا(سلیمان منا اہل بیت)سلیمان ہمارے اہلِ بیت سے یہاں تک تویمن کی کیفیت بیان ہوئی۔اب یہ بیان کیاجاتاہے کہ عرب میں بُت پرستی کی بنیاد کیونکرپڑی۔اس کے واسطے نزار بن معد کی اولاد کاحال قابل ذکر ہے(سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۳)۔

www.noor-ul-huda.net

دفعہ ۲۔ عرب میں یہودی قوم کی آمد: مولانا عبدالسلام صاحب ندوی لکھتے ہیں۔ عمالقہ کے بعد مدینہ میں یہود آباد ہوئے۔ اُن کے آباد ہونے کے متعلق روائتیں ہیں۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی سرکوبی (سرکچلنا) سے فارغ ہو چکے تو اُنہوں نے شام میں کنعانیوں کی سرکوبی کے لئے ایک فوج روانہ کی۔ اور ان کو بالکل تباہ و برباد کردیا۔ اس کے بعد ارض حجاز میں عمالیق کی طرف فوج بھیجی اور حکم دیا کہ بجز ان لوگوں کے جو یہودی مذہب کو قبول کرلیں وہاں کسی بالغ شخص کا وجود باقی نہ رہے۔ چنانچہ یہ فوج ارض حجاز میں آکر عمالقہ سے معرکہ آرا ہوئی اور اُن کو شکست دی اور اُن کے بادشاہ ارقم کو قتل کردیا اور اس نے اس بادشاہ کے ایک لڑکے کو بھی گرفتار کرلیا لیکن چونکہ وہ نہایت حسین اور نوخیز تھا اس لئے اُس نے اس کے قتل کرنا پسند کیا اور اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رائے پر موقوف رکھا لیکن یہ لوگ جب اس نوجوان کو لیکر چلے تو اُن پہنچنے سے پہلے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال ہو چکا تھا اس لئے اسرائیل نے اُن کا خیر مقدم کیا۔ حالات واقعات پوچھے اور مژدہ فتح (فتح کی خبر) سننے کے بعد اس جوان کا حال دریافت کیا۔ ان لوگوں نے اس کا واقع بیان کیا تو ان لوگوں نے متفقہ کہا کہ یہ ایک گناہ کا کام ہے کیونکہ تم نے اپنے پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے اب تم ہمارے ملک میں داخل نہیں ہو سکتے۔ یہ کہکر اُن کو شام میں آنے سے روک دیا۔ اب اس فوج نے یہ رائے اقرار دی کہ اپنے ملک کے بعد ہمارے جدید مفتوحہ ملک (فتح کیا ہوا) سے بہتر کوئی جائے قیام (رہنے کی جگہ) نہیں ہے چنانچہ وہ حدود شام سے پلٹ کر حجاز اور مدینہ میں آکر آباد ہو گئے۔ اس کے بعد کاہن بن ہارون علیہ السلام کی اولاد بھی مدینہ کے نشیبی حصہ میں آکر آباد ہو گئی اور اس طرح ایک مدت تک مدینہ میں یہود کا قیام رہا۔

اس کے بعد رومیوں نے شام پر فاتحانہ حملہ کیا اور بکثرت یہودیوں کو تہ تیغ (تلوار سے قتل کیا) کردیا۔ اس حالت میں بنو قریظہ اور بنو نضیر شام سے بھاگ کر حجاز میں آئے اور اپنے اسرائیلی بھائیوں کے ساتھ آباد ہو گئے۔

اسی سلسلہ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب شاہِ روم نے شام میں یہودیوں کو شکست دی تو بنو ہارون کے خاندان میں شادی کرنا چاہی لیکن یہودی مذہب عیسائیوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لئے یہ لوگ بلطائف الحیل اُس کو دھوکہ سے قتل کرکے حجاز میں بھاگ آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

لیکن طبری کی ایک روایت یہ ہے کہ جب بختنصر نے شام میں یہودیوں کو تباہ و برباد کرکے بیت المقدس کو منہدم (گرانا) اور ویران کردیا تو وہ وہاں سے نکل کر حجاز میں آکر آباد ہو گئے۔

انصار: انصار اصل میں یمن کے رہنے والے تھے اور قحطانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ یمن میں جب مشہور سیلاب آیا جو سیل عرم کے نام سے مشہور ہے تو یہ لوگ یمن سے نکل کر مدینہ میں آباد ہو گئے۔ یہ دو بھائی تھے اوس اور خزرج تمام انصار انہی دو کے خاندان سے ہیں۔ ان لوگوں نے مدینہ میں قیام کیا تو ابتداء میں نہایت تکلیف اور عسرت (تنگی) کے ساتھ محکومانہ اور غلامانہ زندگی بسر کی۔ بنو قرنضہ اور بنو نضیر نے یہاں شاہانہ اقتدار حاصل کرلیا تھا اور انصار ان کو خراج دیتے تھے۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے۔

www.noor-ul-huda.net

نووی الخرج بعد خراج کسری
وخرج بنی قریظه والنضیر

اس وقت تمام یہود اوس اور خزرج میں بادشاہ کے زیر فرمان تھے اُس کا نام فیطوان یا فیطون تھا اور وہ اس قدر جابرانہ اور مستبدانہ (خود مختار) حکومت کرتا تھا کہ جب کسی باکرہ (کنواری) لڑکی کی شادی ہوتی تھی تو شوہر کے پاس جانے سے پہلے اس کو مجبوراً اس کے شبستانِ عیش (بادشاہوں کے سونے کا کمرہ) میں ایک رات بسر کرنی پڑتی تھی۔اس وقت انصار کے سردار مالک بن عجلان تھے جو نہایت غیور اور باحمیت (غیرت مند) تھے۔چنانچہ اُن کی بہن کی شادی ہوئی اور رخصتی کا وقت آیا تو وہ اپنی پنڈلیوں کو کھولے ہوئے بھری مجلس میں آئی۔اتفاق سے مالک بن عجلان بھی مجلس میں تھے۔اُنہوں نے اس کی یہ دیدہ دلیری دیکھی تو اُس کو لعنت ملامت کی لیکن اس نے کہا کہ "آج شب کو جو واقعہ پیش آنے والا ہے وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔ کیونکہ مجھے اپنے شوہر کے علاوہ ایک دوسرے شخص کے پاس رات بسر کرنی ہوگی۔ یہ کہکر وہ گھر کے اندر چلی گئی اور مالک بھی جوش وغصہ سے بیتاب ہوکر اُس کے ساتھ گھر میں آئے اور باہم یہ رائے قرار پائی کہ جب فیطون اُس کے پاس آئے تو اُس کا کام تمام کردیں۔چنانچہ اس قرارداد کے بموجب وہ عورتوں کے لباس میں اُس کے ساتھ گئے۔اور جب فیطون اُن کی بہن کے پاس آیا تو اُنہوں نے تلوار سے اس کا کام تمام کردیا اور مدینہ سے بھاگ کر شام میں غسانی خاندان کے بادشاہ ابو جلیلہ کے دامن مس پناہ لی اور اس کو تمام واقعہ کہہ سنایا۔ابو جلیلہ نے فیطون کے جبر وتشدد کی یہ پرور داستان سنی تو قسم کھائی کہ جب تک مدینہ پہنچ کر یہود کو تباہ وبرباد نہ کریگا نہ کسی عورت سے مقاربت (ہم بستری) کرے گا نہ شراب پیے گئے۔اور جب فیطون اُن کی بہن کے پاس آیا تو اُنہوں نے تلوار سے اس کا کام تمام کردیا اور مدینہ سے بھاگ کر شام میں غسانی خاندان کے بادشاہ ابو جلیلہ کے دامن میں پناہ لی اور اس کو تمام واقعہ کہہ سنایا۔ابو جلیلہ نے فیطون کے جبر وتشدد کی یہ پرور داستان سنی تو قسم کھائی کہ جب تک مدینہ پہنچ کر یہود کو تباہ وبرباد نہ کرے گا نہ کسی عورت سے مقاربت کرے گا نہ شراب پیے گا اور نہ خوشبو لگائے گا۔چنانچہ ایک عظیم الشان فوج کے ساتھ شام سے روانہ ہوکر مدینہ کے قریب مقام ذی حرمین میں پڑو ڈالا اور اس اور خزرج کو مخفی (خفیہ) طور پر یہ پیغام کہلا بھیجا کہ وہ تمام یہودی سرداروں کو دھوکے سے قتل کردینا چاہتے ہیں۔لیکن اگر ان کو خبر ہوگئی تو قلعہ گیر ہوجائینگے۔اس لئے یہ راز کسی پر افشا (ظاہر) نہ ہونے پائے۔اس کے بعد یہودیوں کے سرداروں کو دعوت دے کر بلایا اور صلہ وانعام کی توقع دلائی۔چنانچہ یہ لوگ اپنے خدم وحشم کے ساتھ شرکتِ دعوت کے لئے روانہ ہوئے۔اور جب سب کے سب آگئے تو اُن لوگوں کو خیمہ کے اندر لے جاکر قتل کردیا اور یہ پہلا دن تھا۔کہ اوس خزرج نے مدینہ میں اقتدار حاصل کیا۔سال وجائیداد کے کے مالک ہوئے نہایت کثرت سے قلعے بنائے اور ایک مدت تک متحدہ طاقت کے ساتھ شاہانہ زندگی بسر کی۔لیکن اس کے بعد خانہ جنگیوں کا ایک طویل سلسلہ جس کی ابتدا جنگ سمیر سے ہوئی قائم ہوکر تقریباً ایک سو بیس برس تک قائم رہا اور ان لڑائیوں میں انصار کی متحدہ طاقت بالکل پاش پاش ہوگئی۔(تاریخ الحرمین شریفین صفحہ ۱۷۴ سے ۱۷۶)۔

مولانا عبدالسلام پھر لکھتے ہیں کہ۔چنانچہ سب سے پہلے سلاطین حمیر تبع بن حسان نے جو یہودی تھا کوشش کی اور اس خزرج کی جنگ سے فارغ ہوکر مدینہ سے واپس آنا چاہا تو خانہ کعبہ کے منہدم (گرانا) کرنے کا قصد (ارادہ) کیا لیکن اس کے ساتھ جو احبار یہود تھے انہوں نے اس کو روک دیا۔۔۔اور واپس چلا آیا۔صفحہ ۱۱۰ سیرت ابن ہشام صفحہ ۷،۸ تک تبع بن حسان کا مفصل بیان ملاحظہ ہو۔آپ پھر لکھتے ہیں کہ

عرب کی تجارت تمام تر یہودیوں کے ہاتھ میں تھی اور اُن کے مہاجنی کاروبار کا جال تمام ملک میں پھیلا تھا۔ ملک میں غلہ اور سامان شام کے بنطی اور یہودی لاتے تھے اور یہی یہاں کے بیوپاری تھے۔ یہودیوں کی تجارتی کوٹھیاں جو قلعوں کا مقابلہ کرتی تھیں ہر جگہ قائم تھیں"۔ صفحہ ۱۰۔

اپنے خطبات میں سرسید عرب کے یہود کا مندرجہ ذیل بیان لکھتے ہیں۔ یہودی مذہب کو شام کے یہودیوں نے عرب کے ملک میں شائع کیا تھا جو اُس ملک میں جا کر آباد ہوئے تھے۔ بعض مصنف ناواجب جرات کرکے یہ رائ دیتے ہیں کہ ایک قوم قوم بنی اسرائیل کی اپنے جتھے سے علیحدہ ہو کر ملک عرب میں جابسی تھی اور وہاں اکثر قوموں کو اپنا مذہب تلقین کیا۔ مگر یہ رائِ صحت سے بالکل معرا (آزاد) ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہودی مذہب عرب میں اُن یہودیوں کے ساتھ آیا تھا جو 35 صدی دینوی میں یا پانچویں صدی قبل حضرت مسیح کے بخت نصر کے ظلم سے جو ان کے ملک اور قوم کی تخریب کے درپے ہوا تھا بھاگ گئے تھے اور شمالی عرب میں بمقام خیر آباد ہوئے تھے۔ تھوڑے عرصے بعد جبکہ اُن کی مضطرب (پریشان) حالت نے کسی قدر سکون اور قرار پکڑا اُنہوں نے اپنے مذہب کو پھیلانا شروع کیا اور قبیلہ کنانہ اور حارث ابن کعب اور کندہ کے بعض لوگوں کو اپنے مذہب میں لائے جبکہ 3650 دینوی میں 354 قبل مسیح کے یمن کے بادشاہ ذونواس حمیری نے مذہب یہود اختیار کیا۔ تب اُس نے اور لوگوں کو بھی بالجبر اس مذہب میں داخل کرکے اس کو بہت ترقی دی۔ اُس زمانہ کے یہودیوں کو عرب میں بڑا اقتدار حاصل تھا اور اکثر شہر اور قلعے اُن کے قبضے میں تھے۔

اس بات کے یقین کرنے کا قوی قرینہ یہ ہے کہ یہودی بُت پرستی کو گو غصہ اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہونگے مگر عرب کی کوئی مقامی روایت اس مضمون کی نہیں پائی جاتی کہ خانہ کعبہ کی نسبت ان یہودیوں کی رائے عربوں کی رائے سے برخلاف تھی۔ مگر یہ امر تسلیم کیا گیا ہے کہ ایک تصویر یا مورت حضرت ابراہیم کی جن کے پاس ایک مینڈھا قربانی کے واسطے موجود کھڑا تھا یہودیوں کے ذریعے سے خانہ کعبہ میں اُس بیان کے مطابق جو توریت میں ہے کھینچی گئی ہوگی یا رکھی گئی ہوگی۔ کیونکہ یہودی اس قسم کی تصویروں یا مورتوں کے بنانے اور رکھنے کو گناہ نہیں سمجھتے تھے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہودیوں کے ذریعہ سے ملک عرب میں خدا تعالیٰ کی معرفت کا علم جیسا کہ قبائل عرب میں بالعموم پیشتر تھا اُس سے بھی دوچند ہوگیا۔ وہ عرب جنہوں نے یہودی مذہب قبول کرلیا تھا اور وہ لوگ بھی جو اُن سے ساہ و رسم رکھتے تھے۔ اس سے فائدہ مند ہوئے تھے۔ کیونکہ یہودیوں کے پاس ایک عمدہ قانونِ شریعت اور سوشیل اور پولٹیکل کا موجود تھا اور اس زمانہ کے عرب اس قسم کی چیز سے بالکل بے بہرہ تھے۔ اس سے ایک مغفول (بخشا گیا) طور پر استنباط (نتیجہ اخذ کرنا) ہوتا ہے کہ بہت سے خانگی (ذاتی۔ خاص) اور سوشیل آئین اور رسوم کو جو اس قانون میں مذکور ہیں عربوں نے اختیار کرلیا ہوگا۔ خصوصاً یمن کے رہنے والوں نے جہاں کہ اُن کے بادشاہ ذونواس نے یہودی مذہب قبول کرلیا تھا۔۔۔۔ اور اس نے یہودی مذہب کی ترویج (رواج دینا۔ اشاعت کرنا) میں کوشش کی ہوگی۔

ہم کو اس مقام پر مذہب یہود کے مسائل اور عقائد اور اُن کی رسموں اور طریقوں پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کیونکہ یہ سب باتیں توریت میں موجود ہیں اور ہر شخص اُن سے کسی نہ کسی قدر واقف ہے۔ اور وہ امور جن کا بیان کرنا ہم کو بالتخصیص مد نظر ہے۔ اُس مقام پر بیان ہونگے جہاں کہ ہم مذہب یہود اور اسلام کے تعلق باہمی پر بحث کرینگے۔ (الخطبات احمدیہ صفحہ ۱۴۱، ۱۴۲)۔

www.noor-ul-huda.net

بیان مافوق میں چار یہودی بادشاہوں کا ذکر ہو چکا ہے یعنی ملکہ سبا کا۔ تبغ بن حسان کا۔ حارث کا۔ ذونواس کا۔ ان یہودی سلاطین عرب کے زمانوں میں یہودی مذہب کی عرب میں کافی اشاعت ہوئی ہو گی۔ اگرچہ سرسید نے صرف قبیلہ کنانہ۔ حارث بن کعب اور کندہ کا ہی یہودی ہونا مانا ہے۔

مگر ابن ہشام عرب کے یہودی قبائل کی فہرست میں اچھا خاصہ اضافہ کرتا ہے۔ جن کے نام ذیل میں درج ہیں۔ مثلاً بنی عوف (۲) بنی نجار (۳) بنی حرث (۴) بنی ساعدہ (۵) بنی جشم (۶) بنی اوس (۷) بنی ثعلبہ (۸) بنی شطنہ صفحہ (۱۷۸ سے ۱۸۰) تک قبیلہ طے۔ جس میں سے کعب بن اشرف مشہور آدمی تھا۔ (۹) قیقاع (۱۰) بنی قریظہ (۱۱) بنی زریق (۱۲) بنی نضیر (۱۳) بنی حارثہ (۱۴) بنی عمرو۔ بن عوف صفحہ ۱۸۳ سے ۱۸۴ (۱۵) بنی مصطلق صفحہ ۱۳۵۵ گران کے ساتھ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں سول سرجن پٹیالہ کی تفسیر القرآن بالقرآن کے صفحہ ۵۹۹۔ ۶۱۳ تک پڑھ کر بنی غالب۔ اہل تھامہ۔ غطفان۔ اہل نجد کے نام یہودی قبائل میں شامل کر لیں تو عرب میں یہودیوں کی معقول (مناسب) آبادی ثابت ہو سکتی ہے اس کے سوا بھی ملک میں یہودی آبادی کا سراغ ملتا ہے۔ چنانچہ ابن ہشام لکھتا ہے کہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب حضور نے (حضرت محمد نے) معاذ بن جبل کو یمن کی طرف رخصت کیا تو وصیت فرمائی تھی کہ لوگوں کے ساتھ نرمی کرنا سختی نہ کرنا اور بشارت (خوشی) دینا متنفر نہ کرنا اور تم ایسے اہل کتاب کے پاس جاؤ گے جو تم سے پوچھینگے کہ جنت کی کنجی کیا ہے؟ تم جواب دینا کہ جنت کی کنجی لاالہ اللہ وحدہ لاشریک لا کی گواہی ہے صفحہ ۷۰۴۔

مزید براں عرب میں یہود پانچ وقت عبادت کیا کرتے تھے۔ اُن کی پانچ نمازیں غیر یہود عرب کے نزدیک نہایت پسندیدہ تھیں۔ ابن ہشام لکھتا ہے کہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عاصم بن عمر ابن قتادہ بنی قریظہ کے ایک شیخ سے نقل کرتے کہ اُنہوں نے مجھ سے کہا تم کو معلوم ہے کہ ثعلبہ بن سعید اور اسد بن سعید اور اسد بن عبید جو بنی قریظہ کے بھائیوں میں سے جاہلیت میں اُن کے ساتھ اور پھر اسلام میں اُن کے سردار تھے اُن کے اسلام لانے کی کیا وجہ ہوئی۔ عاصم کہتے ہیں کہ میں نے ان کے شیخ سے کہا مجھ کو نہیں معلوم شیخ نے کہا شام کے یہودیوں میں سے ایک شخص جس کا نام ہیبان تھا اسلام کے ظہور سے چند سال پیشتر ہمارے پاس آیا اور ہمارے اندر ٹھہرا۔ پس قسم ہے خدا کی ہم نے کوئی شخص اس سے بہتر پانچوں نمازیں ادا کرنے والا نہ دیکھا اور وہ یہودی ہمارے ہاں ٹھہرا رہا۔ چنانچہ ایک دفعہ امساک باراں (بارش نہ ہونا۔ خشک سالی) ہوا۔ ہم نے اس سے کہا اے ابن ہیبان تم چل کر ہمارے واسطے دعا نزول باران کرو۔۔۔ اُس نے دعا کی اور ہنوز (اس وقت) وہ اپنی جگہ سے اٹھنے نہ پایا تھا کہ ابر نمودار ہوا اور بارش شروع ہوئی الخ صفحہ ۶۶، ۶۷۔

ہم پیشتر اسلامی روایات سے دکھا چکے ہیں کہ یہودی عرب میں حضرت محمد سے پیشتر صدیوں سے آباد چلے آتے تھے۔ یہودی واحد خدا کے پرستار تھے۔ اُن کے پاس پرانے عہد نامہ کے تمام صحائف تھے۔ اس کے سوا ان کے پاس روایات کی ضخیم کتابیں (سائز میں بڑی) تھیں۔ وہ علم وفضل میں غنی (مطمئن۔ دولت مند) تھے۔ اُنہوں نے عرب میں اپنے دین کی اشاعت کی۔ ان کے وسیلے سے اہل عرب کو واحد خدا کا علم ہوا۔ عرب کے کئی ایک بادشاہ یہودی مذہب کے حامی ہو گئے۔ اُنہوں نے عرب میں اپنی ریاست قائم کی۔ بہت سے قبیلے یہودی مذہب میں داخل ہو گئے۔ عرب میں یہودیوں نے بڑا اقتدار حاصل کیا۔ تمام عرب کی تجارت اُن کے ہاتھ میں آگئی۔

اگرچہ عرب میں یہودی مذہب کو قبولیت حاصل ہوئی۔ تو بھی یہ بات سچ ہے کہ عرب میں یہودیوں نے اپنے مذہب کی اشاعت میں کمال غفلت (لاپرواہی) کی۔ اُنہوں نے ابتدا سے اپنے مذہب کو تبلیغی مذہب بنانے سے پرہیز کیا۔ گواُن کے نوشتے آج تک اس بات کے شاہد (گواہ) ہیں کہ اُن کا مذہب تبلیغی تھا وہ حضرت ابراہیم کی نسل کی برکات کو زمین کی اقوام کے گھرانوں تک پہنچانے کے ذمہ دار تھے۔ مگر تو بھی یہودی قوم کے اماموں اور مولویوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ کو گناہ سمجھا۔ انہوں نے حضرت ابراہیم کے مذہب کی برکت میں غیر یہودیوں کی شرکت کو کبھی پسند نہ کیا۔ وہ غیر یہودی اقوام کو کتوں کے برابر خیال کرتے رہے اپنے پاک نوشتوں کو کبھی غیر یہودی اقوام کو سنانے پر راضی نہ ہوئے۔ اگر وہ اپنی روایات غیر یہودی متلاشیوں کو اُن کے گلے ہی پڑ جاتے تھے سنا کر انہیں اپنے مذہب میں شامل کر لیتے تھے۔ پر کبھی پرانے عہد کے نوشتے اُن کو نہ دیتے تھے۔ یہی روش (طور طریقہ) عرب کے یہود کی برابر قائم رہی۔ اسی وجہ سے تمام اہل عرب کو وہ یہودی مذہب میں شامل کرنے سے رہ گئے۔ وہ عربوں کی مذہبی پیاس کو نہ بجھا سکے۔

تو بھی یہ بات ماننے کے قابل ہے کہ یہودی قوم کے وسیلے سے عربوں کی دیرینہ جہالت وبت پرستی کی تاریکی میں واحد خدا کی صداقت کا ایک مدت تک نور چمکتا رہا۔ عربی یہودی اگرچہ عرب میں سیدنا مسیح کی مسیحائی کے منکر (انکار کرنے والے) رہے۔ تو بھی وہ اپنے مسیح موعود کی آمد کے منتظر رہے ان کا یہ انتظار غیر یہود عربوں تک کو معلوم تھا۔ وہ حضرت محمد کے زمانہ کے قریب اپنے مسیح موعود کی آمد کے سخت انتظار میں تھے۔ اُنہوں نے یہودی مذہب کی عالمگیر فتح اور یہودی قوم کی عالمگیر خوشحالی کی تمام امیدیں اپنے مسیح موعود کی آمد کے گلے میں ڈال رکھی تھیں۔ یہ تمام امور ہیں جن سے کوئی تاریخ اسلام کا ماہر انکار نہیں کر سکتا ہے۔ سیرت ابن ہشام صفحہ ۶۶ سے ۶۷ تک۔

عربی یہودی گو غیر یہود کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے تو بھی غیر یہود عرب خصوصاً بُت پرست ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔ وہ اُنہیں اہل علم یقین کرتے تھے۔ وہ ان کی پانچ وقتی نمازوں کو نہایت پسند کرتے تھے وہ ان سے میل ملاپ اور عہد و معاہدہ رکھتے تھے وہ ان کے مذہب کے مخالف ومکاذب (جھٹلانے والے) نہ تھے۔ قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد کے زمانہ کے قریب جو حنفاء ملک عرب میں نمودار ہوئے تھے۔ وہ دراصل یہودیت کے متلاشی یا یہودی مذہب سے متاثر لوگ تھے جنہوں نے واحد خدا کا اعتقاد یہود سے لیا تھا۔ چونکہ حنفاء نے یہودیوں کے جدِامجد (حضرت آدم۔ پردادا) حضرت ابراہیم کی ملت کا اور واحد خدا کا اقرار واعتراف کر لیا تھا۔ اس وجہ سے غیر مسیحی حنفاء کو یہود اور یہودیت سے ایک حد تک خوش اعتقادی ممکن تھی۔ چونکہ عرب میں یہودی مذہب تبلیغی مذہب نہ تھا۔ اس وجہ سے غیر مسیحی حنفاء یہودیت میں داخل ہونے سے محروم ہو کر اپنے ہی حال پر قانع (جو مل جائے اس پر راضی رہنے والے) ہوگئے تھے وہ یہود کی مسیحیت سے نفرت وحقارت کو دیکھ کر خود بھی یہودیوں کی طرح مسیحیت سے نفرت کرتے تھے۔ پس یہود اور غیر یہود مسیحی حنفاء ایک دوسرے کے دوست ہو کر مسیحیت کے مخالف بن چکے تھے جس سے مسیحیت کی ترقی عرب میں رک گئی تھی۔

تاریخِ اسلام اس بات کی شاہد ہے کہ عربی یہودیوں نے عربی عیسائیوں پر حضرت محمد سے پیشتر سخت ظلم وستم کئے تھے۔ ذونواس حمیری کے مظالم کی داستانیں عرب میں عوام کی زبانوں پر تھیں مگر ہم تاریخ اسلام میں کوئی مثال ایسی نہیں پاسکتے جس سے یہ معلوم ہو کہ عرب کے یہودیوں نے

www.noor-ul-huda.net

عرب کے بُت پرستوں پر بھی ایسے ظلم کئے تھے۔ پس بیان مافوق سے ظاہر ہے کہ حضرت محمد کی پیدائش کے زمانہ کے قریب عیسائیت کی ترقی کی راہ میں یہودی اور وسط عرب کے غیر مسیحی حنفاءروک تھے۔ حنفاء کے ساتھ وہ تمام عرب تھے جو بُت پرستی اور شرک پرستی کا شکار بنے ہوئے تھے۔ پس حضرت محمد کی پبلک خدمت شروع کرنے سے پیشتر کے زمانہ میں عربی یہودیت کی یہی فتوحات تھیں۔ جن کا ذکر ہوا ہے۔ مگر خدا عرب کے فرزند اعظم کو دنیا میں بھیج کر وہ کام کرنے کو تھا جو۔۔۔ عرب کے یہودیوں کے خواب وخیال میں نہ تھا بلکہ جس کی خبر دُنیا کو نہ تھی۔

دفعہ ۳۔ عرب میں عیسائی مذہب کی نشوونما کا بیان

اہل یہود کے بعد ملک عرب میں عیسائی بھی داخل ہوئے۔ اُن کی بھی عرب میں ریاستیں اور حکومتیں قائم ہوئیں۔ اس کے متعلق ذیل میں مورخین اسلام کا بیان برائے نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے سر سید کے بیان کو سب سے پیشتر نقل کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

یہ بات محقق ہے کہ عیسوی مذہب نے تیسری صدی عیسوی میں ملک عرب میں دخل پایا تھا جبکہ ان خرابیوں اور بدعتوں کی وجہ سے جو آہستہ آہستہ مشرقی کلیسیا میں شائع ہوگئی تھیں۔ قدیم عیسائیوں کی تباہی ہوئی تھی۔ اور وہ لوگ ترک وطن پر مجبور ہوئے تھے تاکہ اور کسی جگہ جاکر پناہ لیں۔ اکثر مشرقی اور نیز یورپئین مورخ جنہوں نے اس مضمون کو مشرقی مصنفوں سے اخذ کیا ہے اس بات میں پر متفق الرائ ہیں کہ وہ زمانہ ذونواس کی سلطنت کا زمانہ تھا۔ مگر ہم اس رائے سے کسی طرح اتفاق نہیں کرسکتے کیونکہ ہمارے حساب کے موافق جس کا بیان ہم نے خطبہ اول میں کیا ہے ذونواس کا زمانہ قریباً چھ سو برس پیشتر اس واقع کے گذر چکا تھا اور اسی وجہ سے ہم ان مصنفوں کی اس رائے کو بھی تسلیم نہیں کرتے جنکا بیان ہے کہ ذونواس نے عیسائیوں کی تخریب کی تھی۔

اوّل مقام جہاں تک یہ بھاگے ہوئے عیسائی آباد ہوئے تھے نجران تھا اور اُس سے پایا جاتا ہے کہ وہاں کے متعدد یہ لوگوں نے عیسوی مذہب قبول کرلیا تھا۔ یہ عیسائی فرقہ جیکوبائٹ یعنی یعقوبی فرقہ تھا اور اس لقب سے مشرقی فرقہ "مانوفیزیبیٹز" کا موسوم کیا جاتا تھا اگرچہ صحیح طور پر یہ لقب شام اور عراق اور بابل کے فرقہ "مانوفریٹیز" پر اطلاق ہوسکتا ہے۔ جیکوبائٹ کا لقب ایک شام کے راہب کے سبب سے جس کا نام جیکوبس پراڈیس تھا۔ اس فرقہ کا نام پڑ گیا تھا اور جس نے کہ یونان کے بادشاہ جسٹی نین کے عہد میں اپنے ملک سے نکلے ہوئے "مانوفزیٹیز" کا ایک علیحدہ فرقہ قائم کرلیا تھا اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ صرف ایک صفت رکھتے ہیں یعنی ایک انسانی صفت نے اُن میں تقدیس کا درجہ حاصل کرلیا ہے۔

عیسائی مصنفوں نے بیان کیا ہے کہ عیسوی مذہب نے اہل عرب میں بہت ترقی حاصل کی تھی۔ مگر ہم اس باب میں اُن سے اتفاق نہیں کرتے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ باستثنایِ صوبہ نجران کے جس کے اکثر باشندوں نے عیسوی مذہب اختیار کرلیا تھا قبائل حمیر، غسان، ربعیہ، تغلب، بحرد، تونخ، طے، قودیہ اور حیرہ میں معدود اشخاص نے اُن کی تقلید (پیروی) کی تھی۔ اور کوئی جماعت کثیر یا قوم کی عیسوی مذہب میں نہیں آئی تھی جس طرح کہ یہودی مذہب میں آگئی تھی۔ اغلب ہے کہ ان متفرق اعراب متنصرہ کی وساطت (ذریعہ) سے حضرت مریم کی تصویر خواہ مورت حضرت عیسیٰ کو گود میں لئے ہوئے خانہ کعبہ کی اندرونی دیواروں پر کھینچی گئی ہو یا اُس کے اندر رکھی گئی ہو۔

خانہ کعبہ میں متعدد قوموں کے معبودوں کی یا بزرگوں کی تصویریں یا مورتیں رکھی ہوئی تھیں اور جس فرقہ سے وہ تصویر یا مورت علاقہ رکھتی تھی وہی فرقہ اُس کی پرستش کرتا تھا۔ جبکہ عرب کے لوگوں نے یہودی اور عیسائی مذاہب اختیار کرلیا تھا تو اسی مذہب کے لوگوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت مریم کی تصویر یا مورت خانہ کعبہ میں رکھی یا کھینچی ہوگی۔ کیونکہ جس طرح عرب کے اور فرقوں کو اپنے معبودوں یا بزرگوں کی مورتیں رکھنے یا کھینچنے کا کعبہ میں حق تھا اسی طرح اُن عربوں کو بھی حق تھا جو یہودی یا عیسائی ہوگئے تھے اور کسی کو اس کی ممانعت کا حق نہ تھا۔(الخطبات احمدیہ صفحہ ۱۴۲، ۱۴۳)۔

سرسید نے عیسائی قوم کی عرب میں بہت ترقی تسلیم نہیں کی۔ آپ نے ذونواس یہودی کی سلطنت کا زمانہ جمیع مورخینِ اسلام کے خلاف سیدنا مسیح سے پیشتر کے زمانہ میں ڈال دیا۔ باوجود اس کے آپ کو ماننا پڑا کہ صوبہ نجران کے باشندے قبائل حمیر، غسان، ربیعہ، تغلب، بحرد، تونخ، طے، تودیہ اور حیرہ کے لوگ عیسائی ہوگئے تھے۔ حجاز کا بادشاہ عبدالمسیح تھا۔

اس کے سوا یمن میں عیسائی بادشاہوں کی حکومت ہو چکی تھی۔ جس کا بیان ذیل ابن ہشام نے کیا ہے۔

ابن اسحاق کہتا ہے کہ ان مقتولوں میں سے جن کو ذونواس نے قتل کروایا تھا ایک شخص سبا کا رہنے والا دوس ذوثعلبان نامی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ گیا تھا اور ریت کا راستہ اختیار کرلیا۔ ذونواس کے آدمیوں نے اس کا تعاقب کیا تھا۔ مگر وہ ان کے ہاتھ نہ آیا۔ وہ بھاگ کر قیصر بادشاہ کی خدمت میں آیا اور ذونواس کے برخلاف اُس سے مدد کا طالب ہوا قیصر روم نے کہا تمہارا علاقہ پرلے ملک سے بہت دور ہے۔ میں تمہارے واسطے حبشہ کے بادشاہ کو لکھتا ہوں۔ وہ تمہارے ہی مذہب (عیسائی) پر ہے اور تمہارے ملک کے قریب ہے۔ پس قیصر روم نے بادشاہ حبشی کی طرف ایک رقعہ (خط) لکھا اور اس میں دوس ذوثعلبان کی رعایت و امداد کی تاکید کی۔ دوس قیصر روم سے خط لیکر نجاشی کے پاس آیا۔ نجاشی نے ستر ہزار حبشی اس کے ساتھ کردیئے۔ اور اریاطہ نامی ایک شخص کو اُن کا سپہ سالار مقرر کیا اور اُس کے ساتھ اس کے لشکر میں ایک شخص تھا جس کا نام ابرھہ الاشرم تھا۔ غرضیکہ اریاطہ لشکر حبش کو ساتھ لیکر دریا کے راستہ سے یمن کے ساحل پر آپہنچا اور دوس ذوثعلبان بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس طرف سے ذونواس بھی قبیلہ حمیر کی فوج اور قبائل یمن کو ساتھ لے کر اریاطہ کے مقابلہ پر آموجود ہوا۔ ہر دو طرف ہنگامہ کا بازار گرم ہوا تقدیر نے اریاطہ کی یاوری کی اور ذونواس بھاگ نکلا اور اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور دریا کی گہرائی میں پہنچ کر لقمۂ اجل (موت) ہوگیا۔ اریاطہ نے یمن میں داخل ہو کر اُس پر قبضہ کرلیا اور اُس کا خود مختار بادشاہ بن گیا اور چند سال تک بے کھٹکے یمن میں اپنی سلطنت کا ڈنکا بجایا۔ اس کے بعد ابرھہ الاشرم اور اریاط کے مابین منازعت (جھگڑا) و مخالفت ہوگئی۔ اس وجہ سے کچھ حبشی ابرھہ کی طرف ہوگئے۔ اور کچھ اریاط کے طرف دار بن گئے۔ پھر مقابلہ کے لئے میدانِ جنگ میں آئے۔ ابرھہ نے اریاطہ کو کہلا بھیجا کہ میں اس طرح سے فوجوں کا مقابلہ کروا کر انہیں ہلاک کروانا نہیں چاہتا اور پہلے میں اور تو میدانِ مقابلہ میں آئیں۔ جو شخص ہم میں سے اپنے مدمقابل کو زک (شکست) دے سکے فریق مغلوب (ہارا ہوا گروہ) کی فوجیں فریق غالب کے پاس چلی جائیں۔ اریاط نے بھی اس شرط کو منظور کرلیا۔ پس ابرھہ نے (یہ شخص پست قد بدصورت فربہ بدن تھا) اریاطہ پر (یہ شخص خوبصورت و دراز قد متوسط البدن تھا) حملہ کرنا چاہا اور اپنے پیچھے اپنے ایک غلام مسمی عتودہ کو کھڑا کرلیا تاکہ وہ پیچھے سے اریاطہ کے حملے کو روکے۔ مگر اریاط نے ابرھہ پر حربہ (داؤ) کا وار کیا اور چاہتا تھا کہ اُس کا سر اڑا دے لیکن حربہ صرف اُس کے ابرو ناک آنکھ

اور لب پر پڑا اور قتل ہونے سے بچ گیا۔ مگر عتودہ نے جو ابرہ کے پیچھے کھڑا تھا اریاطہ کو قتل کر دیا اور بموجب معاہدہ کے اریاطہ کا لشکر ابرھ کے زیر کمان آگیا اور تمام حبشی جو یمن میں رہتے تھے ابرھ کے ماتحت ہو گئے جب اریاطہ کے قتل ہونے کی خبر نجاشی حاکم حبشہ کو پہنچی تو وہ بہت خفا ہوا اور ابرھ کی اس حرکت پر بڑا ناراض ہوا کہ اُس نے اریاطہ کو قتل کرایا۔ پھر نجاشی نے قسم کھائی کہ میں ابرھ کے شہروں کو پامال کرونگا اور اس کے سر کے بال کھینچونگا۔ جب ابرھ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے اپنا سر منڈوایا اور یمن کی مٹی سے ایک تھیلی پُر کر کے نجاشی کے پاس بھیج دی اور لکھا کہ اے آقا نامدار کہ اریاطہ بھی آپ کا غلام تھا اور بندہ بھی آپ کا بندہ ہے۔ ہمارا باہمی اختلاف ہو گیا تھا۔ بندہ اُس کی نسبت انتظام و ضبط رعایا میں زیادہ قابلیت رکھتا تھا وہ میرے مقابلہ کی تاب نہ لایا اور تقدیر الہیٰ سے مقتول (قتل) ہو گیا۔ میں نے آپ کی قسم کا ارادہ سن کر اپنا سر منڈوالیا ہے اور اپنی زمین ملکِ یمن کی مٹی آپ کے پاس اس غرض سے بھیجی ہے کہ آپ اس کو اپنے پاؤں سے پامال کریں اور اس ملک کو اپنا ملک سمجھیں اور مجھے ایک وفادار تابعدار غلام تصور کریں۔ نجاشی یہ بات پڑھ کر خوش ہو گیا اور اُس کو لکھ دیا کہ جب تک میرا کوئی حکم تمہارے پاس نہ پہنچے اس وقت تک یمن میں پڑے ہو۔

پھر ابرھ نے صنعا میں ایک قلعہ بنوایا اور اس میں ایک ایسا عالیشان کیسہ (گرجا) بنوایا کہ اس کے زمانے میں روئے زمین پر کوئی گرجا اس کا ثانی نہیں تھا۔ پھر نجاشی کو لکھا کہ اے آقا نامدار میں نے آپ کی خاطر ایک ایسا گرجا بنوایا ہے کہ آپ سے پہلے کسی بادشاہ نے نہیں بنوایا تھا اور میرا ارادہ ہے کہ لوگوں کو حج مکہ سے باز رکھ کر اس کی طرف متوجہ کیا جائے۔ جب ابرھ کا یہ خط نجاشی کے پاس پہنچا اور اہلِ عرب جو نجاشی کی رعیت تھے اُن کو یہ حال معلوم ہوا تو ایک شخص جو قبیلہ فقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن حرث بن مالک بن کنانتہ بن خزیمہ بن مدر کہ بن الیاس بن مضر کی اولاد میں سے تھا بڑا حنفا ہوا (اور یہ وہ خاندان ہے جو جاہلیت کے زمانہ میں حرام مہینوں کو اپنی مرضی کے مطابق ان میں سے ایک سال ایک مہینہ کو حرام سمجھتے اور ایک مہینہ حرام کو حلال۔۔۔۔ سمجھ کر اس میں لڑائیاں لڑتے اور ایک سال اس کو حرام بنا کر دوسرے کو حلال بنا لیتے جس کی نسبت قرآن میں آیت ذیل کے اندر اشارہ ہے انما النیتی زیادتہ فی الکفر یفل بہ الذین کفر والحلونہ عاماً ویحر مونہ عاماً لیوا طو عدہ ماحرم اللہ۔ الخ اور جس شخص نے سب سے پہلے عرب میں یہ طریقہ ایجاد کیا تھا اس کا نام حذیفہ بن عبد فقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن حرث بن مالک بن کنانتہ بن حزیمہ ہے۔ اس کے بعد حذیفہ کا بیٹا عباد اس کام قائم ہوا۔ اس کے بعد عبادہ کا بیٹا قلع اور قلمع کے بعد اس کا بیٹا امیتہ اور امیتہ کے بعد اسکا بیاٹ عوف اور عوف کے بعد اس کا بیٹا ابو تمامہ جنادتہ اس کام پر قائم رہا۔ یہاں تک کہ اسلام کا زمانہ آگیا اور زمانہ اسلام میں جو لوگ مہینوں حرام میں تاخیر روا رکھتے تھے ان کا سردار یہی ابو تمامہ بن عوف ہی تھا اور غیرت کی تاب نہ لا کر اس گرجے میں جو ابرھ نے تعمیر کرایا اس کے اندر پاخانہ کر دیا اور اپنے وطن کو بھاگ آیا اور ابرھ کو خبر ہوئی۔ دریافت کیا کہ یہ کس نے کیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ کسی ایسے شخص کا کام ہے جو اہلِ عرب میں سے بیت اللہ کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہو۔ اس سے ابرھ کے تن میں آگ لگ گئی اور کہا بخدا اب میں بیت اللہ کو مسمار و منہدم (گرانا) کئے بغیر نہ رہونگا۔ یہ ٹھان کر اہل حبش کو جو اس کا لشکر تھا حکم دیا کہ بیت اللہ کی طرف چلنے کی تیاری کرو۔ فوج روانہ ہوئی اور اُن کے ساتھ ایک مست ہاتھی بھی تھا جو معرکہ میں کام آیا کرتا تھا۔ اہل عرب کے کانوں میں بھی یہ آواز پڑی وہ اس کے سننے سے گھبرا گئے۔ کہ اگرچہ ہم اس کے سامنے تابِ مقاومت نہ لا سکیں۔ تاہم اس کو حتی المقدور (جہان تک ہو سکے) روکنا اور مدافعت (دفاع کرنا) کرنا ہمارا فرض ہے۔ چنانچہ ایک شخص ذو تفر نامی جو اشراف یمن کی اولاد سے تھا ابرھ کے مقابلہ کے واسطے آ کھڑا ہوا اور اہل عرب میں سے اُن کو بھی جو اس کی امداد کیلئے تیار ہوئے اپنے ساتھ ملا لیا مگر شکست کھائی اور اسیر ہو کر ابرھ کے سامنے لایا گیا۔ ابرھ نے ذو تفر کے

قتل کا فتویٰ دیا ذو نفر نے کہا اے بادشاہ مجھے قتل نہ کرو۔ ممکن ہے کہ میری زندگی آپ کے حق میں بہ نسبت موت کے زیادہ مفید ہو۔ یہ بات ابرہ کو پسند آئی۔ قتل سے آزاد کر کے اپنے پاس مجوس (آتش پرست) رکھا پھر وہاں سے آگے بڑھا۔ جب ارضِ خشعم میں پہنچا تو ایک شخص نفیل بن حبیب خشعم کے دو قبیلوں شہران و ناہس کو ساتھ لے کر اُس کے مقابلہ کو آیا۔ مگر اُس نے بھی شکست فاش کھائی اور اسیر ہو کر ابرہ کے سامنے لایا گیا۔ جب ابرہ نے اس کے قتل کا حکم صادر کیا تو کہا اے بادشاہ مجھے قتل نہ کرو میں آپ کو عرب کی زمین تک پہنچانے کے واسطے رہبر کا کام دونگا اور یہ دونوں میرے قبیلے شہران اور ناہس آپ کی اطاعت و فرنبرداری کے لئے ساتھ ہونگے۔ ابرہ نے معاف کر دیا اور اُس کو ساتھ لیکر طائف تک آ پہنچا۔ یہاں مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف نے اپنے لوگوں کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر لوگوں نے کہا ہم اس کا مقابلہ ہیں کر سکتے۔ ہمیں اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔ وہ سب ابرہ کے پاس گئے۔ اور کہا اے بادشاہ ہم آپ کے غلام ہیں اور آپ کے برخلاف نہیں۔ جس گھر کو آپ برباد کرنا چاہتے ہیں وہ یہ گھر نہیں ہے جو طائف میں ہے وہ تو مکہ میں ہے (اہل طائف کا بھی ایک گھر تھا جس میں اللمات رکھا ہوا تھا) اور ہم آپ کے ساتھ ایک شخص کو کر دیتے ہیں جو آپ کو اُس کا نشان مکہ میں بتلادیگا۔ یہ شرط قرار پاگئی اور اُنہوں نے ابورخال کو اس کام کے واسطے برہ کے ساتھ کر دیا۔ جب مقام منعمس پر پہنچے تو ابورخال مر گیا اور عربیوں نے اس کی قبر پر پتھر برسائے۔ ابرہ نے مغمس میں ڈیرے ڈال دیئے اور ایک حبشی آدمی کو جس کا نام ابنِ مفعود تھا گھوڑے پر سوار کر کے مکہ میں بھیج دیا۔ وہ مکہ میں جاکر قریش و غیر قبائیل عرب کے بہت سے اموال و اسباب کو تاراج کر لایا۔ اسی لوٹ میں عبدالمطلب بن ہاشم (جدرسول اللہ) کے دوسو اونٹ بھی تھے جو ان ایام میں قبیلہ قریش کے سردار تھے۔ اس بات پر قریش و کنانتہ وہذیل وغیرہ قبائل عرب نے ابرہ کے ساتھ مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر یہ خیال کر کے ہم اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکینگے اس ارادہ سے باز رہے۔

ابرہ نے حناطہ حمیری کو مکہ میں بھیجا اور کہا کہ تم مکہ میں جاکر اس کے شریف و سردار سے کہو کہ بادشاہ کہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ لڑائی کرنے کو نہیں آیا۔ اس کا ارادہ صرف خانہ کعبہ کو گرانا ہے۔ اگر تم اس کام میں اس کی مزاحمت نہ کرو تو وہ خونریزی نہیں کرے گا۔ اگر وہ اس بات کو مان جائے تو اس کو میرے پاس لے آنا۔ پس جب حناطہ مکہ میں داخل ہوا تو کسی سے دریافت کیا کہ اس وقت یہاں کا شریف و سردار کون ہے اُس نے بتلایا کہ عبدالمطلب بن ہاشم، اُس کے پاس جاکر ابرہ کا سارا ماجرا کہہ سنایا۔ عبدالمطلب نے کہا کہ ہم لڑائی کا ارادہ نہیں رکھتے اور نہ ہمیں اس کے مقابلہ کی طاقت ہے۔ یہ خدا کا گھر ہے اور اس کے خلیل ابراہیم کا بنایا ہوا ہے۔ اگر خدا کو اپنے گھر کی حفاظت منظور ہوئی تو اس کو روک دے گا ورنہ چھوڑ دیگا۔ ہمارا اس معاملہ میں کچھ دخل نہیں ہے۔ حناطہ نے کہا کہ تم میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلو۔ عبدالمطلب اس کے ساتھ ہو لیا اور اس کے ساتھ اُس کے چند لڑکے بھی تھے۔ جب عبدالمطلب لشکر میں آیا تو لشکر میں سے دریافت کیا کہ ذونفر کہاں (یہ ذونفر جو ابرہ کے پاس مجسوس تھا عبدالمطلب کا دوست تھا)۔ ملاقات ہونے پر عبدالمطلب نے ذونفر سے کہا اے دوست اس مصیبت سے جو مجھ پر نازل ہوئی ہے رہائی پانے کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے کیا تم کچھ سفارش کر سکتے ہو۔ اُس نے کہا میں قیدی ہوں جس کو شام و سحر قتل کئے جانے کا کھٹکا لگا رہتا ہے کیا سفارش کر سکتا ہوں۔ ہاں ہاتھی کا سائنس جس کا نام انیس ہے میرا دوست ہے اُس کے پاس میں آپ کو بھیج دیتا ہوں وہ آپ کو بادشاہ کے پاس لیجا کر بڑے زور کی سفارش کر دے گا۔ پس وہ عبدالمطلب کو انیس کے پاس لے گیا اور کہا کہ یہ قریش کا سردار ہے اور مکہ کے چشمہ (زمزم) کا مالک ہے۔ غریبوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ پہاڑوں کے جانوروں کی حفاظت کرتا ہے بادشاہ ابرہ نے اس کے دوسو اونٹ تاوان میں لے لئے ہیں۔ اس کو بادشاہ کے پاس لے جا اور جہاں تک ہو سکے اس کی سفارش کرو۔ انیس نے کہا بہت اچھا۔ پس انیس نے

www.noor-ul-huda.net

جا کر بادشاہ سے کہااے بادشاہ عبدالمطلب شریف مکہ و سردار قریش آپ کے دروازے پر کھڑا ہے اور آپ سے کچھ التجا کرنا چاہتا ہے۔ابرہہ نے عبدالمطلب کوداخل ہونے کی اجازت دی۔ جب ابرہہ نے اُس کو دیکھا تو اس کے دل پر اُس کا رعب طاری ہوااور اس کی تعظیم و تکریم کے واسطے دل سے مجبور ہوا (کیونکہ عبدالمطلب نہایت خوبصورت ووجیہ آدمی تھا)۔اور اس واسطے نیچے بٹھلانا نہ چاہا۔پس آپ اپنے تخت سے نیچے اُتر کر عبدالمطلب کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا۔ پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ عبدالمطلب سے اُس کی درخواست دریافت کرے۔ ترجمان نے عبدالمطلب سے دریافت کرکے بتلایا کہ یہ اپنے دوسواونٹ واپس کئے جانیکی التماس کرتا ہے۔ابرہہ نے ترجمان سے کہا کہ عبدالمطلب کو کہے کہ بادشاہ کہتا ہے کہ میں تمہاری اس درخواست سے بڑا حیران ہوں تواپنے اونٹوں کو دیئے جانے کی خواہش کرتا ہے اور اپنے مذہبی گھر کے بارے میں (جو تیرا اور تیرے آباؤاجداد کا دین ہے) کچھ کلام نہیں کرتااور اُس کے نہ گرائے جانے کی سفارش نہیں کرتا۔عبدالمطلب نے کہا مجھے اس گھر سے کچھ واسطہ نہیں جو اس کا رب ہے خود اُس کی حفاظت کرے گا۔ میں تو اونٹوں کا مالک ہوں اس واسطے اُنہیں کے واپس کئے جانے کی التجا کرتا ہوں ابرہہ نے یہ معقول جواب سن کر اُس کے اونٹ واپس دیدیئے۔عبدالمطلب نے مکہ میں واپس آکر لوگوں کو اس واقع کی خبر دی اور مشورہ دیا کہ ہم میں ابرہہ کے مقابلہ کی طاقت نہیں بہتر ہے کہ ہم یہاں سے نکل جائیں اور پہاڑوں اور گھاٹیوں کے غاروں میں جاکر چھپ جائیں پھر عبدالمطلب نے جاتے وقت چند قریش کو ساتھ لیکر خانہ کعبہ کے دروازہ کا حلقہ پکڑااور ابرہہ اور اس کے لشکر کے حق میں بددعا کی۔ پھر قریش کے ساتھ پہاڑوں میں جاکر محفوظ ہو گیااور انتظار کرنے لگا کہ ابرہہ مکہ کے ساتھ کیا کرتا ہے۔اُدھر سے ابرہہ نے صبح کے وقت مکہ پر چڑھائی کر دی اور اُس کے گرانے کے واسطے اُس ہاتھی کو جو ساتھ لائے ہوئے تھے تیار کیا اُس کا نام محمود تھا۔ جب ہاتھی مکہ کے گرانے کے لئے تیار کیا گیا تو نفیل نے (جس کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے) ہاتھی کا کان پکڑ لیا اور کہااے محمود بیٹھ جایا یہاں سے آیا ہے اُسی طرف سیدھا لوٹ جا۔ کیونکہ تو بلد حرام میں ہے۔ یہ کہکر اُس کا کان چھوڑ دیااور ہاتھی بیٹھ گیااور نفیل بن حبیب مذکور بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ ہاتھی کے وارثوں نے جب یہ معاملہ دیکھا تواُنہوں نے ہاتھی کو مارا تا کہ کھڑا ہو جائے مگر اس نے نہ مانا۔ پھر اُنہوں نے اُس کے اٹھانے کے واسطے اُس کے سر پر کلہاڑی ماری مگر وہ نہ اٹھا۔ پھر اُنہوں نے اُس کا منہ یمن کی طرف کر دیااور وہ اٹھ کر دوڑنے لگا۔ پھر شام کی طرف متوجہ کیا ادھر بھی چلنے لگا۔ پھر مشرق کی طرف اُس کا منہ پھیرا اُدھر بھی ایسا ہی کام آیا۔ پھر مکہ کی طرف متوجہ کیا تو بیٹھ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سمندر کی طرف سے ابابیل جیسے جانور بھیجے جن کے پاس تین تین سنگریزے (چھوٹے) تھے۔ایک ایک تواُن کی چونچوں میں اور دودوان کے پنجوں میں جنکی مقدار چنے یا مسور کی سی تھی۔ جس کو وہ سنگریزہ لگتا تھا ہلاک ہو جاتا تھا۔اب خوف کے مارے بھاگنے لگے اور جس راستے آئے تھے اُس کی طرف دوڑنے لگے اور نفیل کو جو انہیں راستے لایا تھا تلاش کرنے لگتے تا کہ اُن کو یمن کا راستہ بتادے مگر اب نفیل کہاں۔ نفیل تو پہاڑوں پر اُن کی دُرگت ہوتے ہوئے دیکھ کر کہہ رہا تھا۔

این المفروالا اله الطألب

ولا شرم المغلوب لیس الغألب

ترجمہ: اے بدکردار اب کہاں بھاگتے ہو۔خدا کی تلاش و قہر سے کہاں جا سکتے ہو۔ابرہہ مغلوب ہو گیااور اپنے خیال کے موافق غالب نہ رہا۔(سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۵ سے ۱۹ تک)۔

ابنِ ہشام کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ ذونواس یہودی بادشاہ کی حکومت یمن میں تھی۔ جس نے نجران کے عیسائیوں کو آگ میں جلایا تھا اور اس بادشاہ کو حبش کے عیسائی بادشاہ نے یمن میں شکست دے کر وہاں اپنی حکومت قائم کی۔ اور ابرہ الاشرم وہاں کا عیسائی بادشاہ ہوا جس نے کعبہ کو منہدم کرنے کیلئے مکہ پر فوج کشی کی اور ابابیل کے لشکر سے شکست کھائی پس سر سید کا بیان نادرست ہے۔ کیونکہ ابن ہشام کا بیان ہے کہ :

غرضیکہ واقعہ فیل کے بعد جب ابرہ ہلاک ہو گیا تو اُس کا بیٹا یکوم بن ابرہ حبش کا مالک ہوا اور جب وہ بھی مر گیا تو اُس کے بعد اس کا بھائی مسروق حبش میں یمن کا مالک ہوا۔ پھر جب اہلِ یمن پر نہایت تکالیف و مصائب آنے لگیں اور اپنے ظالم حکام کے ہاتھ سے بہت تنگ آ گئے تو ایک شخص جس کا نام بن ذی یزن حمیری تھا اور جس کی کنیت ابو ترۃ تھی اپنی قوم کی طرف سے بادشاہ روم کے پاس شکایت لیکر آیا اور کہا کہ ہم لوگ حبشہ کے ہاتھ سے جو اس وقت ہمارے ملک یمن پر حکمران ہیں نہایت تنگ ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ان کو ہمارے ملک سے نکالدیں اور روم میں سے کسی کو ہمارا بادشاہ مقرر فرمائیں۔ مگر بادشاہ روم نے اُس کی شکایت رفع نہ فرمائي۔ صفحہ ۲۱۔ اریاطہ، ابرہ، یکوم، مسروق نے یمن پر ۲۷ سال حکومت کی تھی صفحہ ۲۳۔

رحمتہ اللعلمین کے مصنف جلد اول میں خلاصہ تاریخ العرب صفحہ ۳۹ کے حوالے سے لکھتا ہے کہ عیسائیت کو ۳۳۰ء میں بنو غسان نے قبول کیا اور پھر عراق عرب بحرین، اور صحرای فاران ودومتہ الجندل اور فرات دجلہ کے دوآبہ میں یہی مذہب پھیل گیا اور اس دین کی اشاعت میں نجاشی اور قیصر روم نے باہم مل کر کوشش کی تھی۔ ۳۹۵ء و ۵۱۳ء میں اُس کی اشاعت پر بڑا زور دیا گیا تھا اور یمن میں اناجیل بکثرت پھیل گئی تھی"۔ جلد اول صفحہ ۸ پھر یہی مصنف لکھتا ہے کہ

اس کے (عرب کے) جنوب پر سلطنت حبش اور مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اور شمال اقطاع پر روما کی مشرقی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ تھا اندرونی ملک بزعم خود آزاد تھا لیکن ہر ایک سلطنت اس پر قبضہ کرنے کے لئے ساعی تھی۔ جلد اوّل صفحہ ۶، ۷۔

پھر یہی مصنف جلد اوّل صفحہ ۱۴۳ کے حاشیہ پر لکھتا ہے کہ فلاڈلفیا کا قدیم کلیسیا جس کا ذکر مکاشفہ ۳: ۷ تا ۱۳۔ میں ہے تبوک کے ہی متصل تھا عرب اسے الفضر کہتے تھے۔ حجاز ریلوے کی سڑک میں اس کے کھنڈر بھی پائے گئے زمان نبوی میں اس جگہ عیسائی قومیں آباد تھیں۔ اس لئے ایام قیام تبوک میں) ان اقوام میں تبلیغ اسلام بھی کی گئی اور اُن سے معاہدات بھی کئے گئے۔ عیسائیت پر قائم رہنے والی اقوام کو مذہب کی آزادی دی گئی اور اُن کے جان ومال کا ذمہ مسلمانوں نے اپنے اوپر لے لیا اس طرف چند چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی عیسائیوں کی تھیں۔ مثلاً اکیدر دومتہ الجندل میں حکمران تھا اور یوحنا ابلہ کا فرمانروا تھا۔ ان کی حکومتوں کو قائم رکھا گیا۔ اہل اذرج بھی عیسائی تھے۔ اور آزاد قبائل تھے۔ الخ

۱۔ قبل از اسلام عرب میں عیسائی مذہب کی اشاعت وترقی کا بیان جو مورخینِ اسلام نے کیا ہے وہ ہر طرح سے تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے۔ خصوصاً جب اس بات کو دیکھا جاتا ہے عرب میں یہود کی آبادی اور اُس کی ترقی واثر عرب میں مسیحیت نے مسیحیت کی مخالفت ومکاذبت میں کوئی کسر باقی بھی نہ چھوڑی تھی تو ایسے اسباب وحالات کی موجودگی میں مسیحیت کا عرب میں وہ غلبہ او اثر حاصل کرتا جس کا ذکر اسلامی مورخوں کے بیان میں گذرا ہے کوئی ہلکا معاملہ نہیں ہے۔ جسے آسانی سے نظر انداز کیا جاسکے۔

www.noor-ul-huda.net

عیسائیت کی عربی عیسائی لاریب (بلاشک) انہیں عقائد کے ماننے والے تھے جو اس زمانہ کی عیسائی دنیامانا کرتی تھی۔اس بات کا ثبوت خود قرآن عربی اور مسلم روایات میں موجود ہے۔ جس کا ذکر بعد کو آنے والا ہے۔اسکے ساتھ ہی وہ سیدنا مسیح کی دوسری آمد کے یہودی قوم کی طرح سخت منتظر تھے ممکن نہیں کہ اُن کا عقیدہ صرف عیسائیوں میں ہی محدود رہاہو۔اور اس کی خبر عرب کے غیر عیسائی عربوں تک نہ پہنچی ہو۔

اسلام کے مورخوں کے بیان کے ۔۔۔۔قرینہ سے پایاجاتاہے کہ عرب میں عیسائیت کی اشاعت ہر گز جبر واکراہ سے نہیں ہوئی بلکہ پادریوں اور راہبوں کی پرُامن اشاعت کے طریق سے ہوئی۔اس شاعت میں لاریب (بلاشک) روم اور حبش کے مسیحی سلاطین نے بڑاحصہ لیا تھا۔اُنہوں نے ضرور مسیحی مبشرین ومنذرین کی روپیہ پیسہ سے اعداد کی ہوگی۔ جیساکہ مسلم مورخین نے ذکر کیاہے۔اس میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتاہے کہ مسیحیوں کی ان تمام کوششوں میں کلام اللہ کی وہ بشارات جو عرب کی ہدایت وروشنی کے متعلق وارد ہوئی تھیں۔لفظاً ومعناً تکمیل کو پہنچی تھیں۔بُت پرست عربوں نے مسیحیت کے وسیلے سے خدا کا اور انسان کا مذہب اور اُس کی صداقت کا گناہ اور نجات کا علم وعرفان ضرور حاصل کیا تھا۔

۲۔عرب میں مسیحی مذہب کی اشاعت کی دوبڑی صورتوں کا ذکر مسلم مورخوں نے کیاہے۔ جن میں سے ایک صورت عرب پر مسیحی حکمرانوں کی فتوحات سے تعلق رکھتی ہے مثلاً عرب کے شمال اور مشرق اور مغرب میں روم کی عیسائی سلطنت نے قبضہ کرلیا تھااور جنوب میں ملک یمن کی یہودی حکومت کو حبش کے عیسائی بادشاہ نے فتح کرکے وہاں سے یہودی اقتدار اٹھادیا تھا۔ابن ہشام کا بیان ہے کہ ملکِ یمن پر حبش کی طرف سے چار عیسائی بادشاہ حکومت کرتے رہے۔ جن کی حکومت کا زمانہ ۷۲ سال کا تھا۔ان عیسائی حکمرانوں کو ایرانیوں نے وہاں سے نکالا تھا۔

عرب کے شمال مشرق میں رومی عیسائی غالب تھے۔شمال اور شمال مغرب میں تبوک تک رومی حکمرانوں کی حکومت تھی۔وسطِ عرب میں حجاز کی حکومت کے حکمران اگرسب عیسائی نہ تھے توکم از کم ایک حکمران عبد المسیح نامی توضرور عیسائی تھا۔پس عرب میں عیسائی حکمرانوں کی حکومت کے اثر کا لازمی نتیجہ تھاکہ غیر یہود وعرب عیسائیت سے متاثرہوں۔عیسائی حکومت نے عربوں کو مذہبی آزادی دی۔اس وجہ سے بحرین، حیرہ، غسان، دومتہ الجندل ایلہ، صحرای فاران کے حکمران عیسائی ہوگئے۔ان کے ساتھ ان کی رعیّت (رعایا) میں سے بہت سے لوگ بھی عیسائی ہوئے ہونگے۔یمن نجران حجاز میں بھی حضرت محمد کی پیدائش کے زمانہ کے قریب بہت سے عیسائیوں کا پایاجانا قرین قیاس (جس کو عقل تسلیم کرے ص) ہے۔عیسائیت کا اثر انہیں ایام میں حجاز میں اس قدر غالب ہوگیا تھا کہ بُت پرست عربوں نے اپنے کعبہ کی دیوار پر اپنے معبودوں کے درمیان سیدنا مسیح اور آپ کی والدہ ماجدہ کی تصاویر ضرور بنوالی تھیں۔ جن کی عزت وہ اغلباً اپنے معبودوں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

۳۔عرب میں عیسائی حکومتوں کے سوامسیحیت کی اشاعت کے دیگر وسائل بھی تھے۔ جن میں سے ایک وسیلہ مسیحی مبشرین (منذرین، پادری صاحبان کا تھا جو عربوں کے میلوں میں وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے۔تاریخ اسلام میں اس بات کی بھی چند مثالیں ملتی ہیں جن کا یہاں پر ذکر کرنا ضروریات میں سے ہے مثلاً:

www.noor-ul-huda.net

ا۔ یمن کے پاس ایک نجرانی علاقہ ہے۔ وہاں کے لوگ کسی زمانہ میں بت پرست تھے۔ پھر اُنہوں نے دینِ عیسوی قبول کر لیا تھا۔اور اُن کا ایک سردار تھا جس کو عبداللہ الثامر کہتے تھے۔ اہل نجران کے مذہب عیسوی قبول کر لینے کی مجمل کیفیت یہ ہے کہ ایک شخص فیمیون عابد وزاہد ان کے درمیان آگیا اس نے ان کو مذہب عیسوی کے قبول کرنے پر برانگیختہ (اُکسانا) کیا اور اُس کی تفصیل ابن اسحاق نے مغیرہ بن ابی لبید مولی الاخفس سے اور اُس نے دہب بن متبہ یمانی سے اس طرح بیان کی ہے کہ مذہب عیسوی کا پابند ایک شخص فیمیون نامی تھا جو بڑا عابد پرہیزگار، مجتھد (کوشش کرنے والا)، مستجاب (مانا گیا)، الدعوات تھا اور گاؤں بہ گاؤں پھرا کرتا تھا۔ جب گاؤں کے لوگ اس ک زہد و تقویٰ و کرامت (پرہیزگاری و معجزات) سے واقف ہونے لگے تو دوسرے گاؤں میں چلا جاتا اور اپنے ہاتھ کی کمائی یعنی معمار کا کام کر کے اپنی معاش پیدا کرتا اور اتوار کے روز کوئی دنیاوی کام نہ کرتا۔ بلکہ کسی جنگل میں نکل جاتا اور سارا روز عبادت و نماز میں گذار دیتا اور شام کو واپس آتا۔ ایک دفعہ ملک شام کے گاؤں میں سے ایک گاؤں میں اپنے معمول کے موافق عبادت و تقویٰ میں مصروف تھا کہ اس گاؤں کا ایک شخص مسمی صالح اس کے حال پر واقف ہو گیا اور اس کی محبت اس کے دل میں جاگزیں ہو گئی۔ فیمیوں جہاں جاتا صالح بھی اُس کے پیچھے ہو لیتا۔ مگر فیمیون کو خبر نہ ہوتی۔ ایک دن وہ اپنی عادت کے موافق اتوار کو کسی جنگل میں نکل گیا اور صالح بھی اُس کے پیچھے گیا۔ وہ اپنی نماز میں مصروف ہو گیا اور صالح ایک پوشیدہ جگہ بیٹھ کر اسکو دیکھتا رہا۔ جب وہ نماز میں تھا۔ تو ایک سات سر کا سانپ اس کی طرف آیا۔ فیمیون نے اُس کے لئے بددعا دی اور وہ مر گیا۔ صالح سانپ دیکھ کر چلایا کہ اے فیمیون سانپ سانپ اور اُسے یہ خبر نہ تھی کہ سانپ اُس کی بددعا سے مر چکا ہے۔ فیمیون اپنی نماز میں مصروف رہا لیکن اس کو معلوم ہو گیا کہ صالح اس کی کرامت پر مطلع (اطلاع ملنا) ہو گیا ہے جب شام کو واپس ہونے لگے تو صالح نے کہا اے فیمیون آپ جانتے ہیں کہ مجھے آپ سے از حد محبت ہے۔ اس واسطے میں آپ کی مفارقت (جُدائی) گوارا نہ کر سکا۔ آپ اندیشہ نہ کریں کہ آپ کا راز فاش ہو جائے گا۔ میں اُسے افشانہ کرونگا۔ مگر شہر کے لوگ بھی اس کے حالات سے واقف ہوتے جاتے تھے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو جاتا تو وہ اس کے حق میں دعا کرتا اور وہ اچھا ہو جاتا۔ اور اگر کسی کو کسی آفت و مصیبت آنے کا اندیشہ ہوتا تو اُس کی دعا سے وہ ٹل جاتی۔ اُس گاؤں میں ایک شخص تھا اور اس کا بیٹا اندھا تھا۔ اس نے اُس کی کرامت کا شہرہ سن کر اس سے استدعا (درخواست) کا ارادہ کیا۔ مگر لوگوں نے اُس سے کہا کہ وہ کسی کے گھر پر نہیں آیا کرتا۔ وہ تعمیر عمارت کا کام کیا کرتا ہے۔ اُس کو تعمیر یا مرمت کے طریقہ سے گھر میں بلا لو اور پھر اس سے دعا کرو۔ اس شخص نے اپنے بیٹے کو ایک کوٹھری میں بند کر دیا اور فیمیون کے پاس آکر کہا کہ میرے گھر میں تھوڑا سا کام ہے فرصت ہے تو آکر کر جاؤ۔

اس طرح سے اُس کو اپنے گھر لے گیا اور لڑکے کو نکال کر پیش کر دیا۔ کہ اے فیمیون اس خدا کے بندے (مراد اپنا بیٹا) کو یہ مصیبت ہے جس کو آپ دیکھ رہے ہیں۔ (یعنی اندھا ہے) اس کے حق میں دعا کیجئے۔ اُس نے دعا کی اور وہ اچھا ہو گیا۔ فیمیون نے دل میں کہا کہ اب یہاں سے نکلنا چاہئے۔ پس اس گاؤں سے نکل پڑا۔ مگر صالح نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا جب راستہ میں چلے جاتے تھے تو ایک بڑے درخت سے کسی نے فیمیون کہکر پکارا۔ فیمیون نے جواب دیا۔ اس شخص نے کہا کہ میں تیری ہی انتظاری میں تھا اور تیری آواز سنی چاہتا تھا۔ ایلو اب میں مرتا ہوں اور تجھے میرا جنازہ دفن کر کے جانا ہوگا۔ وہ مر گیا اور فیمیون نے اُس پر نماز ادا کر کے دفن کر دیا چلتے چلتے عرب کی کسی زمین میں پہنچ گیا اور صالح بھی اُس کے پیچھے تھا۔ اہلِ عرب نے ان دونوں پر حملہ کیا اور عرب کے ایک قافلہ نے انہیں لے جا کر نجران میں ہر دو کو فروخت کر دیا۔ ان دنوں میں اہلِ نجران ایک لمبی کھجور کی عبادت کیا کرتے تھے اور ہر سال عید کیا کرتے تھے اور اس کھجور کو عورتوں کے زیور اور اچھے کپڑے پہنایا کرتے تھے پس اہلِ نجران میں سے ایک شخص نے فیمیون کو خرید لیا

اور دوسرے نے صالح کو۔ اس آقا کے گھر میں جب فیمیون تہجد کی نماز پڑھتا تو وہ گھر بغیر چراغ کے روشن ہو جاتا اور صبح تک روشن رہتا۔ ایک روز اُس کے آقا نے یہ کیفیت دیکھ کر بڑا تعجب ظاہر کیا۔ اور اس سے پوچھا تمہارا کیا دین و مذہب ہے۔ فیمیون نے اپنا مذہب عیسوی ظاہر کر کے اس کو بطور خیر خواہی کہا کہ تمہارا مذہب باطل ہے۔ یہ کھجور تمہیں کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اگر میں اپنے خدا سے جس کی میں عبادت کرتا ہوں اس کے لئے بددعا کروں تو اس کو جلادے۔ اس کے آقا نے کہا کہ اگر تو ایسا کر دکھائے تو ہم تیرے دین میں داخل ہو جائینگے۔ پس فیمیون نے اٹھ کر وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر دست بدعا اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک سخت آندھی بھیجی۔ جس نے اس کھجور کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ اس وقت اہلِ نجران نے مذہب عیسوی کو قبول کر لیا۔ پس اس روز سے زمین عرب میں نجران کے اندر نصرانیت پیدا ہو گئی۔ ابن اسحاق نے یزید بن زیادہ سے اور زیاد نے محمد بن کعب القرطی سے اور نیز بعض اہلِ نجران سے اس طرح روایت کی ہے کہ اہلِ نجران مشرک بُت پرست تھے اور نجران کے قریب ایک گاؤں میں ایک ساحر (جادوگر) رہا کرتا تھا جو اہل نجران کو جادو سکھایا کرتا تھا۔ اتفاقاً فیمیون عیسائی راہب نے اس گاؤں کے نزدیک اپنا خیمہ گاڑ دیا۔ جب نجران کے لڑکے اس جادوگر کے پاس جادو سیکھنے جاتے تو راستہ میں اس عیسائی راہب کو نماز و عبادت میں مصروف پاتے اور اس کی حرکت سے متعجب (حیران) ہوتے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ نجران کے ایک ثامر نامی نے اپنے بیٹے عبداللہ کو دوسرے لڑکوں کے ساتھ اس جادوگر کے پاس بھیجا۔ راستہ میں جب اس نے اس راہب فیمیون کو نماز و عبادت کرتے دیکھا تو اس پر اُس عبادت کا اثر ہوا وہ اُس کے پاس آنے جانے لگا اور اس کے اقوال و خیالات سننے لگا۔ یہاں تک مسلمان ہو گیا اور خدا کی توحید کا قائل ہو گیا اور اللہ کی عبادت کرنے لگا۔ پھر اس راہب سے احکام اسلام دریافت کرنے لگا۔ جب علم دین ماہر ہو گیا تو ایک روز اُس نے فیمیون سے اسم اعظم دریافت کیا۔ اس نے کہا اے عزیز اس کا جاننا تیرے حال کے مناسب نہیں تو کمزور ہے۔ تو اس کی تکلیف برداشت نہیں کر سکیگا۔ عبداللہ نے جب دیکھا کہ راہب اسم اعظم سکھلانے سے بخل (لالچ) کرتا ہے تو اُس نے تمام اسماء الہٰی کو جو راہب نے سکھائے ہوئے تھے تیروں پر لکھ کر آگ میں ڈالنے شروع کر دیئے۔ تاکہ جس پر اسم اعظم ہو گا وہ آگ میں نہیں جلیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ تیر جس پر اعظم لکھا ہوا تھا۔ آگ سے کود کر باہر آپڑا اور اس طرح سے اس کو اسم اعظم معلوم ہو گیا پھر راہب کے پاس آکر کہا میں نے اسم اعظم معلوم کر لیا ہے۔ راہب نے حیران ہو کر پوچھا وہ کیا ہے کہا کہ فلاں کہا تو نے کس طرح معلوم کیا۔ اُس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ راہب نے کہا اے عزیز اس کو پوشیدہ رکھیو اور ضبط سے کام لیجیو۔ اب عبداللہ بن ثامر کا یہ کام ہو گیا کہ جب نجران میں کسی کو مصیبت یا بیماری لاحق ہوتی تو اُس کو کہتا اے فلانے اللہ پر ایمان لے آ اور میرے دین میں داخل ہو جا۔ میں اللہ سے دعا کرونگا وہ اللہ تجھے اس مصیبت سے نجات دیگا۔ اگر وہ اسے قبول کر لیتا تو عبداللہ اس کے حق میں دعا مانگتا اور وہ اچھا ہو جاتا۔ اس طرح سے نجران کے بہت سے آدمی اس کے تابع ہو گئے اور اس کے دین کو قبول کر لیا۔ رفتہ رفتہ اُس کی شہرت نجران کے بادشاہ کے کان تک پہنچی۔ بادشاہ نے اُس کو بلا کر کہا تو نے میری رعیت کا مذہب خراب کر دیا ہے اور میرے دین اور اپنے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کی ہے۔ اب میں تجھے اس کا بدلہ دونگا اور تجھے سخت عذاب میں مبتلا کرونگا۔ عبداللہ بن ثامر نے کہا۔ بادشاہ تو مجھے کوئی تکلیف نہیں دے سکیگا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کو اونچے پہاڑ پر لے جا کر سر کے بل گرا دیں اسے گرایا گیا مگر اس کو کچھ ضرر نہیں پہنچا اور صحیح و سلامت زمین پر آپہنچا۔ پھر اُس کو نجران کے گہرے پانیوں میں گرا دیا تھا تاکہ وہ ڈوب جائے مگر وہ بلا ضرر وہاں سے بھی نکل آیا۔ جب بادشاہ اس پر کسی طرح غالب نہ آسکا تو عبداللہ نے کہا اگر تو مجھ کو مارنا چاہتا ہے تو اللہ پر ایمان لے آ اور جس چیز کو میں مانتا ہوں تو بھی مان لے۔ اس کے بعد تو میرے قتل پر قادر ہو سکیگا۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ نے عبداللہ کے مذہب کو قبول کر لیا۔ پھر اپنے عصا سے ہی

www.noor-ul-huda.net

عبداللہ کا کام تمام کر دیا۔ پھر آپ بھی اسی مقام پر ہلاک ہو گیا۔اور نجران کے لوگوں نے عبداللہ بن ثامر کے دین کو قبول کر لیا یعنی عیسیٰ اور اُس کی کتاب وحکمت کو ماننے لگ گئے پھر ان میں بھی بدعات کا ظہور ہوا۔ جیسا کہ ہر مذہب میں اخیر پر ہوا کرتا ہے۔ پس اس طرح سے نجران کی نصرانیت کی بنیاد پڑی تھی۔ جب نجران کی یہ حالت تھی تو ذونواس کے بھائی احسان بادشاہ یمن نے لشکر لیکر اہل نجران پر چڑھائی کی اور یہودیت کی طرف بلایا اور انہیں اختیار دیا کہ یا یہودی ہو جاؤ یا قتل کو پسند کرو۔ اُنہوں نے قتل پسند کیا۔ پس اُس نے اُن کیلئے آگ کی خندق کھدوائی اور ان لوگوں کو آگ میں جلا دیا۔ جو آگ سے بچے رہے اُن کو تلوار سے قتل کر دیا۔ یہاں تک کہ بیس ہزار آدمی اسی طرح سے ہلاک کئے گئے۔ اسی ذونواس اور اس کے لشکر کے حق میں اللہ نے آیت ذیل اتاری تھی قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (ترجمہ) خندق والوں پر خدا کی مار جنہوں نے خندق میں آگ بھڑکائی اور اس پر بیٹھ کر مومنوں کا عذاب مشاہدہ کر رہے تھے اور مسلمانوں سے انتقام لینے کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ اللہ عزیز حمید پر ایمان لائے تھے (بھلا یہ بھی کوئی وجہ انتقام ہو سکتی ہے۔

ابن اسحاق کہتا ہے کہ وہ مقتول جنکو ذونواس نے قتل کروایا تھا۔ ان عبداللہ بن ثامر ان سردار بھی شامل تھا۔ ابن اسحاق نے عبداللہ بن ابو بکر محمد بن عمر حزم سے روایت کی ہے کہ اہل نجران میں سے ایک شخص نے حضرت عمر کے زمانے میں نجران کی خرابہ زینوں میں سے ایک خراب کھودا۔ اس کے نیچے سے عبداللہ بن ثامر دفن کیا ہو نکلا کہ اس کا ہاتھ اپنے سر کی ضرب پر رکھا ہوا تھا۔ وہ شخص بیان کرتا۔ تھا کہ جب میں اس کا ہاتھ وہاں سے ہٹاتا تھا تو خون جاری ہو جاتا تھا اور جب پھر اس کے ہاتھ کو اسی جگہ رکھ دیتا تھا تو خون بند ہو جاتا تھا اور اُس کے ہاتھ میں انگشتری تھی۔ جس پر (ربی اللہ) لکھا ہوا تھا۔ اس شخص نے یہ ماجرا حضرت عمر کی خدمت میں لکھ بھیجا۔ حضرت عمر نے لکھ بھیجا کہ اس کو اس کے حال پر رہنے دو اور اس کو ویسا ہی دفن کر دو (سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۲، ۱۶)۔

۲۔ خاص مکہ میں حضرت ورقہ بن نوفل جیسے علامہ عصر مسیحی موجود تھے۔ جن کی بابت تاریخ اسلام میں بہت کچھ موجود ہے۔ بطور مثال ذیل کا بیان پیش کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

صحیح بخاری۔ جلد سوم۔ خواب کی تعبیر کا بیان۔ حدیث 1908

وَهُوَ ابْنُ عَمِّ خَدِيجَةَ أَخُو أَبِيهَا وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِيَّ فَيَكْتُبُ بِالْعَرَبِيَّةِ مِنْ الْإِنْجِيلِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا

ترجمہ: یعنی وہ خدیجہ کے چچا کے بیٹے تھے۔اور جاہلیت کے زمانہ میں عیسائی ہوگئے تھے اور وہ عربی زبان میں ایک کتاب یعنی انجیل لکھا کرتے تھے جتنا کہ اللہ کو منظور ہوتا تھا اور وہ بہت بوڑھے تھے۔دیکھو صحیح مسلم کتاب الایمان باب بداء الوحی۔

۳۔امیہ بن ابی الصلت۔ عرب کے اس مشہور شاعر کی بابت آیا ہے کہ امیہ بن ابی صلت ایک شاعر تھا کہ ابی جاہلیت تھا اور ہوائے تدین وتالہ سر میں رکھتا تھا یعنی خواہش دین جاری کرنے کی اور خداپرستی کرنے کی رکھتا تھا اور قدیم کتابیں پڑھا ہوا اور نصاریٰ کے دین پر آیا ہوا تھا۔اور بُت پرستی سے اعراض یعنی سر پھرایا تھا"۔ منابیع النبوت جلد دوم چھاپہ نولکشور واقع کانپور صفحہ ۲۳۰۔

ایک اور بزرگ لکھتے ہیں کہ امیہ بن ابی الصلت عرب کا مشہور شاعر تھا اس نے قدیم مذہبی کتابوں کا اچھی طرح مطالہ کیا تھا۔اُس کے مذہبی رنگ کے ساتھ اُس کی زبان پر سب سے قدیم مذہبی لٹریچر کے الفاظ چڑھ گئے تھے۔اس کے کلام میں آیا ہے۔

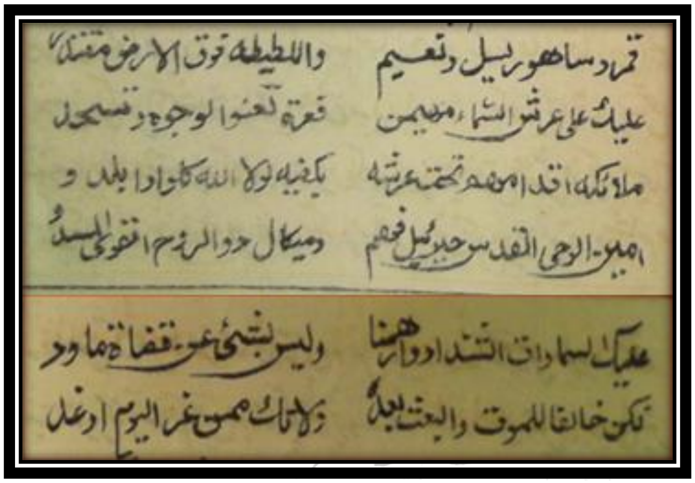
قمر وساھور یسل وتعیم — واللطیفه فوق الارض مقفلا
علیک علی عرش السماء مھیمن — فعرة تعنو الوجوه وتسجد
ملائکه اقدامھم تحت عرشه — بکفیه لولا الله کلوا وابلد
امین الوحی القدس جبریل فیھم — ومیکال ذو الروح القوی المسدد
علیک لسماوات الشداد دعامه — ولیس بشیء عن قضائه متاود
نکون خالقا للموت والبعث بعده — ولا تاک ممن غر الیوم اوغد

یہ قصیدہ غائیت مسطول ہے۔ جس میں اُس نے مذہبی رہنگ وآب سے خدا کی قدرت اور فرشتوں کی کثرت غیر ذی روح چیزوں کی تسبیح تحلیل کی تصویر کھینچی ہے۔ لیکن ہم نے اُس کے عقائد کے اظہار کے صرف چند شعر نقل کئے ہیں۔امیہ ابن الصلت نے جناب رسالت پناہ کا زمانہ پایا تھا۔جب آپ کے سامنے اس کے یہ اشعار پڑھے گئے۔

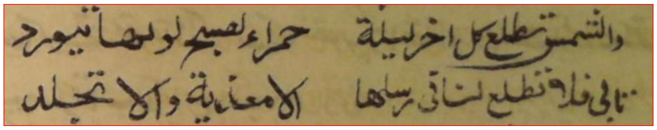
والشمس تطلع کل اخر لیلة — حمراء یصبح لونھا یتورد
تابی فلا تطلع لنا فی رسلھا — الا معذبة والا تجلد

توآپ نے فرمایا صدق ضیاء السلام مراد آباد جلد نمبر ۳ کو دیکھو۔

صحیح بخاری مطبوعہ احمدی لاہور کے پارہ ۱۵ کے صفحہ ۲۷ کے حاشیہ پر صحیح مسلم کی ایک روایت یوں آئی ہے۔ صحیح مسلم میں شرید سے روایت ہے۔آنحضرت نے فرمایا مجھے امیہ بن ابی الصلت کی شعر میں سناؤ۔ میں نے آپ کو سو بیتوں کے قریب سنائیں۔ آپ نے فرمایا یہ تو اپنی شعروں میں

www.noor-ul-huda.net

مسلمان ہونے کے قریب تھا امیہ جاہلیت کے زمانہ میں عبادت کیا کرتا۔ آخرت کا قائل تھا۔ بعضوں نے کہا نصرانی ہو گیا تھا۔ اس کے شعروں میں اکثر توحید کے مضامین ہیں۔

۴۔ قیس بن ساعدہ۔ قیس بن ساعدہ عرب کا مشہور خطیب تھا اور سوق عکاظ میں عموماً مذہبی اور اخلاقی خطبے دیا کرتا تھا۔ جناب رسول اللہ نے اس کا خطبہ سنا تھا اور اُس کی تعریف فرمائی تھی۔ قیس بن ساعدہ کے خطبات اور اشعار تمام تر ان عقائد سے بھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہم اس کے چند شعر نقل کرتے ہیں۔

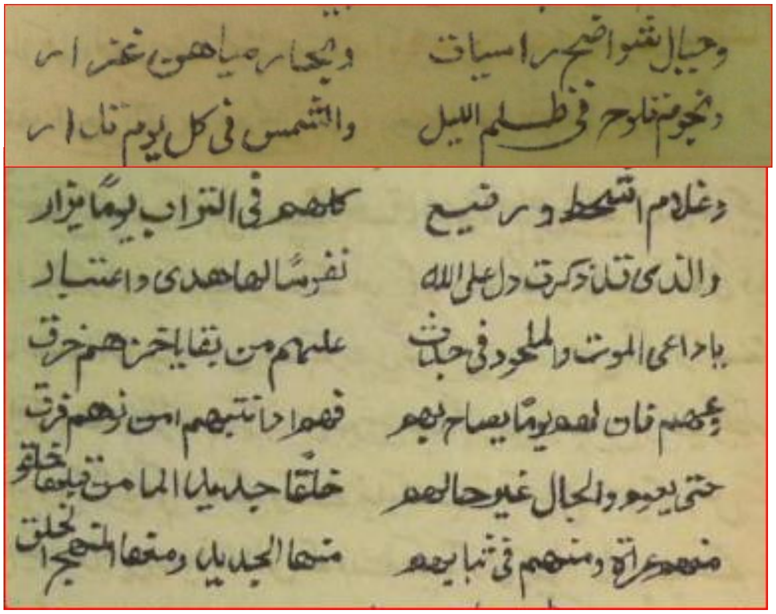
وجبال شوامخ راسیات — وبحار میاههن غزار
ونجوم تلوح فی ظلم اللیل — والشمس فی کل یوم تدار
وغلام واشمط ورضیع — کلهم فی التراب یوما یزار
والذی قد ذکرت دل علی الله — نفوسا لها هدی واعتبار
یا داعی الموت والملحود فی جدث — علیهم من بقایا بزهم خرق
دعهم فان لهم یوما یصاح بهم — فهم اذا انتبهوا من نومهم فرقوا
حتی یعودوا لحال غیر حالهم — خلقا جدیدا کما من قبله خلقوا
منهم عراة ومنهم فی ثیابهم — منها الجدید ومنها المنهج الخلق

ترجمہ: بلند اور اٹل پہاڑ پر پانی سے لبریز دریا اور ستارے جو رات کی تاریکی میں چمکتے ہیں اور سورج جو دن میں گردش کرتا ہے لڑکے اور ادھیڑ شیر خوار بچے سب کے سب ایک دن قبر میں ملینگے۔ یہ تمام چیزیں خدا کی طرف ان نفوس کی رہنمائی کرتی ہیں۔ جو ہدایت پذیر ہیں۔ اے داعی موت اس حالت میں کہ مردے قبر میں ہیں اور اُن کے بچے کچھے کپڑے پرُزے پرُزے ہو گئے ہیں ان کو پڑا رہنے دے کیونکہ ایک دن وہ پکارے جائینگے۔ پس خوفزدہ ہو کر بیدار کی طرف رجوع کرینگے۔ جیسا کہ پہلے مخلوق ہوئے تھے۔ بعض ان میں ننگے ہونگے اور بعض نئے پُرانے کپڑے پہنے ہوئے ہونگے"۔ ضیاء السلام جلد ۵ نمبر ۳۔

۵۔ حضرت خدیجہ کی بابت ذیل کا بیان آیا ہے:

چونکہ حضرت بی بی خدیجہ تمام رؤسای عرب (عرب کے امیروں) میں ممتاز اور قوم قریش میں سب سے زیادہ عزت و حرمت میں سرفراز اور حسن وجمال میں شہرہ آفاق اور کثرت مال و دولت میں طاق (ماہر) تھیں۔ لہذا تمام عرب کے امرائے نامدار (نامور) اور شہریار ذی وقار (عزت دار) ان کے

ساتھ عقد و مناکحت (نکاح) کے خواستگار (طلب گار) تھے اور اسی وہم وخیال میں لیل ونہار (دن رات) گرفتار تھے اور حضرت خدیجہ نے بعد انتقال اپنے شوہر کے اپنے دل کو یادالہیہ اور اشتغال کتب سماویہ (آسمانی کتابیں) میں مشغول کیا اور کبھی اپنے عقد ثانیہ (دوسرا نکاح) کا نام بھی نہ لیا۔ بی بی خدیجہ خود روایت کرتی ہیں کہ چند عرصہ کے بعد ایک رات مجھے یہ خواب دکھائی دیا کہ مہتاب عالمتاب آسمان سے آکر میری گود میں گرا اور اس کے نور نے میری بغل سے نکل کر تمام عالم کو اپنی روشنی سے گھیر لیا۔ جب میں خواب دیکھ کر بیدار ہوئی تو اُس کی تعبیر کے واسطے نہایت بے قرار ہوئی۔ حتیٰ کہ اس حالت بیقراری میں دریافت حال کے واسطے ایک آدمی بحیرا راہب کے پاس دوڑایا۔ وہ وہاں سے یہ جواب لایا کہ خدائ دوجہان نے نبی آخر الزمان کو مبعوث فرمایا ہے اور تو عنقریب اُن کے عقدہ نکاح میں آملیگی۔ یہی تعبیر اس خواب کی ہے جو تیرے دیکھنے میں آیا ہے اور وحی الہیٰ تیرے ہی مکان میں ان کے پاس نزول فرمائیگی اور سب سے پیشتر تو ہی اُن پر ایمان لائیگی اور قوم قریش کے اولاد بنی ہاشم نے یہ مرتبہ پایا ہے۔ ایسا نبی برگزیدہ خدا نے اُن میں پیدا فرمایا ہے۔۔۔۔۔۔ یہ فرما کر خدیجہ نے خود تورات وانجیل دیگر کتب سماویہ میں پیغمبر آخر الزماں کے حالات ونشانات دیکھنا شروع کئے جب تک حضرت تشریف لائیں جملہ حالات نبوت خوب ذہن نشین کر لئے۔ تواریخ احمدی مطبوعہ منشی نولکشور کانپور صفحہ ۵۳ سے ۵۶۔

۶۔ حضرت زید بن عمرو بن نفیل بھی عیسائی تھے۔ جن کے کلام میں سے ذیل کا کلام ہدیہ ناظرین ہے:

ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ کو یہ روایت پہنچی ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل کے فرزند سعید بن زید اور عمر بن خطاب نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ حضور آپ زید بن عمرو بن نفیل کے واسطے دعا مغفرت کیجئے۔ فرمایا ہاں وہ تنہا قبر سے اٹھایا جائیگا۔

زید بن عمرو بن نفیل نے اپنی قوم کا دین ترک کرنے اور ان کی تکالیف کے سہنے کو نظم کیا ہے جس کے چند شعر ہم نقل کرتے ہیں۔

اشعار

اشعار

أَرَبًّا وَاحِدًا أَمْ أَلْفَ رَبٍّ ‏ ‏ ‏ أَدِيْنُ تَقَسَّمَتِ الْأُمُوْرُ

آیا ایک پروردگار کو مانوں یا ہزاروں کو ۔ جبکہ دین کے امور لوگوں میں تقسیم ہو گئے ۔

عَزَلْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى جَمِيْعًا ‏ ‏ ‏ كَذٰلِكَ يَفْعَلُ الْجَلْدُ الصَّبُوْرُ

لات اور عزیٰ وغیرہ سب بتوں کو میں نے چھوڑ دیا ہے ۔ ایسا ہی ہوشیار صابر شخص کرتا ہے ۔

فَلَا عُزّٰى أَدِيْنُ وَلَا ابْنَتَيْهَا ‏ ‏ ‏ وَلَا صَنَمَيْ بَنِيْ عَمْرٍو أَزُوْرُ

پس نہ میں عزیٰ کا دین رکھتا ہوں اور نہ اس کے دونوں بیٹوں کا اور نہ بنی عمرو کے دونوں بتوں کی زیارت کرتا ہوں ۔

وَلَا غَنْمًا أَدِيْنُ وَكَانَ رَبًّا ‏ ‏ ‏ لَنَا فِي الدَّهْرِ إِذْ حِلْمِيْ يَسِيْرُ

اور نہ غنم بت پر میرا اعتقاد ہے ۔ حالانکہ وہ اس زمانہ میں میرا رب تھا جبکہ میری عقل تھوڑی تھی ۔

وَلٰكِنْ أَعْبُدُ الرَّحْمٰنَ رَبِّيْ ‏ ‏ ‏ لِيَغْفِرَ ذَنْبِيَ الرَّبُّ الْغَفُوْرُ

ولیکن میں تو اپنے پروردگار رحمن کی پرستش کرتا ہوں تا کہ میرا پروردگار بخشندہ میرے گناہ بخش دے ۔

تَقْوَى اللّٰهِ رَبِّكُمْ احْفَظُوْهَا ‏ ‏ ‏ مَتٰى مَا تَحْفَظُوْهَا لَا تَبُوْرُوْا

پس اے لوگو تم اپنے پروردگار کی جو اللہ ہے پرہیزگاری اور خوف کو لازم پکڑو ۔ جب تک تم اس پرہیزگاری کی حفاظت کرو گے ہلاک اور برباد نہ ہو گے ۔

تَرَى الْأَبْرَارَ دَارُهُمْ جِنَانٌ ‏ ‏ ‏ وَلِلْكُفَّارِ حَامِيَةٌ سَعِيْرٌ

www.noor-ul-huda.net

تو نیک لوگوں کا گھر جنت کو دیکھیگا۔ اور کفاروں کے واسطے بھڑکتی ہوئی دوزخ کو۔

وَخِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ وَإِنْ يَمُوْتُوْا   يُلَاقُوْا مَا تَضِيْقُ بِهِ الصُّدُوْرُ

زندگانی میں بھی کافروں کے واسطے ذلت ہے اور جب مرینگے تو ایسی مصیبت میں گرفتار ہونگے جس سے دم گھٹ کر سینہ میں پھول جائیگا۔

اور یہ بھی زید بن عمرو بن نفیل ہی کا کلام ہے۔

إِلَى اللّٰهِ أُهْدِي مِدْحَتِي وَثَنَائِيَا   وَقَوْلًا رَصِيْنًا لَا يَنِي الدَّهْرَ بَاقِيَا

خدا ہی کی جناب میں میں اپنی مدح و ثنا کا تحفہ بھیجتا ہوں اور قول محکم و سنوار جو ہمیشہ زمانہ میں باقی رہنے والا ہے۔

إِلَى الْمَلِكِ الْأَعْلَى الَّذِي لَيْسَ فَوْقَهُ   إِلٰهٌ وَلَا رَبٌّ يَكُوْنُ مُدَانِيَا

اس بادشاہِ برتر کی جناب میں جس سے اوپر کوئی معبود نہیں ہے اور نہ اس کے سے رتبہ والا کوئی اور رب ہے۔

أَلَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِيَّاكَ وَالرَّدَى   فَإِنَّكَ لَا تُخْفِي مِنَ اللّٰهِ خَافِيَا

اے انسان تو اپنے تئیں برے کاموں سے بچا کیونکہ تو کسی بات کو خدا سے پوشیدہ نہیں کر سکتا ہے۔

وَإِيَّاكَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ غَيْرَهُ   فَإِنَّ سَبِيْلَ الرُّشْدِ أَصْبَحَ بَادِيَا

اور خبردار خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیجو۔ کیونکہ ہدایت کا راستہ صاف اور روشن ہو گیا ہے۔

حَنَانَيْكَ إِنَّ الْجِنَّ كَانَتْ رَجَاءَهُمْ   وَأَنْتَ إِلٰهِي رَبَّنَا وَرَجَائِيَا

بیشک جناتوں سے لوگ اپنی آرزوئیں کرتے ہیں اور تو اے اللہ میرا رب ہے اور تجھی سے میری آرزو ہے۔

رَضِيْتُ بِكَ اللّٰهُمَّ رَبًّا فَلَنْ أُرَى   أَدِيْنُ إِلٰهًا غَيْرَكَ اللّٰهُ ثَانِيَا

تیرے ساتھ اے میرے اللہ میں راضی ہوں۔ پس میں نہیں دیکھتا

ہوں تیرے سوا کوئی دوسرا معبود جس کا دین اختیار کروں ۔

وَاَنْتَ الَّذِیْ مِنْ فَضْلٍ مِّنْ رَّحْمَتِہٖ　　بَعَثْتَ اِلٰی مُوْسٰی رَسُوْلًا مُّنَادِیًا

اور تو وہ ذات پاک ہے کہ تو نے اپنے فضل کی بخشش رحمت سے موسیٰ کی طرف اپنا پیغامبر جبرائیل کو بھیجا جس نے موسٰے کی ندا کی ۔

فَقُلْتَ لَہٗ اذْھَبْ وَھَارُوْنَ فَادْعُوْا　　اِلَی اللّٰہِ فِرْعَوْنَ الَّذِیْ کَانَ طَاغِیًا

پھر تو نے موسٰے کو حکم کیا کہ تو اور ہارون دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور خدا کی طرف اسکو بلاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے ۔

وَقُوْلَا لَہٗ اَأَنْتَ سَوَّیْتَ ھٰذِہٖ　　بِلَا وَتَدٍ حَتّٰی اطْمَأَنَّتْ کَمَا ھِیَا

اور تم اس سے کہو کہ کیا تو نے اس زمین کو بغیر کسی میخ کے ایسا صاف بچھا دیا ہے کہ یہ اس طرح ثابت ہے ہلتی تک نہیں ۔

وَقُوْلَا لَہٗ اَأَنْتَ رَفَعْتَ ھٰذِہٖ　　بِلَا عَمَدٍ اَرْفِقْ اِذًا بِکَ بَانِیًا

اور اس سے کہو کہ کیا تو نے ان آسمانوں کو اس طرح بغیر ستون کے بلند کر دیا ہے تو تو بڑا بنانے والا ہے اگر تو نے ایسی ایسی چیزیں بنائی ہیں

وَقُوْلَا لَہٗ اَأَنْتَ سَوَّیْتَ وَسْطَھَا　　مُنِیْرًا اِذَا مَا جَنَّہُ اللَّیْلُ ھَادِیًا

اور کہو کہ کیا تو نے ہی آسمان کے بیچ میں چاند بنایا ہے جب اندھیری رات ہوتی ہے تو وہ لوگوں کو رستہ دکھاتا ہے ۔

وَقُوْلَا لَہٗ مَنْ یُّرْسِلُ الشَّمْسَ غُدْوَۃً　　فَیُصْبِحُ مَا مَسَّتْ مِنَ الْاَرْضِ ضَاحِیًا

اور اس سے کہو کہ کون ہے جو صبح کے وقت سورج کو بھیجتا ہے کہ زمین پر جہاں تک اُسکی روشنی پہنچتی ہے روشن ہو جاتی ہے ۔

وَقُوْلَا لَہٗ مَنْ یُّنْبِتُ الْحَبَّ فِی الثَّرٰی　　فَیُصْبِحُ مِنْہُ الْبَقْلُ یَھْتَزُّ رَابِیًا

اور اس سے کہو کہ کون ہے جو دانہ کو زمین میں اُگاتا ہے کہ پھر اس سے ساگ وغیرہ سر ابھرا لہلہانے لگتا ہے ۔

وَیُخْرِجُ مِنْہُ حَبَّہٗ فِیْ رُءُوْسِہٖ　　وَفِیْ ذَاکَ اٰیَاتٌ لِّمَنْ کَانَ وَاعِیًا

www.noor-ul-huda.net

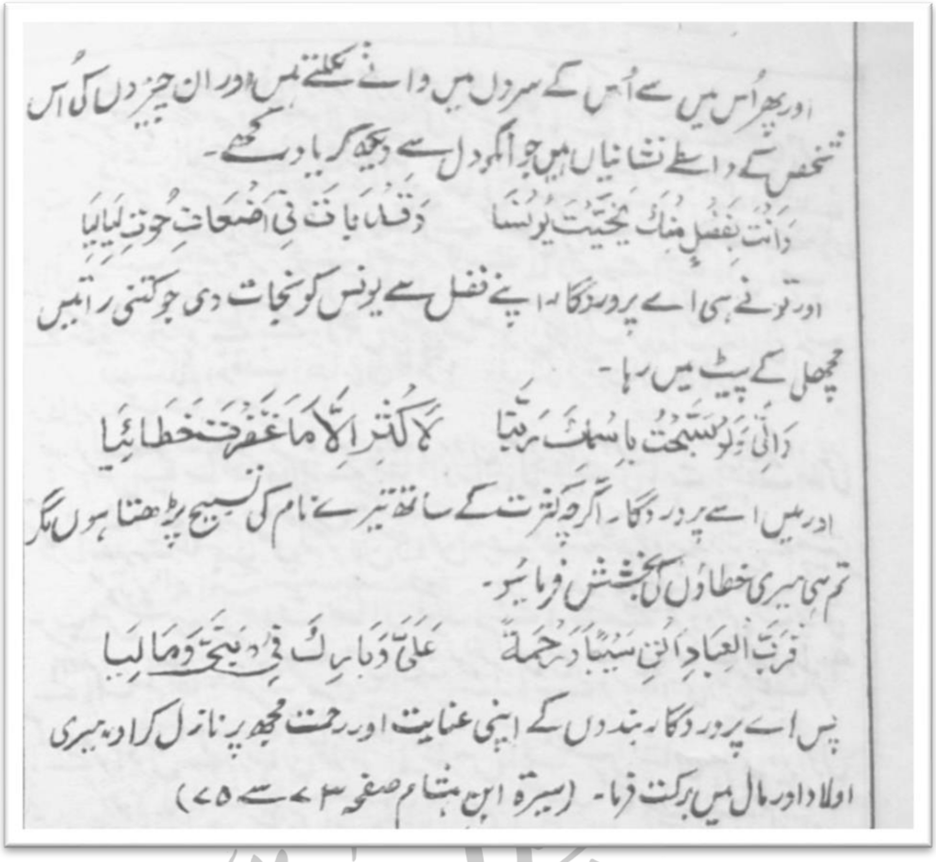
اور پھر اُس میں سے اُس کے سروں میں دانے نکلتے ہیں اور ان چیزوں کی اس

شخص کے واسطے نشانیاں ہیں جو انکو دل سے دیکھ کر یاد رکھے۔

وَانتَ بِفَضلٍ مِنکَ نَجَّیتَ یُونُسًا وَقَدبَاتَ فِی اَضعَافِ حُوتٍ لَیَالِیَا

اور تو نے ہی اے پروردگار اپنے فضل سے یونس کو نجات دی جو کتنی راتیں

مچھلی کے پیٹ میں رہا۔

وَاِنّی وَلَو سَبَّحتُ بِاِسمِکَ رَبَّنَا لَاُکثِرُ اِلّا مَا غَفَرتَ خَطَایِیَا

اور میں اے پروردگار اگرچہ کثرت کے ساتھ تیرے نام کی تسبیح پڑھتا ہوں مگر

تم ہی میری خطاؤں کی بخشش فرمائیو۔

فَرَبَّ العِبَادِ اَلقِ سَیبًا وَرَحمَۃً عَلَیَّ وَبَارِک فِی بَنِیَّ وَمَالِیَا

پس اے پروردگار بندوں کے اپنی عنایت اور رحمت مجھ پر نازل کر اور میری

اولاد اور مال میں برکت فرما۔ (سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۳۷ سے ۷۵)

بیان مافوق میں اس بات کی بخوبی تشریح ہو چکی ہے کہ عرب میں عیسائیت نے عربوں کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ ملکی ریاست جو حنفاء ہی عرب کی واحد خود مختار ریاست بھی جس میں وسطِ عرب کی آبادی شامل تھی حضرت محمد کی دینی خدمت شروع کرنے سے پیشتر ہی مسیحیت کے غالب اثر کے آگے ایک حد تک سر جھکا چکی تھی وہ مسیحی راہبوں اور خطیبوں اور شاعروں اور محققوں (تحقیق کرنے والوں) کے آگے سرادب خم (ادب سے سر جھکانا) کر چکی تھی۔ خود حضرت محمد کے اپنے عزیز مسیحیت کا اثر قبول کر چکے تھے۔ پس حضرت محمد کی دینی خدمات شروع کرنے سے پیشتر عرب میں مسیحیت ایک زبردست اور غالب ملت (قوم) تھی۔ مسیحیت نے عرب کی چوٹی تک شرفاء میں مقبولیت پانا شروع کر لیا تھا۔

۷۔ مکہ شریف کے حنفاء میں مذہبی ریوائول یا تروتازگی

بیان ماقبل میں ہم نے ملتِ حنیف اور صابیت کا اور صابیوں اور حنفاء کا کافی بیان کر دیا ہے۔ جس سے حنفاء اور صابیوں کی بابت اس قدر حقیقت ظاہر ہو چکی ہے کہ وہ اصولاً ایک ہی مذہب کو ماننے والے تھے۔ جس میں بُت پرستی کا عنصر عظیم پایا جاتا تھا لیکن صابی حضرت محمد کے زمانہ کے قریب اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر مسیحیت اختیار کرنے کی وجہ سے اپنے آبائی مذہب کے منکر (انکاری) مشہور ہو چکے تھے۔ اس پر بھی صابیوں کا ایک گروہ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہ گیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی ہم نے حنفاء اور انکی حنفیت کی بابت یہ حقیقت اسلامی تحریرات سے ظاہر کی تھی کہ گو اُن کا دین حنفیت حضرت محمد کی پیدائش سے پیشتر عرب میں مشہور و معروف تھا اور لوگ اُسے مانتے تھے مگر وہ بھی بُت پرستی سے پاک نہ تھا۔ حضرت محمد کی پیدائش کے زمانہ کے قریب

www.noor-ul-huda.net

اسی دینِ حنیف کو ماننے والوں کے درمیان خاص مکہ شہر میں ایک عظیم الشان مذہبی ریوائول شروع ہوا تھا۔ جس کا ذکر ابن ہشام نے کیا ہے۔اس مذہبی تروتازگی اور جستجو اور تلاش کی اہمیت پینٹیکوست کے واقع کے اگر برابر نہیں تو اس کے دوسرے درجہ پر ضرور تسلیم کی جاسکتی ہے۔جو مذہبی تحریک زمانہ کور میں شروع ہوئی تھی وہ پھر کبھی نہیں رکی اور عجب معاملہ یہ ہے کہ اس تحریک کے محرک قبیلہ قریش کے حنفاہی تھے۔ابن ہشام نے اس تحریک مذہبی کا بیانِ حسب ذیل کیا ہے۔

حضرت کے اقوال واعمال قلمبند کرنے والوں میں سب سے پہلا مورخ زہری گزرا ہے جس نے ۱۲۴ء میں وفات پائی تھی۔اس نے جو کچھ لکھا تھا آنحضرت کے اصحاب کی متواتر روایات سے حاصل کیا تھا بالخصوص عروہ کی سند سے جو حضرت عائشہ کے عزیزوں میں تھا۔اس میں تو شک نہیں کہ اس قدر مدت گذر جانے کی وجہ سے ان روایات میں بہت کچھ مبالغہ اور اشتباہ (مشابہ ہونا) مل گیا تھا تو بھی اگر زہری کی کتاب اس وقت موجود ہوتی تو غالباً اس سے ان لوگوں کا بڑا کام نکلتا جو اسلام کی ابتدا کے متعلق حقیقت کھوج و تلاش میں ہیں۔کیونکہ وہ کتاب سب سے قدیم اور اس لئے سب سے معتبر سمجھی جاتی۔زہری کی کتاب تو بالکل ناپید (ختم) ہوگئی لیکن اس کا ایک شاگرد ابن اسحاق تھا جس نے ۱۷۱ ہجری میں وفات پائی۔اُس نے اسی مضمون پر ایک اور کتاب لکھی تھی جو کتاب بھی بعد ازاں گم ہوگئی۔مگر اس کے اکثر اجزا ابن ہشام کی کتاب سیرت الرسول میں محفوظ رہ گئے ہیں۔اس ابن اہشام نے ۲۱۲ ھجری میں وفات پائی۔اس وقت ہم اسی کتاب سے حنفاء کا کچھ تھوڑا سا حال یہاں نقل کرتے ہیں۔

www.noor-ul-huda.net

قال ابن اسحق واجتمعت قريش يوما في عيد لهم عند صنم من
اصنامهم كانوا يعظمونه وينحرون له ويعكفون عنده ويديرون به و
كان ذلك عيدا لهم في كل سنة يوما فخلص منهم اربعة نفر نجيا ثم
قال بعضهم لبعض تصادقوا وليكتم بعضكم على بعض قالوا اجل وهم ورقة
بن نوفل بن اسد بن عبد العزى بن قصي بن كلاب بن مرة بن كعب
بن لوي وعبيد الله بن جحش بن رئاب بن يعمر بن صبرة بن مرة
بن كبير بن غنم بن دودان بن اسد بن خزيمة وكانت امه اميمة بنت عبد المطلب
وعثمان بن الحويرث بن اسد بن عبد العزى بن قصي وزيد بن عمرو
بن نفيل بن عبد العزى بن عبد الله بن قرط بن رياح بن رزاح
بن عدي بن كعب بن لوي فقال بعضهم لبعض تعلموا والله ما قومكم على شيء
لقد اخطؤا دين ابيهم ابراهيم ما حجر نطيف به لا يسمع ولا يبصر ولا
يضر ولا ينفع يا قوم التمسوا لانفسكم فانكم والله ما انتم على شيء فتفرقوا
في البلدان يلتمسون الحنيفية دين ابراهيم فاما ورقة بن نوفل فاستحكم
في النصرانية واتبع الكتب من اهلها حتى علم علما من اهل الكتاب و
اما عبيد الله بن جحش فاقام على ما هو عليه من الالتباس حتى اسلم
ثم هاجر مع المسلمين الى الحبشة ومعه امرأته ام حبيبة بنت ابي

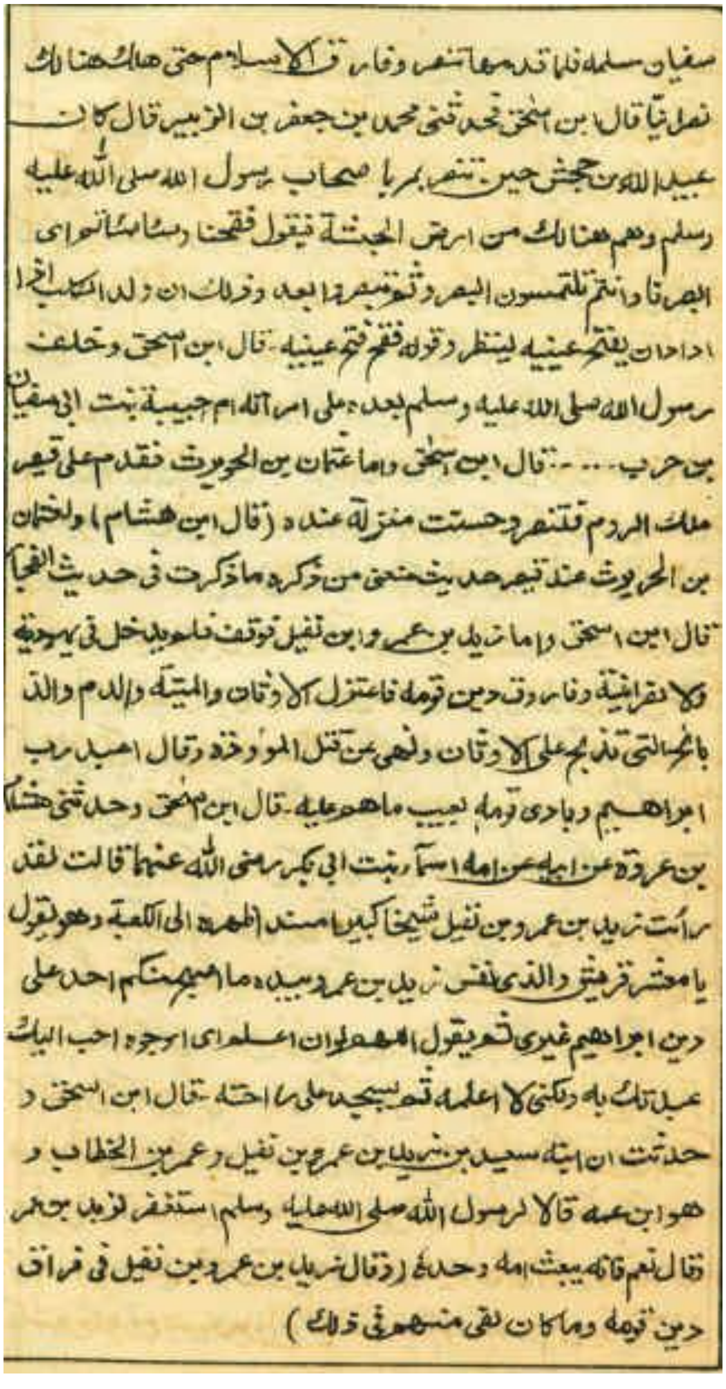
سفیان مسلمة فلما قدمها تنصر وفارق الاسلام حتی هلک هنالک
نصرانیا قال ابن اسحق فحدثنی محمد بن جعفر بن الزبیر قال کان
عبید الله بن جحش حین تنصر یمر با صحاب رسول الله صلی الله علیه
وسلم وهم هنالک من ارض الحبشة فیقول فقحنا وصاصاتم ای
ابصرنا وانتم تلتمسون البصر ولم تبصروا بعد وذلک ان ولد الکلب اذا
اراد ان یفتح عینیه لینظر صأصأ لینظر وقوله فقح فتح عینیه. قال ابن اسحق وخلف
رسول الله صلی الله علیه وسلم بعده علی امرأته ام حبیبة بنت ابی سفیان
بن حرب ..... قال ابن اسحق واما عثمان بن الحویرث فقدم علی قیصر
ملک الروم فتنصر وحسنت منزلته عنده (قال ابن هشام) ولعثمان
بن الحویرث عند قیصر حدیث منعنی من ذکره ما ذکرت فی حدیث الفجار
قال ابن اسحق واما زید بن عمرو بن نفیل فوقف فلم یدخل فی یهودیة
ولا نصرانیة وفارق دین قومه فاعتزل الاوثان والمیتة والدم والذبائح
التی تذبح علی الاوثان ونهی عن قتل الموؤدة وقال اعبد رب
ابراهیم وبادی قومه بعیب ما هم علیه. قال ابن اسحق وحدثنی هشام
بن عروة عن ابیه عن امه اسماء بنت ابی بکر رضی الله عنهما قالت لقد
رأیت زید بن عمرو بن نفیل شیخا کبیرا مسند ظهره الی الکعبة وهو یقول
یا معشر قریش والذی نفس زید بن عمرو بیده ما اصبح منکم احد علی
دین ابراهیم غیری ثم یقول اللهم لو انی اعلم ای الوجوه احب الیک
عبدتک به ولکنی لا اعلمه ثم یسجد علی راحته. قال ابن اسحق و
حدثت ان ابنه سعید بن زید بن عمرو بن نفیل وعمر بن الخطاب و
هو ابن عمه قالا لرسول الله صلی الله علیه وسلم استغفر لزید بن عمرو
قال نعم فانه یبعث امة وحده (وقال زید بن عمرو بن نفیل فی فراق
دین قومه وما کان لقی منهم فی ذلک)

(سیرت الرسول جلد ۷۶، ۷۷)۔ ترجمہ: ابن اسحاق نے کہا کہ ایک روز اپنی عید کے دن قریش اپنے ایک بت کے پاس جمع ہوئے سو وہ لوگ اُس کی پوجا کرتے تھے اس پر اونٹ قربان کرتے اور اس کے پاس اعتکاف میں بیٹھتے۔ اور گرد اُس کے پرکما (چکر لگانا) کرتے تھے اور یہ عید اُن کی ہر سال ایک دن ہوتی تھی۔ ان میں چار شخص تھے جنہوں نے خفیہ مشورت کرلی اور ان لوگوں سے جدا ہوگئے۔ تب آپس میں اُنہوں نے ایک دوسرے سے کہا آؤ ہم لوگ عہد باندھ لیں کہ ایک دوسرے کا راز فاش نہ ہونے دیں ان لوگوں نے کہا بہت خوب۔ ان لوگوں کے نام یہ ہیں۔

ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرتہ بن کعب بن لوی اور عبید اللہ بن حجش بن رکاب بن یعر بن عبرتہ بن مرتہ بن کبری بن غنم بن ودوان بن اسد بن خریمہ (اس کی ماں امیمہ عبد المطلب کی بیٹی تھی اور عثمان بن الجویرث بن اسد بن عبد العزی بن قصے اور زید ابن عمرو ابن نفیل بن عبد االعزی بن عبد اللہ بن قرط بن ریاح بن رازح بن عدی بن کعب بنی لوی ان لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا۔ تم کو معلوم ہے کہ خدا کی قسم تمہاری قوم کچھ دین پر نہیں۔ یقیناً وہ لوگ اپنے باپ ابراہیم کے دین سے برگشتہ (پھرنا) ہوگئے۔ پتھر کیا ہے کہ ہم اس کی پر کما کریں۔ نہ وہ سنے نہ دیکھنے نہ ضرر پہنچانے نہ نفع۔ اے قوم اپنے والوں میں غور کرو کہ بخدا تم کچھ راہ پر نہیں ہو۔ یوں وہ لوگ الگ الگ ہوگئے۔ اور مختلف ملکوں میں چلے گئے کہ حنفیت یعنی دین ابراہیم کی کھوج کریں۔ ورقہ بن نوفل تو دین عیسائی میں پکا ہو گیا اور ان لوگوں کی کتابوں کی کھوج میں لگا یہاں تک کہ اس نے اہلِ کتاب کا علم سیکھ لیا۔ عبید اللہ بن حجش جو تھا وہ جس شبہ میں تھا اُسی میں قائم رہا۔ حتی کہ مسلمان ہو گیا پھر اُس نے مسلمان کے ساتھ حبشہ میں ہجرت کی اور اُسی کے ساتھ اس کی جورو ام حبیبہ ابی سفیان کی بیٹی بھی گئی تھی جو مسلمان تھی لیکن جب وہ اس ملک میں گیا تو وہاں عیسائی ہو گیا اور اسلام کو ترک کر دیا اور دین مسیحی پر وفات پائی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ محمد بن جعفر ابن الزبیر نے مجھ کو خبر دے کر کہا جب عبید اللہ بن حجش عیسائی ہو گیا تو وہ اصحاب رسول اللہ صلعم کے پاس جو اس وقت سرزمین حبشہ میں تھے آتا اور اُن سے کہا کرتا کہ ہماری آنکھیں تو کھل گئیں اور تم اب تک چوندھیاتے ہو۔ یعنی ہم تو آنکھوں دیکھنے لگے اور تم ابھی بینائی کی تلاش ہی میں ہو۔ اس کے معنی لفظی یہ ہیں کہ جب کتےُ کا پلہ اپنی آنکھ کھولنا چاہتا ہے کہ دیکھے تو پہلے صاء صاء کرتا ہے یعنی چوندھیاتا ہے اور یہی لفظ فتح کے معنی ہیں کہ آنکھیں کھولیں ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اس شخص کے بعد رسول اللہ نے اس کی جورو ام حبیبہ دختر ابی سفیان بن حرب کو لے لیا۔۔۔۔ ابن اسحاق نے کہا رہا عثمان بن الحویرث تو وہ قیصر رسوم کے پاس گیا اور عیسائی ہوگیا۔ وہاں کے بادشاہ کی درسگاہ میں اس کو بہت عزت حاصل ہوئی اور ابن ہشام نے کہا کہ اس عثمان بن الحویرث کے قیصر کے پاس ٹھہرنے کے متعلق ایک روایت ہے جس کا ذکر یہاں ترک کرتا ہوں۔ کیونکہ اس کا بیان حدیث فجار میں ہو چکا۔ ابن اسحاق کہتا ہے کہ ولیکن زید ابن عمرو ابن نفیل جو تھا وہ ٹھہرا رہا۔ نہ دین یہودی اُس نے اختیار کیا نہ دین نصرانی۔ اس نے صرف اپنی قوم کے دین کو ترک کر دیا اور بُتوں اور مردار اور خون اور قربانی سے جو بتوں پر چڑھائی جاتی پرہیز کرتا تھا اور دختر کشی (بیٹی کا قتل) سے منع کرتا اور کہتا تھا کہ میں ابراہیم کے خدا کی بندگی کرتا ہوں اور جن برائیوں کی اس کی قوم مرتکب ہوتی تھی وہ اُن کو رد کرتا تھا۔ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ کو خبر دی ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے جس نے سنا تھا اپنی ماں اسماء بنت ابی بکر سے وہ کہتی تھی کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا جب وہ بہت بڈھا ہو گیا کہ کعبہ سے پیٹھ ٹیکے ہوئے کہہ رہا تھا اے قوم قریش قسم ہے اُس کی جس کے ہاتھ زید بن عمر کی جان ہے کہ بجز میرے تم میں کوئی بھی نہیں جو دینِ ابراہیم پر ثابت ہو اور پھر کہتا تھا بارِ خدایا اگر مجھ کو معلوم ہو کہ کونسا طریق تیری بارگاہ میں زیادہ پسندیدہ ہے تو میں اسی طریق سے تیری بندگی کرتا لیکن میں نہیں جانتا۔ پھر وہ دونوں ہتھیلیاں زمین پر ٹیک کر سجدہ میں جاتا۔ ابن اسحاق نے کہا مجھ کو خبر ملی ہے کہ اس کے بیٹے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل نے اور عمر بن الخطاب نے جو اس کا عمزادہ تھا دونوں نے رسول اللہ سے کہا کہ زید بن عمرو کے لئے مغفرت مانگئے۔ آپ نے کہا بہت خوب وہ یقیناً مثل ایک امت کے تنہا قیامت میں اٹھیگا اور زید بن عمرو بن نفیل نے اپنی قوم کا دین ترک کرنے پر اور جو کچھ اس وجہ سے اُن کے درمیان اس پر بیتا اشعیار ذیل کہے ہیں۔

www.noor-ul-huda.net

ابن ہشام خبر دیتاہے کہ خطاب نے جو زید کا چچا تھازید کو مکہ سے نکال باہر کیا تو مجبور ہو کر وہ کوہِ حرامیں جارہاجواس کے شہر کے سامنے واقع ہے۔خطاب زید کو مکہ کے اندر گھسنے نہیں دیتا تھا۔(سیرت الرسول جلد اول صفحہ ۷۹)اوراسی کتاب سے یہ خبر ملتی ہے کہ حضرت محمد بھی گرمیوں کے موسم ہر سال تخنث (تزکیہ نفس) کرنے کی خاطر اسی کوہِ حرا کے ایک غار میں اہلِ عرب کی رسم کے موافق جاکر رہاکرتے تھے جس سے گمان غالب ہوتاہے کہ آپ جواپنی قوم کے دین سے بیزار تھے وہاں جاکر زیدابن عمرو سے جو علاوہ خداپرست اور مصلح قوم ہونے کے آپ کے قریبی رشتہ داروں میں بھی تھے ملاقات کیا کرتے تھے[3]۔اس خیال کی تائید کے ایک قول سے بھی ہوتی ہے۔وہ یہ کہ جس وقت آپ پر وحی آئی آپ اسی غار میں تھے۔ثمہ جاء جبرئیل بما جائہ من کر امتہ اللہوھو بحراء فی شھر رمضان۔۔۔۔کان رسول اللہ صلعمہ یجادرنی حراء من کل سنتہ شھر اوکان ذالک بما تحنث بدقریش فی الجاھلیہ والتحنث التبرو۔۔۔۔۔ قال بن ہشام تقول العربالحتنث والتحیف یریدون الحنیفہ نیبہ لون الفاء آمن الثاء (صفحہ ۸۰، ۸۱)۔ترجمہ پھر جبرائیل اُن کے پاس آئے اور جو کچھ خدا کی کرامت سے تھالائے اور آپ اس وقت حراء میں تھے۔ماہ رمضان کے دنوں میں۔۔۔اور رسول اللہ ہر سال ایک ماہ حرامیں گوشہ نشینی کرتے تھے۔وجہ اس کی یہ تھی کہ ایام جاہلیت میں قریش اسی طرح تخنث کرتے تھے۔تخنث کے معنی میں تزکیہ نفس۔ابن ہشام کہتاہے کہ اہل عرب تخنث اور تحنف دونوں کہتے تھے اور مراد اس سے خفیت لیتے تھے۔پس یوں اُنہوں نے ف کو ث سے بدل دیا۔(ازینابیع الاسلام)۔

۸۔ابنِ ہشام نے قریش کے چاروں محققفین کی تحقیقات کے نتائج میں سے تین کی تحقیقات کے نتائج بیان کردیئے کہ وہ عیسائیت کو ملت ابراہیم جان کر قبول کر بیٹھے تھے مگر حضرت زید بن عمرو بن نفیل کی بابت ناتمام بیان چھوڑ دیا گیا اور آپ کی بابت صرف اس قدر لکھدیا کہ اُس نے نہ یہودیت کو مانانہ عیسائیت کو اپنے آبائی دین کو بھی ترک کر بیٹھا۔اس پر کہا کرتا تھا کہ صرف میں ہی دین ابراہیم پر ہوں مگر ہمیں زید بن عمرو بن نفیل کی بابت زیادہ دریافت کرناہے کہ وہ کیوں عیسائی نہ ہوا تھا؟مسلم روایات میں آپ کی بابت مزید بیان ذیل آیا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ مجھ سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا۔کہا ہم سے فضیل بن سلیمان نے کہا۔ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے کہا۔ہم سے سالم بن عبداللہ بن عمر نے اُنہوں نے اپنے والد عبداللہ بن عمر سے کہ آنحضرت زید بن عمرو بن فضیل سے بلدح میں ملے۔ابھی آپ پر وحی اترنا شروع نہ ہوا تھا۔آپ کے سامنے کھانے کا دستر خوان چنا گیا۔زید نے وہ کھانا کھانے سے انکار کیا پھر کہنے لگا میں ان جانوروں کا گوشت نہیں کھانے کا۔جن کو تم تھانوں پر کاٹتے ہو۔میں اس جانور کا گوشت کھاؤنگا جو اللہ کے نام پر کاٹا جائے اور زید قریش کے لوگوں پر ان جانوروں کو کاٹنے کا عیب دھرتا تھا۔کہتا تھا بکری کو تو اللہ نے پیدا کیا۔آسمان سے پانی بھی اُسی نے برسایا(جس کو بکری پیتی ہے) چارہ بھی زمین سے اُسی نے اُگایا۔(جس کو بکری کھاتی ہے) پھر تم لوگ اُس کو اوروں کے نام پر کاٹتے ہو وحدان مشرکوں کے کام پر انکار کرتا تھا اور اس کو بڑا گناہ خیال کرتا تھا۔موسی بن عقبہ نے کہا مجھ سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا۔میں سمجھتا ہوں انہوں نے عبداللہ بن عمر سے نقل کیا کہ زید بن عمرو نفیل دین حق کی تلاش میں مکہ سے شام کے ملک کو گئے۔وہاں یہود کے

---

[3] کتاب الاغانی الامام ابی الفرح الاصبہانی کے جزثالث صفحہ ۱۵ میں یہ روایت ہے زبیر نے کہا روایت کی مصعب بن عبداللہ نے اُس ضحاک بن عثمان سے اُس نے عبدالرحمن بن ابی ناد سے اس نے موسیٰ بن عقبہ سے اس نے سالم بن عبداللہ سے کہ اس نے عبداللہ بن عمر کو سنا روایت کرتے ہوئے رسول اللہ سے کہ آپ زید بن عمرو بن نفیل سے وادی بلدح کے نچان میں ملے تھے اور یہ پیشتر اس سے ہوا کہ آپ پر وحی نازل ہو۔پس رسول اللہ نے اُس کے آگے خوان پیش کیا۔اُس میں گوشت تھا۔پس زید نے کھانے سے انکار کیا اور کہا کہ میں کوئی شے نہیں کھاتا بجز اس حال کے کہ اس کے اوپر خدا کا نام لیا گیا ہو(مقابلہ کرو اعمال ۱۵ سے ۲۰ تک)

www.noor-ul-huda.net

ایک عالم سے ملے اس سے کہنے لگے مجھے اپنا دین بتلا شاید میں تیرا دین اختیار کرلوں فقال لاتکون علی دینا حتی تاخذ بنصیبک من غضب اللہ اس نے کہا اگر تو ہمارا دین اختیار کرے گا تو اللہ کے غضب میں سے اپنا حصہ لیگا۔ یعنی خدا کے غضب میں گرفتار ہوگا) زید نے کہا واہ میں تو خدا کے غضب سے بھاگ کر آیا ہوں (اس سے بچنا چاہتا ہوں) پھر خدا کے غضب کو تو میں اپنے اوپر کبھی نہ لونگا اور نہ مجھ کو اُس کے اٹھانے کی طاقت ہے۔ اچھا اور کوئی دین تو مجھ کو بتلا سکتا ہے۔ اُس نے کہا میں نہیں جانتا (کوئی دین سچا ہو) ہو تو حنیف دین ہو۔ قال ما الحلمہ الا ان یکون حنیفا) قال زید وما الحنیف قال دین ابراہیم لو یکن یھودیا ولا نصرانیا ذلا یعبد الا اللہ۔ زید نے کہا حنیف دین کیا ہے۔ اس نے کہا حضرت ابراہیم کا دین جو نہ یہودی تھے۔ نہ نصرانی اکیلے اللہ کی پرستش کرتے تھے۔ خیر زید وہاں سے چلے گئے۔ ایک نصرانی پادری سے ملے۔ اس سے بھی یہی گفتگو کی فقال لن تکون علی دیننا حتی تاخذ نصیبک من تعنہ اللہ۔ اس نے کہا تو ہمارے دین میں آئے گا تو اللہ کی لعنت میں سے ایک حصہ لیگا۔ زید نے کہا (راہ) میں تو خدا کی لعنت سے بھاگنا چاہتا ہوں۔ مجھ سے نہ خدا کی لعنت اٹھ سکیگی نہ اُس کا غضب کبھی اٹھ سکیگا۔ بھلا مجھ میں اتنی طاقت کہاں سے آئی۔ اچھا تو اور کوئی (سچا) دین مجھ کو بتلا سکتا ہے؟ قال ما اعلمہ یھودیا والا نصرانیاً ولا یعبد الا اللہ۔ پادری نے کہا میں نہیں جانتا اگر ہو تو دین حنیف سچا دین ہو زید نے کہا وہ کیا؟ کہنے لگا ابراہیم کا دین نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی اکیلے اللہ کو پوجتے تھے۔ جب زید نے یہودیوں اور نصرانیوں کا یہ قول حضرت ابراہیم کے باب میں سنا اور وہاں سے نکلے تو اپنے دونوں ہاتھ (آسمان کی طرف) اٹھائے۔ کہنے لگے یا اللہ میں گواہی دیتا ہوں میں ابراہیم کے دین پر ہوں۔

اور لیث بن سعد نے کہا مجھ کو ہشام نے اپنے باپ کی یہ روایت اسماء بنت ابی بکر سے لکھ بھیجی وہ کہتی تھیں۔ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا کھڑے ہوئے کعبہ سے اپنی پیٹھ لگائے ہوئے کہہ رہے تھے۔ قریش کے لوگو خدا کی قسم تم میں سے ابراہیم کے دین پر میرے سوا اور کوئی نہیں ہے اور زید بیٹیوں کو جیتا نہیں گاڑتے تھے وہ اس شخص سے جو اپنی بیٹی کو مارنا چاہتا ہوں یوں کہتے تو اُس کو مت مار (مجھ کو دے ڈال) میں پال لونگا۔ پھر اُس کو لیکر پالتے۔ جب وہ بڑی ہو جاتی تو اُس کے باپ سے یوں کہتے اگر تو چاہے تو اپنی بیٹی لے لے میں دیدونگا۔ اگر تیری مرضی ہو تو میں اُس کے سب کام پورے کردونگا"۔ صحیح بخاری مطبوعہ احمدی لاہور۔ ۱۵ پارہ صفحہ ۲۱۔ ۲۳۔

قبیلہ قریش کے چار سرداروں کی حنفیت

اگر صابیت اور حنفیت کو واحد مذہب تسلیم کر لیا جائے اور ملت حنیف اور صابیت میں بُت پرستی کا ایک عظیم عنصر مان لیا جائے جیسا کہ روایات وبیانات مافوق سے روشن ہو چکا ہے اور اس بات کا بھی اعتراف کر لیا جائے کہ قریش حنفیت کو ملتِ ابراہیم جان کر ہی مانا کرتے تھے تو پھر حضرت زید بن عمرو نفیل کی "ملت ابراہیمی' یا حنفیت ایک وسیافت طلب امر رہ جاتی ہے۔ گو عام طور سے ملتِ حنفیت میں بت پرستی و شرک پرستی پائی جاتی تھی۔ گو اس بات پرستی کے ساتھ دیگر مکروہات کا بھی تعلق ہے۔ جس کے سبب سے اس کے ماننے والے عربی یہودیت و مسیحیت ماننے والوں سے جدا رہنا پسند کرتے تھے۔ مگر اس پر بھی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت زید بن عمرو بن نفیل کی حنفیت اُس کی دیگر اقسام سے نہایت افضل واعلیٰ تھی۔ اس میں آبائی

حنفیت کانام کے سواکچھ پایاہی نہیں جاتا تھا۔آپ کی حنفیت کی بابت مورخوں نے صاف لکھاہے کہ حضرت زید بن عمروبن نفیل کچھ عرصہ تک نہ یہودی ہوئے نہ مسیحی ہوئے تھے۔ تو بھی آپ آبائی حنفیت کو بالکل ترک کرکے صرف واحد خداکااعتبار رکھتے ہوئے اُسی کی عبادت میں مصروف رہتے تھے اور اپنی قوم کے روبروصفائی سے اعلان کرتے رہتے تھے کہ تم میں میرے سواکوئی ملت ابراہیم پر یاملت حنیف پر یاملت ابراہیم حنیف پر نہیں ہے اور یہی حضرت ورقہ بن نوفل اور دیگر محققین قریش کی تحقیق کانتیجہ تھاکہ ملت ابراہیم تومسیحیت ہے۔اس سے یہ بات روزروشن کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ گو حضرت محمد کی زندگی کی ابتدامیں ملت حنیف یاملت ابراہیم حنیف میں بہت پرستی یاشرک پرستی کا عنصر عظیم پایاجاتاتھامگر قریش کے چار سرداروں کی تحقیق وتلقین سے اصلی ملت ابراہیم یاملت حنیف ان معانی کی رونماہوچکی تھی جس میں بُت پرستی وشرک پرستی کامطلق دخل نہ تھاجواعلیٰ درجہ کے محققین کی تحقیق میں مسیحیت کی ہمعنا ملت قرار پاچکی تھی۔ جیساکہ بیان مافوق سے عیاں ہوچکاہے۔

مزید براں یہ بات بھی فراموش نہیں کی جاسکتی کہ قریش کے اعلیٰ طبق میں ملتِ حنیف اور ملتِ مسیحیت میں جو تطبیق دی جاچکی تھی وہ قریش کے عوام اور عرب کے جہلاء کے خیالات وعقائد سے نہایت بلند تھی۔ عوام کی آبائی ملت حنیف کے ہی دلدادہ تھے وہ ملت حنیف میں اصلاح پسند نہ کرتے تھے اور یہی اصلاح کاوہ کام تھاجس کی تکمیل عرب کے فرزند اعظم نے دنیامیں رونماہوکر کرنا تھی۔آپ کی اصلاح کابیان انشاءاللہ کتاب کے دوسرے حصہ میں آئے گا۔

بیان مافوق میں دین حنیف کی تلقین ایک یہودی اور ایک مسیحی عالم کی زبانی حضرت زید بن عمروبن نفیل کو کرائی گئی ہے۔جوخود بچپن سے ہی دین حنیف کو مانتے آتے تھے جو دین حنیف سے ہی بیزار ہوکراُس کی اصلیت دریافت کرنے کو عرب سے شام پہنچے تھے۔یہودی اور مسیحی عالموں کا حضرت زید کویہودی یا مسیحی ہونے سے روکنے کی تلقین کرناایک ایسامعاملہ ہے جوکسی ناظر کی سمجھ میں نہیں آسکتااس کافیصلہ خود ناظرین کرام کرسکتے ہیں۔بیان مافوق میں دوسری بات قابل غور دین حنیف کی تعریف کی ہے۔اگرایک یہودی اور مسیحی عالم نے دین حنیف کی وہ تعریف کی ہو جوروایت مافوق میں مذکور ہے تواس سے بھی یہی نتیجہ اخذ کیاجاسکتاہے کہ معانی مذکور کادین حنیف زید بن عمروبن نفیل نے یہودیوں اور مسیحیوں سے سیکھاتھااور آپ نے اپنے وطن میں آکرکچھ عرصہ تک اسی اعتقاد پراعتماد کیاتھا۔لیکن ابن ہشام اور دیگر مسلم علماء کے بیان سے ایسامعلوم ہوتاہے کہ معانی مذکورہ بالاکا دین حنیف عام طور سے قریش کے لوگوں کو معلوم نہ تھاجیساکہ فصول ماقبل سے عیاں ہوچکاہے۔غرضیکہ صحیح بخاری کی روایت کامطلب اگرکچھ ہوسکتاہے تویہی ہوسکتاہے کہ حضرت زید بن عمرنے دین حنیف خاص کی تعلیم یہود ونصاریٰ سے پائی تھی مگرآپ کایہودی یا مسیحی ہونے سے باز رہنا معقول وجہ پر مبنی نہیں ہے۔اس میں یہودی اور مسیحی علماء کے عذرات (بہانے) غیر معقول ہے۔

اس کے سوامسلم روایات سے اس بات کی بھی دلالت ہوتی ہے کہ حضرت زید بن عمروبن نفیل کو مسیحیت سے کمال اُنس (محبت) تھا۔آپ اپنی مکی زندگی میں کھانے پینے کی چیزوں کی بابت کتاب اعمال ۱۵: ۲۰ پر عامل (عمل کرنا) تھے۔

www.noor-ul-huda.net

اس کے سوا ابن ہشام کے بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت زید بن عمرو بن نفیل معانی مذکورہ بالا کے دین حنیف کو مانتے ہوئے اپنی قوم کی نظر میں نامقبول تھے۔ آپ مکہ میں اپنے گھر میں ہی نہ رہ سکتے تھے۔ آپ کے بزرگ آپ سے بیزار تھے۔ آپ غارِ حرا میں ایام گزاری کیا کرتے تھے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت زید کا دین حنیف اور حضرت زید کے آباؤاجداد کا اور عام قریش کا دین نہ صرف ایک نہ تھا بلکہ نہایت مختلف تھا۔

مزید براں مولانا مولوی نجم الدین صاحب سیوہاری اپنی کتاب "رسوم جاہلیت" مطبوعہ خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور کے صفحہ ۲ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت زید بن عمرو بن نفیل بھی آخر کار مسیحی ہو گئے تھے۔

غرضیکہ اگر اسلامی روایات منقولہ بالا کا اعتبار کیا جا سکے تو حنفاء کے مکی ریوالول کو تاریخ اسلام میں عظیم الشان اہمیت دی جا سکتی ہے۔ قریش کے چار سرداروں کا جو اپنے علم وفضل میں گویا یگانہ روزگار تھے۔ اپنے آبائی دینِ حنیف کی تحقیق وتدقیق (سوچ بچار) پر آمادہ ہو کر اس دین کی اصلیت مسیحیت میں پانا اور اعلیٰ دین حنیف اور مسیحیت میں موافقت ومطابقت تلاش کر لینا ایک ایسا تاریخی معاملہ ہے جسے کو صاحبِ بصیرت ہلکی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا ہے اس کے ساتھ ہی جب ہم اس بات کا خیال کرتے ہیں کہ قریش کے سرداروں نے دین حنیف کی اصلاح وپاکیزگی کی جو تحریک شروع کی تھی وہ کبھی بند نہ ہوئی تھی۔ اس میں ترقی کا اضافہ ہی ہوتا گیا تھا تو ہمیں تحریک مذکور کے لئے خدا کا شکر کرنے کے بجائے اور دوسری بات سوجھتی ہی نہیں ہے۔ اس وجہ سے ہمیں اس بات کا صفائی سے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مکہ میں دینِ حنیف کی بابت جو تحریک شروع ہوئی تھی وہ ضرور خدا کی طرف سے تھی۔ جس نے عرب کے فرزندِ اعظم کی معرفت دنیا کے کناروں تک پہنچنا تھا۔ کیونکہ عربی دین حنیف کی اصلاح کے معنوں میں گویا اس زمانہ کی دنیا کے مذاہب کی اصلاح مضمر (چھپی) تھی۔

قریش میں دینِ حنیف کیا اصلاح کا جو کام ان چارہ قریشی علماء سے شروع ہوا تھا اس کی مخالفت بُت پرست حنفاء اور صائبہ کی طرف سے لازمی تھی ہمیں اس کا مفصل بیان مورخین اسلام نے نہیں سنایا ہے صرف ابن ہشام کے بیان مندرجہ صدر میں اجمالاً اس پر دلالت ہی کی گئی ہے۔ کہ بُت پرست قریش نے حضرت زید بن عمرو بن نفیل سے جو سلوک روا رکھا تھا وہ بُت پرست حنفاء کی اُس مخالفت کا جو انہیں تحریک مذکور سے پیدا ہوئی تھی ایک ادنیٰ نمونہ تھا۔ بُت پرست حنفاء کی یہی وہ مخالفت تھی جس کا قلع قمع (خاتمہ) کرنے والا اس زمانہ میں انہیں پرورش پا رہا تھا۔ جس نے آنے والے زمانہ میں نہ صرف عرب کے بُت پرستوں کو علم اسلام کے آگے جھکانا تھا۔ اس وقت کے بعد کی دنیا نے اُس کے آگے جھکنا تھا۔ مگر ہنوز اُس کی ہستی کا کسی کو علم نہ تھا۔

www.noor-ul-huda.net

دسویں فصل

حضرتِ محمد کی زندگی کے ابتدائی زمانہ کا عرب

ملکِ عرب اوراُس کے باشندے خواہ اپنے ملک میں کیسے ہی تھے اور کیسی ہی مکروہات (ناپاک، نفرت انگیز) میں مبتلا تھے۔ خواہ خارجی دنیا کی نظروں میں وہ کیسے ہی خیال کئے جاتے تھے مگر اس بات میں بھی شک وشبہ کا مطلق دخل نہیں ہے کہ وہ ملکِ کنعان کے انبیاء برحق کی نبوتوں اور بشارتوں کا موضوع بنے رہے۔ بائبل مقدس کی کثیر عبارتیں ملک عرب اوراُس کے باشندوں کی خوشحالی کی خبروں سے مملو (بھرا ہوا) ہیں۔اُن کی گمراہی اور ضلالت (تباہی) کے دور ہونے کی خبروں سے پُر ہیں۔اسرائیل کے واحد خدا کی طرف پھرنے اور علمِ توحید الہیٰ کے نیچے خدا کی بشارتیں سنانے کی خبروں سے لبریز ہیں۔ جس کی مثال ہم فصل اول میں پیش کرچکے ہیں۔ یہاں پر ہم ناظرین کرام کو یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ حضرت محمد کے زمانہ سے سینکڑوں برس پیشتر سے کلام خدا یہود اور مسیحیوں کے عرب میں آباد ہونے کے ساتھ پورا ہونا شروع ہوگیا تھا تو بھی کلام خدا کی تکمیل عرب کے فرزند اعظم کی وساطت سے ہونے کو باقی تھی۔ جس کے لئے قدرت وحکمت الہیٰ نے ملک عرب میں سخت مشکلات پیدا ہونے دی تھیں۔ جن میں سے ایک مشکل

عرب کی غیر ملکی حکومتوں کی موجودگی تھی

حضرت محمد کے بچپن کے زمانہ میں عرب کے شمال مشرقی کنارے سے لیکر جنوبی مغربی کنارے تک کے تمام زرخیز اور آباد علاقے اور ریاستیں ایشیاء کی زبردست ایرانی حکومت کی ملکیت بن گئی تھیں اور یمن کی تمام مسیحی آبادی ایران کی محکوم ہوچکی تھی۔ ان علاقوں میں ایرانی بستیاں آباد ہوکر عرب کو ایرانی مذہب میں بھرتی کرتی جاتی تھیں۔

عرب کے شمال اور شمال مشرق سے لیکر شمال مغرب کے تمام ملک پر خلیج عقابہ تک سلطنتِ روم نے قبضہ کرلیا تھا۔ وہاں کے امراء اور شرفاء اور بادشاہوں تک نے مسیحی مذہب اختیار کرلیا تھا جس کی وجہ سے وسط عرب اور مدینہ کی یہودی ریاست ہی آزاد رہ گئی تھیں لیکن وسط کی یہ تمام آبادی اوراُس کا مقبوضہ ملک ایرانی اور رومی حکومتوں کے پنجروں میں یوں بند نہ تھا جیسے پرندہ بند کیا جاتا ہے گو وسط عرب کی آبادی ان حکومتوں سے تجارتی معاہدے رکھتی تھی۔ مگراُن کی تجارت پر بھی پابندیاں عائد تھیں۔ ان حکومتوں نے ملک عرب کی آبادی کو تین حصوں میں تقسیم کردیا تھا۔ جس سے ہر سہ حصہ کے آباد کار آپس میں میل جول نہ رکھ سکتے تھے شمال وجنوب کی غیر ملکی حکومتوں سے وسط عرب کی آبادی کا سخت تنگ ہونا ایک قدرتی بات تھی جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے یعنی اس کے ساتھ ہی یہ بات کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ مدینہ کی یہودی ریاست وسط عرب کی آزاد ریاست کے ساتھ اُس کے دکھ سکھ میں شریک کار تھی اور اپنی تجارت سے وسط عرب کی آبادی کی بہت مشکلات حل کرنے کا وسیلہ تھی جسے وسط عرب میں معقول اقتدار حاصل ہوگیا تھا تو بھی وسط عرب کی آبادی کی جملہ مشکلات کا حل مدینہ کی یہودی ریاست تجویز نہ کرسکتی تھی۔ کیونکہ وسط عرب کی مشکلات کو ظاہر

کرنے والا پیغام قرآن شریف کی معرفت ذیل کے الفاظ میں ہم تک پہنچ گیا ہے جو ان لوگوں کی دشواریوں کا خلاصہ ہے جو وسط عرب میں آباد تھے لکھا ہے۔

ام لھمہ نصیب من الملک فاذ لا ھیوتون الناٰ من نقیراً۔ یعنی کیا ان کے واسطے ملک میں کوئی حصہ ہے۔ پس وہ لوگوں کو تل برابر جگہ نہیں دیتے ہیں نساء ۸ رکوع۔

ایران اور سدوم کی زبردست فتوحاتِ عربیہ نے وسط عرب کی ریاستوں پر جو دباؤ ڈالا ہوا تھا اس نے نہ صرف وسط عرب کے امراء اور شرفاء کا خون خشک کرر کھا ہو گا بلکہ اُن میں خود غرضی اور تنگ نظری اور باہمی بے اعتباری اور باہمی نفاق (اختلاف) کی بلائیں بھی پیدا کر دی ہونگی۔ قرآن شریف میں اُن کے باہمی نفاق کا زوردار الفاظ میں ذکر آیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے الاعراب اشد کفراً ونفاقاً۔ ایسے حالات واسباب کی موجودگی وسط عرب کی آزاد ریاستوں کے لئے جیسی کہ مہلک (خطرناک) تھی بیان کی محتاج نہیں ہے۔

بیان مافوق میں جو کچھ وسط عرب کی آبادی کی بابت لکھا گیا ہے وہ ہمارا ہی خیال نہیں بلکہ مورخینِ اسلام (اسلام کی تاریخ لکھنے والے) کے بیان کا خلاصہ ہے۔ ذیل کا بیان بطور مثال ملاحظہ ہو۔ جسے آئینہ الاسلام مولفہ عالیجناب آغا مختار حسین صاحب سلمہ ربہ میر آبپاشی ریاست جموں وکشمیر، مطبوعہ یوسفی پریس دہلی ۱۹۱۱ء سے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

اس وقت عرب کی یہ حالت تھی کہ سات سو سال سے اس ملک کے باشندہ قتل وغارت کو اپنا پیشہ اختیار کئے ہوئے تھے۔ عیش وعشرت اُن کا شیوہ (رواج) تھا۔ رعایا کو کوئی ملکی ومالی حقوق میسر نہ تھے۔ بیچارے غریب کاشتکار اور مفلس لوگ امیروں کا شکار ہوتے تھے۔ اگرچہ زراعت پیشہ لوگوں کے پاس زمینیں بھی تھیں لیکن اعلیٰ مالکان اراضی کو اختیار تھا کہ جس وقت چاہیں زمینیں ان سے چھین لیں اور بیچارے کاشتکاروں کو بھوک سے مرنے دیں۔ غلاموں کی یہ حالت کہ ہر وقت اُن کے گلوں میں بھاری طوق پڑا رہتا تھا اور وہ چوپاؤں کی طرح جگہ بجگہ ہانکے جاتے تھے عام طور پر بردہ فروش غلاموں کی خرید وفروخت میں مصروف تھے اور اس انسانی ریوڑ کو ایک بڑے چابک کے ساتھ اِدھر اُدھر لئے پھرتے تھے۔ مرد وعورت چیتھڑے لگائے سر وپا برہنہ (ننگے) دیار بدیار لیجائے جاتے تھے۔ اگر کوئی چلنے سے معذور ہو جاتا تو اُسے چابکو سے اس قدر مار پڑتی کہ وہ بیدم ہو جاتا تھا۔ اہل عرب بالعموم خانہ جنگی اور فتنہ وفساد میں مشغول تھے۔ انسانی خون بہانا یتیموں کا مال کھا جانا ان لوگوں کے آگے معمولی بات تھی۔ غرضیکہ دنیا کی کوئی بدکاری اور بد خصلتی (بُری عادت) ایسی نہ تھی جو اُن میں موجود نہ ہو" صفحہ ۶

حالات مندرجہ صدر اس بات کے شاہد (گواہ) ہیں کہ حضرت محمد کے زمانہ کا عرب غیر ملکی حکومتوں کے اختیار واقتدار کی زنجیروں سے جکڑ بند تھا۔ آزاد ریاستوں کی اندرونی حالت اور بھی خطرناک اور دہشت انگیز تھی۔ ان ریاستوں میں ہر گز یہ دم خم نہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو تباہی اور بربادی سے بچالیں۔

زمانہ جاہلیت کے عربی مذاہب پر غور کرو

عرب کے ملکی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے اہم اہلِ عرب کے مذاہب وعقائد ورسوم کو فراموش (بھول) نہیں کرسکتے۔ بائبل مقدس کے بیان سے یہ بات ظاہر وثابت ہوسکتی ہے کہ ملکِ عرب ہی ایک ایسا ملک تھا جو واحد خدا کے پرستاروں کی اولاد کے ورثہ میں آیا تھا۔ حضرت سم بن نوح کی اولاد ہی زیادہ تر ملک عرب میں آباد ہوئی تھی۔ جس کے ڈیروں میں خدا کی سکونت ظاہر کی گئی تھی۔ پر خاص کر ملک عرب تو اس کا گویا موروثی حصہ تھا۔ عجیب تر معاملہ یہ بھی ہے کہ اس ملک میں بعد کے زمانوں میں حضرت ابراہیم کی نسل بھی آباد ہوئی۔ لیکن موحدین کی عربی نسل واحد خدا کی پرستش چھوڑ کر بت پرستی کی تاریکی میں ضرور مبتلا ہوگئی۔ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

عربوں کے بتوں کا ان کے معبدوں (عبادت گاہوں)، اُن کی پرستش کے رسوم وغیرہ کا جب دیگر بُت پرست اقوام کے بتوں، معبدوں اور ان کی پرستش نہایت سادہ معلوم ہوسکتی ہے۔ جس کے ساتھ نہایت کم مکروہات شامل تھیں تمام ملک عرب میں صرف مکہ شہر کا کعبہ ہی ایک ایسا معبد تھا جس میں ۳۶۰ بتوں سے زیادہ بت رکھے تھے اور تعجب ہے کہ تمام ملک میں اس کے سوا کوئی دوسرا معبد ہی نہ تھا۔ تمام عرب اسی کعبہ کی عزت وحرمت کیا کرتے تھے۔ اسی میں یہود وقریش کے جدامجد (باپ دادا) کی تصاویر رکھی تھیں۔ اسی میں مسیحیت کے بانی اور آپ کی والدہ ماجدہ کی تصویریں موجود تھیں۔ اسی میں دیگر اقوام عرب کے بت دھرے تھے۔ واقعی مکہ کا کعبہ اپنی نوعیت میں عجیب وغریب معبد (عبادت گاہ) تھا جس کی مثال زمین پر ناپید (ختم) تھی۔

اس کے سوا عرب کے بُت پرستوں اور دنیا کے دیگر ممالک کے بُت پرستوں میں ایک بات میں یہ بھی کھلا امتیاز (فرق) تھا کہ جہاں دوسرے ممالک کے بُت پرست اپنے بتوں اور بناوٹی معبودوں کو ہی الوہیت مجسم مانتے تھے۔ وہاں عربی بُت پرست کا ایک خدا کا اقرار کرتے ہوئے اپنے باطل معبودوں کو خدا کے حضور اپنے لئے شفاعت کنندے خیال کرتے تھے۔ اگرچہ دیگر اقوام کی طرح وہ بھی اپنے باطل معبودوں کو مذکر ومونث مانتے اور اُن کی بُت پرستی میں بابل اور مصر کے معبودوں کی شمولیت پائی جاتی تھی۔ لیکن اصل عربوں کے اپنے معبود بہت کم تھے۔

سرزمین عرب کو گو زمانہ قدیم سے بُت پرستی کی مکروہات نے ظلمت کدہ بنایا ہوا تھا۔ مگر اسے اس بات میں بھی نمایاں امتیاز حاصل تھا کہ اسی سرزمین کی سطح پر شہر اور آباد تھا۔ جہاں سے رئیس الموحدین حضرت ابراہیم عبرانی کا خاندان نکلا تھا کہ وہ برکت ابراہیمی سے زمین کے کناروں تک کو روشن کرے۔ اس کی اولاد سے زمین کی اقوام کے گھرانے برکت پائیں۔ گو حضرت ابراہیم سے لے کر یہود کے ملک عرب میں آباد ہونے کہ دن تک اور مسیحیوں کے ملکِ عرب میں پناہ پانے کہ دن تک یا حضرت محمد کے پیدا ہونے کے دن تک عام طور سے اہلِ عرب بُت پرست ہی رہے تو بھی اس طویل زمانہ میں ملکِ عرب میں حضرت ایوب اور ہود صالح جیسی ہستیاں ضرور پیدا ہوئیں جو واحد خدا کی پرستار تھیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ماننا پڑتی ہے کہ عربوں کی بُت پرستی کی جہالت نے عرب کی ان بلند مرتبہ ہستیوں کی تمام کوششیں بے اثر کرڈالی تھیں۔

حضرت محمد کے زمانہ کے قریب وسط عرب کی آزاد ریاست میں یہودیت خصوصاً مسیحیت کے اثر سے موثر ہوئے تھے۔ جن میں سے بعض کی کوششیں واقعی شاندار تھیں۔ اگرچہ ان کی زندگی اور اُن کے کام کا احاطہ نہایت محدود تھا۔ لیکن اس میں کلام نہیں ہو سکتا کہ اُنہوں نے ہی ایک دفعہ پھر ملکِ عرب کی آزادی اور حریت کی ایسی بنیاد رکھ دی تھی جس پر بعد کے ایام میں عرب کے فرزند اعظم نے اسلام کی شاندار عمارت تعمیر کرنا تھی جسے آنے والے زمانوں کی دُنیا نے ہزاروں سال تک عزت واحترام سے دیکھنا اور اس میں پناہ لینا تھا۔ تو بھی حضرت محمد کی خدمات سے قبل وسط عرب کی آزاد ریاست بُت پرستی کی تمام مکروہات (نفرت انگیز کام) کے نشہ میں مخمور (مدہوش) تھی اور اپنے حقیقی خیر اندیشوں کا آخری مقابلہ کرنے کو تیار ہو رہی تھیں۔

ہم پیشتر اس بات کا بار بار ذکر کر چکے ہیں کہ عرب کی آبادی حضرت سم بن نوح اور حضرت ابراہیم عبرانی کی نسل سے تھی۔ سمی اقوام میں عورت مرد کے وہ رشتے ناپید (ختم) تھے جو حضرت محمد کے زمانہ کے قریب عربوں میں پائے جاتے تھے۔ واقعی یہ رشتے نہایت مکروہ تھے۔ اس کے سوا ان میں لڑکیوں کو زندہ در گور (زندہ دفن) کرنے کا رواج انتہا درجہ تک ظالمانہ تھا۔ یہ رواج بھی سمی اقوام میں ناپید (ختم) تھا لیکن عربوں میں عام تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عربوں نے یہ مکرو رواج کہاں سے لئے تھے ؟

اگر ان باتوں کی بابت دریافت کیا جائے تو عورت مرد کے رشتوں زیر نظر کی ہستی اور لڑکیوں کو مارنے کا دستور مہذب ہند کے درمیان مل سکتا ہے۔ منو کے دھرم شاستر میں عورت مرد کے وہی آٹھ بواہ مذکور ہیں جو عربوں میں مروّج تھے۔ ہندوستان میں لڑکیاں بھی ہلاک کی جاتی تھیں جو زمانہ حکومت انگلشیہ سے ہی بچنی شروع ہوئی ہیں محرمات سے نکاح کی رسم غالب ایرانی اقوام سے جاری ہوئی ہو گی۔ پس ایسے حالات کی موجودگی میں ہمارا یہ کہنا بے جا نہیں ہو سکتا کہ عربوں میں عورت مرد کے رشتے ملک ایران اور ہندوستان سے ہی اخذ کئے گئے ہونگے۔ جن کے مکروہ ہونے کے سوا عربوں کی بربادی کا ایک بڑا چشمہ یہی رشتے تسلیم کئے جا سکتے ہیں۔ اور ان کے سوا شراب خوری، جوا بازی، اور دیگر بدرسوم وسط عرب کو برباد کر رہی تھیں۔ جن کا ذکر پیشتر ہو چکا ہے۔

زمانہ زیر نظر میں اہلِ عرب کی گذشتہ شان ہی مفقود (کھویا ہوا) نہ تھی۔ بلکہ اس زمانہ میں خارجی اور اندرونی آفتیں وسط عرب کی آبادی کا خون چوس رہی تھیں۔ جن سے خلاصی اور رہائی پانا انسانی عقل وفکر اور قوت وطاقت کی حدود سے باہر ہو چکا تھا۔ اہل عرب کا اپنے بندھنوں سے آزاد ہونا اور اپنی آزادی وحریت (آزادی کو قائم رکھنا) کو پھر حاصل کرنا واقعی قدرت کے معجزانہ کام پر منحصر تھا۔ جس کا کوئی حق پسند انسان ہر گز انکار نہیں کر سکتا ہے۔ چونکہ خدا نے یہ عظیم الشان کام حضرت محمد مکی ومدنی کی معرفت کیا تھا اس وجہ سے ہمارے زمانہ کی ۲۴ کروڑ انسانی آبادی عرب اور اس کے فرزندِ اعظم کی عزت وحرمت کر رہی ہے۔

احقر العباد۔ پادری غلام مسیح۔ ایڈیٹر۔ نورِ افشان۔ لاہور